# تصوّف و طریقت

علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری

دامت برکاتہم العالیہ

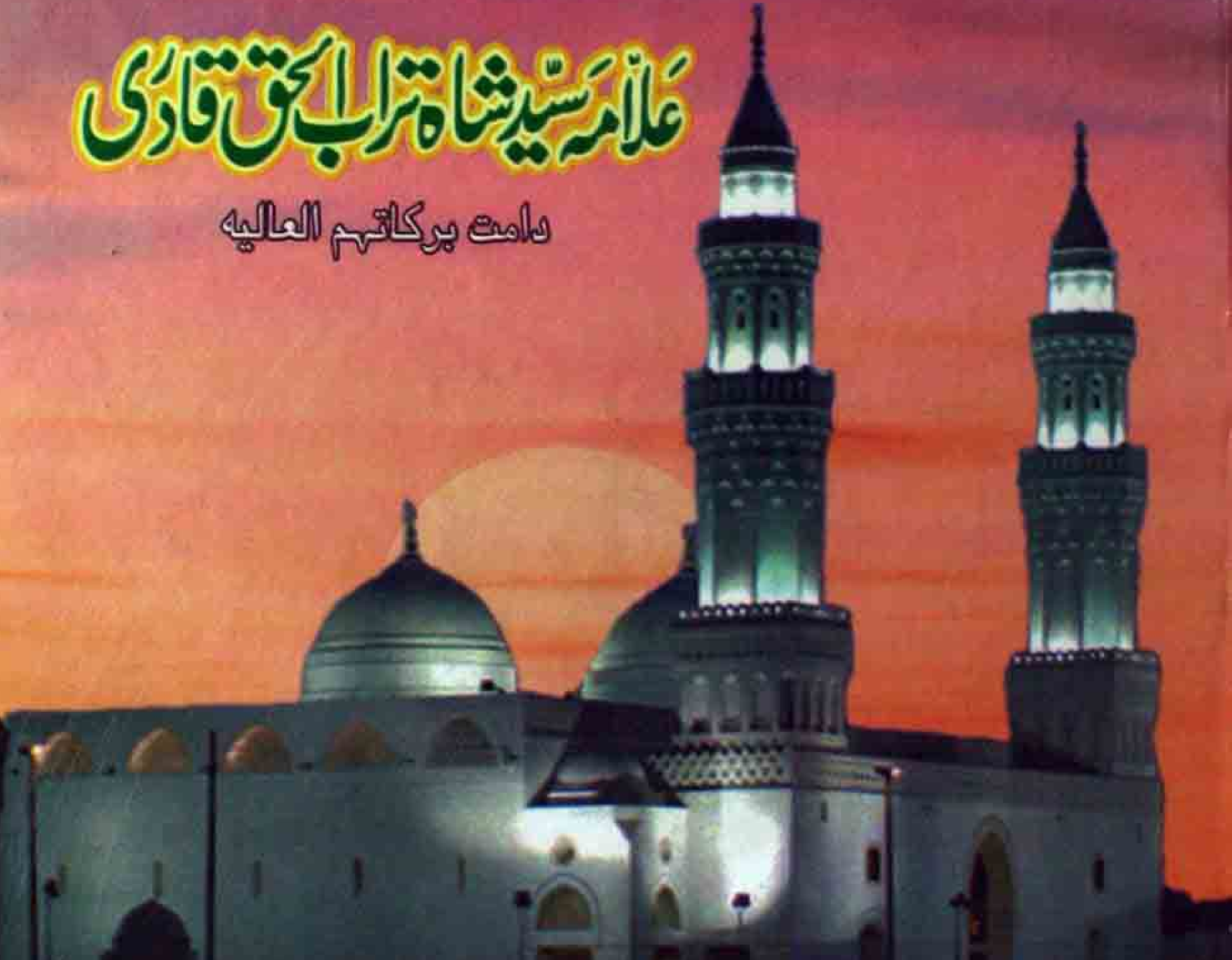

ناشر

قادریہ پبلشرز کراچی

اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو - الانبیاء

# تصوف و طریقت

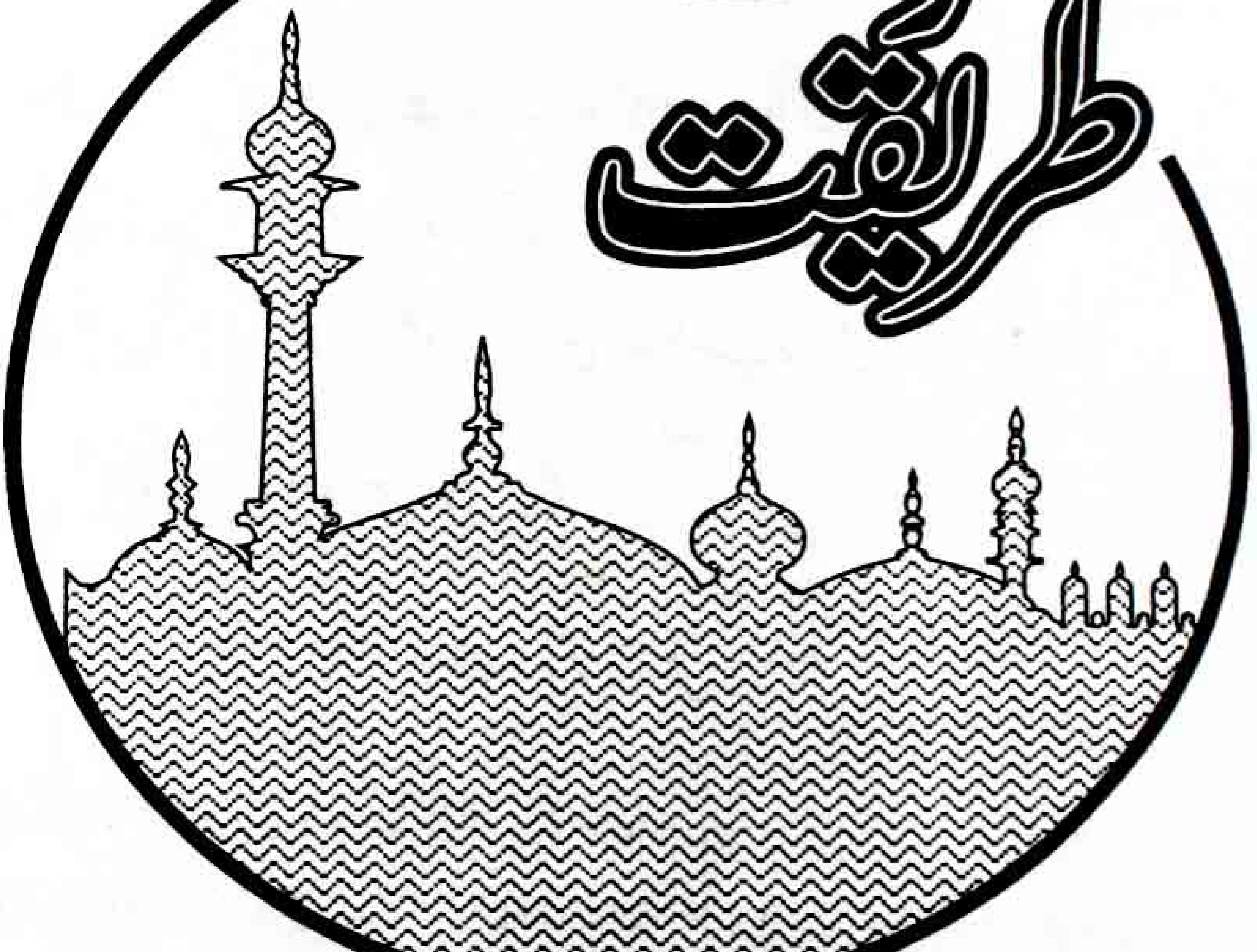

مولفہ

پیر طریقت رہبر شریعت امیر اہلسنت مفکر اسلام حضرت علامہ

## سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ

ناشر

قادریہ پبلشرز

5/A کارا بھائی کریہ جی روڈ نو آباد کراچی۔ 7529337

marfat.com

اس کتاب کے جملہ محاصل مدرسہ قادریہ کے تحقیقی نشر و اشاعت و تبلیغی مصارف کے لئے وقف ہیں۔

نام کتاب: تصوف و طریقت

مصنف: پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم

مرتّب: انجینئر حافظ قاری محمد آصف قادری

معاونین: حافظ محمد شعیب اشرفی، محمد شعیب قادری، محمد ناصر قادری

ہدیہ: ۸۰ (اسّی روپے)

☆☆ مراکز ترسیل ☆☆

۱۔ مصلح الدین لائبریری، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کراچی۔
۲۔ مکتبہ افکار اسلامی، جامع مسجد کنز الایمان، آئی ٹن ون، اسلام آباد
۳۔ ضیاء الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر کراچی۔
۴۔ قطب مدینہ پبلشرز کھارادر کراچی۔
۵۔ صفہ پبلشرز، مسجد گلزار حبیب سولجر بازار کراچی۔
۶۔ مکتبہ اہلسنت برائٹ کارنر نزد چاندنی چوک کراچی۔

قادریہ پبلشرز کی تمام طباعت شدہ کتب کو درج ذیل ویب سائٹس پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں

www.ahlesunnat.net
www.alahazrat.net

marfat.com

# فہرست

| صفحہ | عنوانات |
|---|---|


| عنوانات | صفحہ |
|---|---|
| پیش لفظ | 6 |
| مقدمہ | 11 |
| تقریظ | 15 |
| جید علماء و مشائخ کے تاثرات | 18 |
| تصوف و طریقت کیا ہے؟ | 47 |
| کیا طریقت شریعت سے جدا ہے؟ | 59 |
| اشرف المخلوقات کون ہے؟ | 65 |
| قلب کی اقسام اور تصفیہ قلب | 71 |
| اولیاء اللہ اور انکے درجات | 80 |
| ولی کے لیے کرامت ضروری ہے؟ | 85 |
| ولی کی پہچان کیسے کی جائے؟ | 90 |
| طلب مرشد کیوں ضروری ہے؟ | 94 |
| بیعت کی تعریف و شرعی حیثیت | 101 |
| پیر و مرشد کے لیے چار شرائط | 103 |
| بیعت ہونا کیوں ضروری ہے؟ | 107 |
| بے پیرے کا پیر شیطان ہے؟ | 111 |
| جامع شرائط پیر کامل کہاں؟ | 116 |
| پیر و مرشد کے آداب؟ | 119 |


marfat.com

| صفحہ | عنوانات |
|---|---|

| | |
|---|---|
| ہر فیض بوسیلہ شیخ ملے گا! | 123 |
| خانقاہی نظام بے اثر کیوں؟ | 126 |
| سالک اور مجذوب کا فرق؟ | 130 |
| شجرہ شریف کے فائدے؟ | 131 |
| وظائف کے لیے اجازت کیوں؟ | 132 |
| تصور شیخ سے کیا مراد ہے؟ | 133 |
| پیر کا سایہ اور ذکر الہٰی | 139 |
| مراقبہ اور محاسبہ کیا ہے؟ | 139 |
| تزکیہء نفس اور مجاہدہ؟ | 143 |
| نماز بے حیائی سے روکتی ہے | 147 |
| خود پسندی اور تکبر کا علاج | 150 |
| بندے کو غوث اعظم کہنا جائز | 152 |
| گیارھویں شریف کا شرعی حکم | 155 |
| اولیاء اللہ کے لیے نذر ماننا؟ | 161 |
| روحانیت کا حصول کیسے ممکن؟ | 165 |
| "دنیا کے طالب کتے ہیں" تشریح | 169 |
| دنیا سے بے رغبت کیسے ہوں؟ | 174 |
| وسیلہ کی شرعی حیثیت؟ | 178 |
| وصال شدہ بزرگوں کا وسیلہ | 183 |
| مزارات پر جانا اور دعا کرنا | 186 |

marfat.com

| عنوانات | صفحہ |
|---|---|

وہاں دعا کیسے مانگی جائے؟ 193
رجال الغیب سے مدد مانگنا 197
انبیاء و اولیاء سے استعانت 199
روحانی تصرفات بعد از وصال 209
اولیاء کرام کی قدرت و تصرف 215
سلسلہ قادریہ میں مقامات سلوک 221
انبیاء اور اولیاء کے مقامات 226
ترقی و تنزلی سے کیا مراد ہے؟ 227
فنافی الشیخ سے فنافی اللہ تک 228
تصوف میں سکر اور صحو کا مفہوم 230
وحدت الوجود اور وحدت الشہود 234
روحانی لطائف کیسے جاری ہوں؟ 235
سلسلہ قادریہ میں ذکر الہیٰ 242
راہ سلوک کے فرائض و آداب 244
سلوک کی دشواریاں اور علاج 249
دوام حضور کے پانچ مدارج 254
اولیاء کی خاموشی اور اظہار کمال 255
قصیدہ غوثیہ میں اظہار تصرفات 257
سیدنا غوث اعظم کی فضیلت و مقام 259
سیدنا غوث اعظم کی گیارہ تعلیمات 266

marfat.com

# پیش لفظ

الحمد لک یا اللہ و الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ

تصوف و طریقت کو شریعت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو روح کو جسم کے ساتھ ہے۔ جس طرح انسان روح اور جسم کا مرکب ہے اسی طرح شریعت و طریقت دونوں کا حامل انسان ہی مومن کامل کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اگر عبادات کی روح جسے حدیث جبریل میں "احسان" کہا گیا، ان سے جدا ہو جائے تو محض ظاہری افعال باقی رہ جائیں گے جن میں نہ ذوق ہوگا نہ نورانیت و روحانیت اور نہ ہی سکونِ قلب۔

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

سیدنا آدم علیہ السلام کا لقب "صفی اللہ" ہے اور صفی کا معنی ہے صاف و پاکیزہ۔ گویا انسان کی اصل صاف و پاکیزہ ہونا ہے اور انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ اس کا نفس مزکیٰ و مصفیٰ ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا"۔ (سورۃ الاعلیٰ، کنزالایمان) اسی اصل کو پانے کا راستہ تصوف و طریقت ہے۔ بقول اکبر،

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز
شریعت وضو ہے ! طریقت نماز
شریعت میں ہے صورتِ فتحِ بدر
طریقت میں ہے معنیٔ شقِ صدر
شریعت میں ہے قیل و قالِ حبیب
طریقت میں حسن و جمالِ حبیب

marfat.com

مرشد کامل، رب کریم کی صفات اور آقا کریم علیہ السلام کے اسوہ حسنہ کا مظہر ہوتا ہے۔ وہ سخت دلوں کو قبول حق کے لیے نرم کرتا ہے، غافل ذہنوں کو راہ حق پر گامزن ہونے کے لیے بیدار کرتا ہے، ناقد عقلوں کے شبہات و اعتراضات دور کرتا ہے، قلوب کو محبتِ الہٰی سے معمور کرتا ہے، سینوں کو پیارے آقا علیہ السلام کی محبت و یاد کا مدینہ بناتا ہے، آنکھوں کو حیا کی دولت سے نوازتا ہے، کانوں کو لغویات سے بہرا کرتا ہے، زبان کو بیہودہ گوئی سے گونگا بنادیتا ہے اور قدموں کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیتا ہے۔

دمِ عارف نسیم صبحدم ہے　　اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر　　شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مرشد کامل مرید پر جمود طاری نہیں ہونے دیتا بلکہ وہ خود بھی ہر وقت اہل باطل کے خلاف جہاد میں مشغول رہتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال بھی مشائخ کرام کو خانقاہوں سے نکل کر بدی کے خلاف برسرپیکار ہونے کو وقت کی ضرورت سمجھتے ہیں اسلیے کہتے ہیں،

؎ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

مرشد کامل کی ایک شرط علماء حق نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کا سلسلۂ بیعت آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ چونکہ یہ کتاب طریقت ہی کے عنوان پر ہے اسلیے حضرت مصنف مدظلہ العالی کے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ کرام علیہم الرضوان کے اسمائے گرامی مع مدفن شریف و تاریخ ہائے رحلت پیش خدمت ہیں۔

*** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینۂ طیبہ) ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۱ھ
۱۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ (نجف اشرف) ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ
۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (کربلائے معلیٰ) ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ

marfat.com

۳- حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ) ۱۸ محرم ۹۴ھ

۴- حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ) ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ

۵- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ) ۱۵ رجب ۱۴۸ھ

۶- حضرت امام کاظم رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۵ رجب ۱۸۴ھ

۷- حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ (مشہد مقدس) ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۲ھ

۸- حضرت امام معروف کرخی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۲ محرم ۲۰۰ھ

۹- حضرت امام سری سقطی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۱۳ رمضان ۲۵۳ھ

۱۰- حضرت امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۲۷ رجب ۲۹۸ھ

۱۱- حضرت امام شبلی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ

۱۲- حضرت امام عبدالواحد رضی اللہ عنہ (بغداد) ۲۶ جمادی الثانی ۴۲۵ھ

۱۳- حضرت امام ابو الفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ (بغداد) ۳ شعبان ۴۴۷ھ

۱۴- حضرت امام ابو الحسن ہکاری رضی اللہ عنہ (بغداد) یکم محرم ۴۸۶ھ

۱۵- حضرت امام ابو سعید مخزومی رضی اللہ عنہ (بغداد) ۷ شعبان ۵۱۳ھ

۱۶- حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ (بغداد) ۱۱ ربیع الثانی ۵۸۷ھ

۱۷- حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۶ شوال ۶۲۳ھ

۱۸- حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۷ رجب المرجب ۶۳۲ھ

۱۹- حضرت محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۲ ربیع الاول ۶۵۶ھ

۲۰- حضرت سید حسنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۳ شوال ۷۳۹ھ

۲۱- حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ

۲۲- حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ

۲۳- حضرت سید احمد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۱۹ محرم ۸۵۳ھ

۲۴- حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ (حیدر آباد دکن) ۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ

marfat.com

۲۵۔ حضرت ابراھیم رحمہ اللہ (درگاہ محبوب الہیٰ) ۵ ربیع الثانی ۹۵۳ھ
۲۶۔ حضرت محمد بھکاری رحمۃ اللہ علیہ (کاکوری شریف) ۹ ذی قعد ۹۸۱ھ
۲۷۔ حضرت قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (لکھنؤ) ۲۲ رجب ۹۸۹ھ
۲۸۔ حضرت جمال الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (فتح پوری) یکم شوال ۱۰۴۷ھ
۲۹۔ حضرت سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ (کالپی شریف) ۶ شعبان ۱۰۷۱ھ
۳۰۔ حضرت سید احمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ (کالپی شریف) ۱۹ صفر ۱۰۸۴ھ
۳۱۔ حضرت سید فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (کالپی شریف) ۱۴ ذی قعد ۱۱۱۱ھ
۳۲۔ حضرت سید آل برکات رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ شریف) ۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ
۳۳۔ حضرت سید آل محمد رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ شریف) ۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ
۳۴۔ حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ شریف) ۱۴ رمضان ۱۱۹۸ھ
۳۵۔ حضرت سید آل احمد رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ) ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
۳۶۔ حضرت سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ) ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
۳۷۔ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ) ۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ
۳۸۔ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (بریلی) ۱۴ محرم ۱۴۰۲ھ

حضرت مصنف مدظلہ العالی، قطب الارشاد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے شاہزادے مفتیء اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ سے بیعت ہیں اور آپ سے خلافت و اجازت بھی حاصل ہے اس طرح ۳۸ واسطوں سے حضرت مصنف کا سلسلہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ حضور مفتیء اعظم قدس سرہ کو انکے والد اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ سے بھی تمام سلاسل میں خلافت و اجازت حاصل ہے جبکہ حضرت مصنف مدظلہ کو ولیء کامل حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قدس سرہ کے فرزند ارجمند

marfat.com

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی دامت برکاتہم القدسیہ سے بھی تمام سلاسل میں خلافت واجازت حاصل ہے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی جیلانی مدظلہ العالی کو تفسیر و حدیث اور سلوک کی سند عطا فرمائی اور "صاحب الفضیلۃ والارشاد" کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت نے جن سلاسل کی اجازت عطا کی ان میں قادریہ رضویہ منوریہ شاذلیہ اور سنوسیہ شامل ہیں۔

مصنفِ کتاب، عارفِ ربانی، تاجدارِ طریقت حضرت شاہ صاحب مدفیضہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ پیران پیر دستگیر حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ جماعت اہلسنت (پاکستان) کراچی کے مرکزی امیر بھی ہیں اور دارالعلوم امجدیہ کے ناظم تعلیمات بھی۔ ان گرانقدر دینی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کراچی سے رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ سیدی و مرشدی شاہ صاحب قبلہ، احقر پر بیحد شفقت فرماتے ہیں۔ جب بھی اسلام آباد تشریف لاتے ہیں غریب خانہ کو رونق بخشتے ہیں اور اکثر تصنیف و تالیف کا کام یہیں فرماتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جس پہ احقر خوش بھی ہے اور نازاں بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں "آصف" کی آبرو کیا ہے

خاکپائے عرفائے کاملین

محمد آصف قادری غفرلہ ولوالدیہ

marfat.com

# مقدمہ

## فاضل جلیل، ادیب شہیر علامہ مولانا محمد افضل کوٹلوی

### فاضل علوم شرقیہ، ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات، ایم اے سیاسیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یوں تو ہر دور میں تصوف کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے اپنوں نے بھی اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے ہیں اور غیروں نے بھی الزام تراشیاں کی ہیں۔
موجودہ دور میں خاص طور پر تصوف کے خلاف غوغہ آرائی کی جا رہی ہے کوئی تصوف کو افیون کہہ رہا ہے اور کسی نے اسے عجمی تصورات کا مجموعہ قرار دیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں نے تصوف کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں، انہوں نے تصوف کو ہارٹون Harton، بلوشٹ Blochet، ماسی نون Massignon، گولڈ زیہر Gold Ziher، براؤن Brown، اور اولیری Oleary جیسے مستشرقین کی نظروں سے دیکھا ہے۔
ان تمام مستشرقین نے اسلامی تصوف کو ہندو مت کے نظریہ ترک علائق، بدھ مت کے نظریہ ترک دنیا اور عیسائیت کے نظریہ رہبانیت کے مشابہ قرار دیا ہے۔

تصوف کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے میں ان نام نہاد صوفیاء کا زیادہ عمل دخل رہا ہے جو تصوف کی ابجد تک سے بھی واقف نہیں، وہ تزکیہ نفس اور اجرائے قلب کی آڑ میں تلذذ نفس کا سامان کرتے ہیں، ذکر و فکر کی محفلوں کے نام پر اپنی "ولایت" کی دکان چمکاتے ہیں، انہیں احکام شریعت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ یہ سیدھے سادے مسلمانوں کو راہ شریعت سے

marfat.com

بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علمائے حق کو علمائے ظاہر اور علمائے سو۔ کہہ کر اپنے مریدوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسائے رکھتے ہیں وہ شریعت کو طریقت کا مخالف قرار دیتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں،

ایں راہ کس یابد کہ کتاب اللہ بر دست راست گرفتہ باشد و سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بردست چپ۔ یعنی "یہ راہ صرف وہی شخص پاسکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہوتا ہے"۔ انہوں نے شیخ ابو بکر طلمستانی علیہ الرحمہ کے اس ارشاد سے بھی لوگوں کو بے خبر رکھا ہے،

"الطریق واضح و الکتاب و السنۃ و الفقہ قائم بین اظہرنا"۔

"راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب و سنت و فقہ ہمارے سامنے موجود ہے"۔

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے صوفیاء کا جو معیار بتایا ہے ان نام نہاد صوفیاء نے اس معیار سے بھی لوگوں کو بے خبر رکھا ہے وہ معیار یہ "وما کان المتقدمون فی التصوف الارؤ وساً فی القرآن و الفقہ و الحدیث و التفسیر"۔ "پہلے صوفیاء علوم قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے"۔

تصوف سے مخالفین نے جو اعتراضات کیے ہیں انکی وجہ سے اور نام نہاد صوفیاء کے طرز عمل سے آج تصوف کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور ذہنوں میں مختلف قسم کے سوالات ابھر رہے ہیں مثلاً یہ کہ تصوف کیا ہے، روح تصوف کیا ہے، اولیاء اللہ کی کیا پہچان ہے، طلب مرشد اور بیعت کیوں ضروری ہے، سالک و مجذوب میں کیا فرق ہے، کیا تصوف ترک دنیا کا نام ہے، وسیلہ سے کیا مراد ہے، زیارت قبور کا طریقہ کیا ہے، استمداد اور استعانت کی کیا نوعیت ہے، وصال کے بعد اولیاء اللہ کے روحانی

marfat.com

تصرفات کی کیا حقیقت ہے اور تصوف کے اسرار و رموز کیا ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو عام لوگوں کے ذہنوں میں ابھرتے ہیں، متلاشیان حق ان سوالوں کے جوابات حاصل کرنے کے لیے خانقاہوں میں جاتے ہیں، سجادہ نشینوں کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں لیکن الا ماشاء اللہ کہیں سے تسلی بخش جواب نہیں ملتا، نام نہاد صوفیاء تو جواب دینے کی بجائے ذہنوں میں اور زیادہ الجھاؤ پیدا کر دیتے ہیں۔

ضرورت تھی اس امر کی کہ ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات دور کرنے کے لیے علمی سطح پر جواب دیا جائے اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے آسان فہم انداز میں انکی تسلی کی جائے۔ الحمد للہ اس اہم ضرورت کو پیر طریقت رہبر شریعت مولانا علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ نے کما حقہ پورا کر دیا ہے۔ آپ کی تصنیف لطیف "تصوف و طریقت" میں ان تمام سوالوں کے جوابات موجود ہیں ہر سوال کا جواب قرآن و حدیث، اقوال بزرگان دین اور سیرت اولیائے کاملین کے حوالوں سے دیا گیا ہے، کتاب پڑھتے ہوئے ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور لفظ دل کی گہرائیوں میں اتر کر قلب و روح کی تسکین کا سامان بنتے چلے جاتے ہیں۔

پیر طریقت رہبر شریعت مولانا علامہ شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ ایک جید عالم دین، پرجوش مبلغ اور شعلہ نوا خطیب ہونے کے حوالوں سے جانے پہچانے جاتے تھے لیکن اب انہیں غواص بحر طریقت کے حوالے سے بھی جانا جائے گا۔ "تصوف و طریقت" میں قبلہ شاہ صاحب نے بڑی محنت، تحقیق اور تفحص کے ساتھ تصوف کے اسرار و رموز بیان کیے ہیں۔

قبلہ شاہ صاحب کا نسبی تعلق مشائخ کرام کے طبقہ سے ہے اور علمائے حق سے

marfat.com

انکی قلبی و روحانی وابستگی رہی ہے، آپ نے علامہ زماں حضرت مولانا انوار اللہ شاہ حیدر آبادی علیہ الرحمہ سے بالواسطہ فیض حاصل کیا ہے، مفتی اعظم ہند شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے روحانی فیض پایا ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ سے علمی خوشہ چینی کی ہے، وقار ملت مولانا علامہ مفتی محمد وقار الدین علیہ الرحمہ سے خوب فیض حاصل کیا ہے، صوفی کامل مولانا علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے زیر تربیت پروان چڑھے ہیں، رئیس العلماء مولانا علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی دامت برکاتہم العالیہ کے دامن شفقت سے وابستہ رہے ہیں، شہید اہلسنت مولانا علامہ ابوالشاہ محمد عبدالقادر علیہ الرحمہ سے دعائیں لی ہیں اور معین الملت علامہ محمد معین الدین قادری رضوی سے نیاز مندانہ تعلق رکھا ہے۔

انھیں بزرگان دین کا فیض فراواں ہے کہ قبلہ شاہ صاحب کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل ہے، وہ عالم بھی ہیں اور صوفی بھی، خطیب بھی ہیں اور ادیب بھی، زاہد بھی ہیں اور مجاہد بھی، مبلغ بھی ہیں اور مدرس بھی۔ انکے اخلاص عمل، تصلب عقیدہ، جوش خطابت، ذوق تبلیغ، زور قلم اور جذبہ حق گوئی کا ایک زمانہ معترف ہے۔ قبلہ شاہ صاحب فقر غیور اور عشق خود آگاہ کی زندہ مثال ہیں۔ کتاب تصوف و طریقت انکی انہی صفات کی آئینہ دار ہے۔

محمد افضل کوٹا ی

ناظم جامعہ قادریہ رضویہ

مصطفیٰ آباد، فیصل آباد

marfat.com

# تقریظ

## حضرت علامہ مولانا محمد نور الحسن نوری

### صدر المدرسین مدرسہ فیض رضا، کولمبو، سری لنکا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے صوفیاء کرام نے جس خلوص و محبت سے کام کیا ہے اسکی مثال ہنیں مل سکتی، اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام مختصر مدت میں عالم پر چادر نور بن کر چھا گیا اور ہر ذی ہوش نے اس سے اکتسابِ فیض کیا۔ اسلام کے مخالفین و معاندین نے اسلامی سیلاب کو روکنے کے لیے سازش کی اور تصوف کے مقابلہ میں توھب کی بنیاد ڈالی، یہی وجہ ہے کہ حاملینِ توھب نے معمولات تصوف پر شرک و بدعت کے فتوے صادر کیے، مختلف پارٹیاں بنائیں اور مختلف سمتوں سے درگاہوں اور خانقاہوں پر حملے شروع کر دیے۔

۱۸۵۷ء کے بعد کا دور بڑا صبر آزما گزرا ہے اکابرین علماء اہلسنت دریائے شور بھیج دیے گئے، کتنے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیے گئے اور اکثر کو جیلوں میں محبوس کر دیا گیا۔ ایسے صبر شکن دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اورنگِ قیادت پر قدم رکھا، حالات کا جائزہ لیا، وقت کے تقاضوں کو پہچانا، علماء ملتِ اسلامیہ کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کیا اور بڑے عزم و احتیاط کے ساتھ اپنے علم و عمل کو تحریک کی شکل دیکر حقانیت کا پرچم بلند کیا۔

آپ نے سنانِ زبان و قلم سے نہ صرف برطانوی سامراج کی سرپرستی میں پروان چڑھنے والی باطل جماعتوں کے مکروہ اور خوفناک اصلی چہرے کو بے

marfat.com

نقاب کیا بلکہ ان مکاروں اور عیاروں کے ناپاک تمناؤں کے محلات کو بھی مسمار کر دیا جو پیری اور شیخی کے لبادے اوڑھ کر قلوب مومنین سے عظمت انبیاء و اولیاء اور محبت صوفیا نکال دینا چاہتے تھے۔ آپکی زبانِ پاک اور قلم بیباک نے مذہب اسلام پر ہونے والے ہر ہر حملے (خواہ وہ ضلالت کا ہو یا بدعت کا، کفر کا ہو یا ارتداد کا) کا دندان شکن جواب دیا اور اسلامی عقائد کے گرداگرد عقلی اور نقلی دلائل و براہین کی ایسی مضبوط اور مستحکم فصیل کھینچ دی کہ تا قیام قیامت دشمنوں کی تیر اندازی اثر انداز نہ ہو سکے گی اور مومنوں کو ہمیشہ روحانی و ایمانی سکون و فیض بخشتی رہے گی۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کا نام باطل کے مقابلے میں حق کی پہچان بن گیا، مسلکِ اعلیٰ حضرت، مذہبِ حق اہلسنت وجماعت کا ایسا نام بن گیا جس سے دور حاضر میں سنی و غیر سنی اور خوش عقیدگی و بد عقیدگی کا فرق واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے، حفظِ ناموسِ رسالت کا بھی ذمہ دار ہے۔ الہیٰ مسلکِ امام احمد رضا زندہ باد۔

قابل صد مبارکباد ہیں وہ مجاہدینِ اہلسنت جو آج کے پُر فتن دور میں نہ صرف مسلکِ اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قائم ہیں بلکہ اسکی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اہلسنت پر ہونے والے ہر ہر حملے (خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی) کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ سرزمین پاکستان پر مسلک اعلیٰ حضرت یعنی مذہب اہلسنت کی حمایت و اعانت میں مصروف علماء حق میں پیر طریقت فخر ملت مجاہد اہلسنت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق صاحب قبلہ مدظلہ العالی بہت ممتاز ہیں۔

آپ میدانِ خطابت کے عظیم شہسوار کی حیثیت سے نہ صرف پورے پاکستان

marfat.com

بلکہ دنیا کے دیگر ممالک سری لنکا، متحدہ عرب امارات، امریکہ، یورپ اور افریقہ وغیرہ میں بھی معروف و مشہور ہیں۔ علماء اہلسنت کی تقریباً پچاس چھوٹی بڑی کتب میری نظر سے گزر چکی ہیں جنکی اشاعت کا اہتمام آپ نے فرما کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کی امامت و خطابت، دارالعلوم امجدیہ کراچی کا انتظام و انصرام، متعدد مساجد اور تنظیموں کی سرپرستی، ملکی و غیر ملکی تبلیغی و تنظیمی دورے اور دیگر عوامی مسائل کے ہجوم کے باوجود چھ سو بصیرت افروز اور ایمان پرور احادیث کریمہ کے شاندار مجموعہ "ضیاء الحدیث" کی تالیف آپکی مسلک حق سے والہانہ عشق و محبت کا ثبوت ہے۔

زیر نظر کتاب "تصوف و طریقت" آپکی دوسری معرکۃ الاراء اور مستند تصنیف ہے جسکا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا، یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع، ٹھوس، دلائل و براھین سے مزین و مرصع ہے۔ مندرجہ ذیل خصوصیات نے اسکی عظمت میں چار چاند لگادیے ہیں۔

۱۔ یہ کتاب مسلکِ اعلیٰ حضرت کی شاندار ترجمان ہے، مصنف نے اپنے موقف کی تائید میں قرآنی آیات مقدسہ اور احادیث کریمہ کے علاوہ ناقابل تردید عقلی و نقلی شواہد پیش کیے ہیں۔

۲۔ اولیاء امت اور علماء ملت خصوصاً سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ اور تحاریر جو موضوع کتاب سے تعلق رکھتی ہیں، کی شاندار اور عمدہ تلخیص و تسہیل ہے۔

۳۔ تصوف و طریقت کے اہم موضوع کو نہایت آسان، سلیس، شیریں اور دلچسپ پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ کہیں بھی لہجہ میں درشتی اور تلخی نہیں آنے

marfat.com

پائی ہے جو مصنف کے اعلیٰ ظرف کا بین ثبوت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج مذہب اسلام کو غیروں سے زیادہ جاہل اور بے عمل پیروں سے نقصان پہنچ رہا ہے جو تصوف و طریقت کے غلط معانی بتا کر عوام کو شریعت مطہرہ سے دور کر رہے ہیں حالانکہ شریعت پر عمل راہ طریقت کے سالک کے لیے ناگزیر ہے۔ ضرورت تھی ایسی کتاب کی جو طریقت کے حقیقی معانی سے مسلمانوں کو روشناس کرائے۔ قابل صد تحسین و آفرین ہیں علام موصوف کہ آپ نے ضرورت وقت کے مطابق دیگر گوناگوں مصروفیات کے باوجود یہ عظیم کتاب تصنیف کر کے قوم پر بڑا احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے لوگوں کو نفع پہنچائے اور مصنف کو دارین میں اسکا بہترین صلہ عطا فرمائے آمین۔

---

## تصوف و طریقت، جید علماء و مشائخ کی نظر میں

## فاضلِ جلیل حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

استاذ الحدیث والفقہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم فریضہ تزکیہء قلوب ہے، قرآن مجید اسے "ویزکیھم" کے الفاظ سے ذکر کرتا ہے گویا احکام شریعت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے انسان کے دل کو بھی آلائشوں سے پاک کرنے کا فریضہ انجام دیا اور یوں ظاہری و باطنی طہارت کے حصول کے بعد انسان اس قابل ہوا کہ بارگاہ خداوندی میں قرب کی سعادت سے مالا مال ہو۔

اسی قلبی طہارت کو تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے، اولیاء کرام اور بزرگان دین

marfat.com

نے اس ضمن میں بہت کام کیا اور عملی طور پر انسانی زندگی میں انقلاب بپا کیا حتیٰ کہ ڈاکو اور لٹیرے بھی صوفیہ کرام کی ان کاوشوں کی بدولت راہبر و راہنما بن گئے۔ اس وقت صورتحال بہت نازک ہے اور افراط و تفریط کا دور دورہ ہے ایک طرف تصوف جیسی اہم ضرورت اور حقیقت ثابتہ کا انکار کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف بعض عیاش اور مادہ پرست لوگوں نے تصوف کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور وہ ہدایت کی بجائے گمراہی کی شاہراہ پر چل رہے ہیں۔ ان حالات میں افراط و تفریط سے پاک اعتدال پر مبنی لٹریچر کی اشد ضرورت ہے جو نام نہاد صوفیوں کو بھی بے نقاب کرے اور منکرین تصوف کی بددیانتی کے تار و پود بھی بکھیر دے۔

یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ مجاہد اہلسنت پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے نہایت قیمتی اور جامع کتاب "تصوف و طریقت" تحریر فرما کر مسلمانوں کو ایک انمول تحفہ دیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے جہاں تصوف کے حقیقی اور صحیح مفہوم کو واضح کیا وہاں ان مسائل کی نشاندہی بھی فرمائی جو اہلسنت و جماعت اور دیگر فرقوں کے درمیان وجہ نزاع بنے ہوئے ہیں۔ حضرت علامہ نے ثابت کیا کہ اہلسنت وجماعت (بریلوی) انہی عقائد و معمولات کے حامل ہیں جو صدیوں سے چلے آ رہے ہیں اور اب کسی سازش کے تحت انکو بدعت قرار دے کر امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ادارہ افکار اسلامی، اسلام آباد کے منتظمین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ وقتی ضرورت کے تحت اسلامی لٹریچر مسلمانوں کے گھروں تک پہنچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب قبلہ کو عمر دراز اور رحمت کاملہ عطا فرمائے اور ادارہ افکار اسلامی کو مزید فروغ و ترقی عطا فرمائے۔ آمین

marfat.com

## زینت المشائخ دیوان سید آل سیدی پیرزادہ معینی
### سجادہ نشین اجمیر شریف و مرکزی صدر مشائخ اہلسنت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحمت عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ "آپ لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں" یعنی جو دل شیطانی وسوسوں اور نفسانی سیہ کاریوں سے آلودہ ہو چکے ہوں وہ بھی جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر کرم کے فیضان سے مستفیض ہوتے ہیں تو انکے ظاہر و باطن پاک و صاف ہو جاتے ہیں۔

آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان رحمت کا سلسلہ صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور پھر انکے فیض یافتگان اولیائے کاملین کے ذریعے جاری رہا جن میں غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی، عارف ربانی داتا گنج بخش علی ہجویری، قطب المشائخ خواجہ غریب نواز اجمیری، سید الاولیاء بابا فرید گنج شکر اور خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہم الرحمۃ کو معرفت و حقیقت کا جو اعلیٰ مقام نصیب ہوا، اسکی نظیر نہیں ملتی۔

ان نفوس قدسیہ کے روحانی تصرفات اور باطنی فیوظات کے باعث ہر دور میں حق کی شمع فروزاں رہی اور ایسے اہل نظر پیدا ہوتے رہے جو نامساعد حالات کے باوجود باطل کے خلاف برسرپیکار رہے اور شریعت و طریقت کی روشنی میں لوگوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ان پاک ہستیوں میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجاہد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی، اعلیٰ حضرت امام

marfat.com

احمد رضا خاں قادری بریلوی، شیخ التفسیر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، شیخ المشائخ دیوان سید آل رسول اجمیری، محدث اعظم مولانا سردار احمد قادری رضوی اور غزالیء دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہم نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فیض یافتگان، صاحب نظر علماء حق میں سے ایک صاحب علم و فضل ہستی پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی ہے جو تحریر و تقریر دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں۔آپ جید عالم بھی ہیں اور پیر کامل بھی۔آپ کو مفتیء اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ اور مصلح اہلسنت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی قدس سرہ سے نیز قطب مدینہ مولانا ضیاءالدین مدنی قدس سرہ کے جانشیں حضرت مولانا فضل الرحمان قادری مدنی دامت برکاتہم القدسیہ سے بھی تمام سلاسل میں خلافت واجازت حاصل ہے۔

مذہب حق اہلسنت وجماعت کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ شب و روز جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔آپ کا سینہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور اور دل اولیائے کاملین کے فیضان سے پرنور ہے۔آپ کی تصانیف جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اسلامی عقائد، خواتین اور دینی مسائل، ضیاء الحدیث، فلاح دارین کے علاوہ خاص طور پر تصوف وطریقت اس فیضان اولیاء کا منہ بولتا ثبوت ہے۔تصوف کے دقیق موضوع پر پچاس اہم سوالوں کے مدلل اور تحقیقی جوابات تحریر فرما کر آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کا فریضہ احسن طور پر سرانجام دیا ہے۔

marfat.com

کتاب کے مدلل ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے تصوف و طریقت کی تعریف اور اسکے شریعت سے تعلق کے بارے میں ۵ آیات اور ۱۸ احادیث کریمہ کے علاوہ اکابر مفسرین، محدثین اور صوفیہ کرام کے ۳۵ سے زائد اقوال تحریر فرمائے ہیں۔ اس کتاب کے باب ہشتم میں وسیلہ کے جواز پر ۶ آیات اور ۱۱۶ احادیث پیش فرمائی ہیں اور ان احادیث کے حوالوں کے طور پر ۴۰ سے زائد کتب کے نام تحریر کیے ہیں۔ یونہی باب نہم میں محبوبان خدا کو پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کے بارے میں ۹ آیات، ۱۶ احادیث مبارکہ اور ۱۵ مفسرین و محدثین کے علاوہ منکرین کے دو پیشواؤں کے اقوال بھی تحریر فرما کر ثابت کیا ہے کہ محبوبان خدا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے اسی طرح باب چہارم میں مرشد کی بیعت اور اسکی اہمیت کے بارے میں متعدد آیات واحادیث کے علاوہ بزرگان دین کے کئی اقوال بھی پیش فرمائے ہیں۔ آپ کے طرز تحریر کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ آپ جا بجا عقلی دلائل کے ذریعے بھی قارئین کو دعوت حق قبول کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر صفحہ ۶۸ کی ایک عبارت ملاحظہ ہو، آپ لکھتے ہیں،

"مرشد کامل کی بیعت پر ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ بندہ از خود نماز پڑھتا رہے یا کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ اقرار کرے کہ میں پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کروں گا۔ نفسیاتی طور پر اس اقرار کا اثر انسان کے ذہن پر زیادہ ہوتا ہے، اس طرح احساس ذمہ داری بڑھ جاتا ہے مزید یہ کہ انسان کو یہ بھی احساس رہتا ہے کہ مجھ سے میرے پیر و مرشد نماز کے بارے میں پوچھ

marfat.com

سکتے ہیں یا یہ کہ میرے پیر بھائی تو نمازی ہیں اگر میں نماز نہ پڑھوں گا تو شرمندگی ہوگی"۔

آپ دنیا کی مذمت کے حوالے سے صفحہ ۱۴۳ پر رقمطراز ہیں، "دنیا رحمت ہے جب تک اسکی محبت دل سے باہر ہو جیسے سمندر میں کشتی چلے اور پانی کشتی سے باہر رہے تو رحمت ہے ورنہ تباہی و بربادی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو دنیا سے بے رغبت ہو جائے دنیا اسکی طرف دوڑتی ہے۔ آپ دنیا کو سائے کی طرح سمجھ لیجیے کہ اگر آپ سائے کی مخالف سمت چلیں گے تو وہ آپ کے پیچھے آئے گا اور اگر آپ سائے کی طرف دوڑنے لگ جائیں تو ہرگز سائے کو قابو نہ کر پائیں گے اور وہ بہر صورت آپ سے آگے ہی رہے گا"۔

اگرچہ پوری کتاب تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے علم کا خزانہ ہے لیکن کتاب کا گیارھواں باب طریقت و معرفت کے راہ نوردوں کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے جس میں مصنف نے تصوف کے اسرار و رموز بیان کیے ہیں۔ اس باب کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف و طریقت کی فضا میں حضرت شاہ صاحب کی پرواز بہت بلند ہے۔

دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب مدظلہ کی اس پرواز کو مزید رفعت و بلندی نصیب فرمائے، آپکی عمر میں، صحت میں اور درجات میں برکتیں عطا فرمائے۔

عزیزی محمد آصف قادری سلمہ قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کی تصانیف کی طباعت و اشاعت میں نہایت اہتمام فرمایا ہے، باری تعالیٰ انہیں مزید خدمت دین کی توفیق بخشے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین

marfat.com

## استاذالعلماء علامہ مفتی عبدالرزاق بھترالوی

استاذ التفسیر والحدیث والفقہ، جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم - قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ بل تؤثرون الحیوۃ الدنیاو الاخرۃ خیرو ابقیٰ - (سورۃ الاعلیٰ)

" تحقیق اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاکیزہ کیااور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ البتہ تم لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت اس سے کہیں بہتر ہے"۔

انسان اگر اپنی کامیابی چاہتا ہے تو اپنے نفس کو پاک کرے، نفس کو پاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے شرک سے پاک کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دے اور رب تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہرائے اسی طرح کفر و معصیت سے اپنے آپ کو پاک رکھے ۔ تزکیٰ کا ایک معنیٰ بڑھنا بھی ہے اب معنیٰ یہ ہوگا کہ فلاح اسی شخص نے پائی جس نے تقویٰ اور خشیت باری تعالیٰ میں کثرت کی۔

و ذکر اسم ربہ اور اپنے رب کو دل اور زبان سے یاد کیا۔ صرف زبان سے ذکر کامیابی کا ذریعہ نہیں اور نہ ہی یہ مطلوب ہے، قلب غافل سے ذکر کرنے پر فلاح نہ ملے گی۔ فصلیٰ اس نے پانچ نمازیں ادا کیں اور فرائض و نوافل کے ذریعے اپنے آپ کو پاکیزہ کیااور یہ سمجھ لیاکہ نماز دین کا ستون ہے، نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو دنیا کی زندگی کو ترجیح نہ دو، دنیا کی زندگی اور اسکی نعمتوں کو فانی سمجھو، اور اخروی زندگی اور اخروی نعمتوں کو باقی رہنے والا سمجھو۔

marfat.com

بس یہی روح تصوف ہے کہ انسان راہ حق کو سمجھے اور حق و باطل میں فرق کرے پھر حق راہ پر چلے اور باطل سے اجتناب کرے۔

کامیابی کا راز تقوی میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، فضل العالم کفضلی علیٰ ادناکم ثم تلا ھذہ الایة انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء- عالم کو ایسے فضیلت حاصل ہے جیسے مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ شخص پر فضیلت حاصل ہے پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی، انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء- بیشک اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔

حقیقی عالم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اسکے جلال و کبریائی کی معرفت حاصل ہو۔ عابد کی عبادت چونکہ اسکے علم پر غالب ہوتی ہے اسلیے اسے وہ مرتبہ حاصل ہنیں ہو سکتا جو باعمل عالم کو حاصل ہوتا ہے اسلیے کہ عالم کو تقوی حاصل ہوتا ہے جو اسے اللہ کے نزدیک مکرم بنادیتا ہے۔

وحاصلہ ان العلم یورث الخشیة وھی تنبء التقوی وھو موجب الاکرمیة والافضلیة وفیہ اشارة الی ان من لم یکن علمہ کذالک فھو کالجاھل بل ھو الجاھل۔( مرقاۃ ج ا ص ۲۸۲)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم سے خوف حاصل ہوتا ہے اور باری تعالیٰ کا خوف تقوی کا سبب ہے اور تقوی سے اکرمیت اور افضلیت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علم سے جسے تقوی حاصل نہ ہو وہ جاہل کی طرح ہے بلکہ وہ جاہل ہی ہے۔ سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے۔

وہ انسان کبھی فلاح ہنیں پا سکتا جسے یہ علم نہ ہو کہ شریعت، طریقت اور

marfat.com

حقیقت کے مجموعہ کا نام دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور صراط مستقیم ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
ان الناس لکم تبع و ان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرا (مشکوٰۃ کتاب العلم) بیشک لوگ تمہاری تابعداری کریں گے اور بیشک لوگ تمہارے پاس مختلف علاقوں سے آئیں گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم انہیں بھلائی کی نصیحت کرنا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی علماء صحابہ کرام کو تھا کہ بیشک لوگ تمہارے افعال و اقوال کی پیروی کریں گے کیونکہ تم نے مجھ سے مکارم اخلاق کو حاصل کیا ہے۔
فان الشریعۃ اقوالی و الطریقۃ افعالی و الحقیقۃ احوالی (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۸۲) بیشک شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں۔
اب مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ شریعت و طریقت میں فرق کرنا جہالت ہے اور شریعت، طریقت، حقیقت میں سے کسی ایک سے برگشتہ ہونا دین سے بغاوت اور حضور علیہ السلام کے اقوال، افعال یا احوال کو چھوڑنے کے مترادف ہے۔
تقوی میں بلند مقام حاصل کرنے کے لیے اخلاص کا اعلیٰ معیار پانا بہت ضروری ہے۔ محدث علی قاری فرماتے ہیں، اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اعمال صرف رب تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہوں، دنیاوی اغراض پانے کے لیے نہ ہوں اور نہ ہی اخروی نعمتوں کے حصول کے لیے ہوں کہ مجھے جنت کی نعمتیں اور لذتیں حاصل ہونگی۔ یہ اعلیٰ قسم کا اخلاص اللہ تعالیٰ کے

marfat.com

خاص بندوں اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے دوسری قسم اخلاص کی یہ ہے جو عوام کو حاصل ہے کہ انسان کے عمل میں دنیاوی اغراض مدنظر نہ ہوں، ریاکاری اور اپنا چرچا کرنا مقصود نہ ہو۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اللہ کے غیروں کے لیے عمل کرنا شرک ہے اور غیر خدا کے لیے عمل کو چھوڑنا ریا ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں طریقوں سے نجات دے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۸۹)

کامیابی مسلمانوں کی دعا سے برکت حاصل کرنے میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، ولزوم جماعتہم فان دعوتہم تحیط من ورائہم (وہ اعمال جن میں خیانت نہیں کی جاسکے گی، ان میں سے ایک یہ ہے کہ) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہے کہ انکی دعا انکے پیچھے احاطہ کرے گی۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی دعا شیطان کے مکر اور گمراہ ہونے سے انکی حفاظت کرے گی۔

وفیہ تنبیہ علی ان من خرج من جماعتہم لم نیل برکتہم و برکۃ دعائہم (ایضاً) اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے نکل گیا وہ انکی برکت کو نہیں پائے گا اور نہ ہی انکی دعا کی برکت کو پائے گا۔

ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں۔ جب تک ظاہر کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک باطنی علم کا حصول ممکن نہیں، جس طرح باطنی اصلاح کے بغیر ظاہری علوم کا حصول ناممکن ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

من تفقه و لم يتصوف فقد فسق و من تصوف و لم يتفقه فقد تزندق و من جمع بينهما فقد تحقق - جس نے علوم کو حاصل کیا لیکن اعمال صالحہ سے اپنے

marfat.com

سینے کو صاف نہ کیا، مقام تصوف حاصل نہ کیا وہ درجہ فسق میں ہے، جس نے تصوف حاصل کیا یعنی عابد ہوا لیکن عالم نہ ہوا وہ زندیقیت کے خطرہ میں ہے، جس نے علوم دینیہ اور تصوف حاصل کیا وہی حق راہ کو پانے والا ہوا۔ (ایضاً)

نفس ظلمانی اور روح نورانی کی کشمکش رہتی ہے وہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ "انسان کو ایک نورانی روح حاصل ہے جس کا تعلق عالم ملکوت سے ہے اور ایک نفس ظلمانی بھی حاصل ہے جس کا تعلق تاریک اوصاف یعنی برائیوں سے ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے خلاف کوشاں رہتے ہیں، ہر ایک چاہتا ہے کہ میں اسے اپنے عالم میں لے جاؤں یعنی روح عالم ملکوت میں اور نفس عالم ناسوت میں لے جانا چاہتا ہے۔ انبیاء کرام کے مبعوث کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ نفوس کو تاریک اوصاف سے پاک کر کے ارواح کی نورانیت سے منور کر دیں۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۱۵)

یعنی نفس کو ظلمات سے پاک کر کے انوار ارواح کے تجلیات سے منور کرنے میں ہی انسان کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، جب انسان نفس کی ظلمات سے پاک ہو جاتا ہے تو اس دار فانی سے رخصت ہونے کے بعد اسے حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کے مصائب دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فسلم علیه الاعرفه و رد علیه السلام و عرفه۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۱۶)

جب بھی کوئی شخص مومن کی قبر سے گذرتا ہے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا تو جب یہ اسے سلام کہتا ہے تو وہ اسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باهل القبور۔ جب تم اپنے معاملات میں

marfat.com

حیران و پریشان ہو تو قبر والوں سے امداد طلب کرو۔

انسان نیک لوگوں کی مجالس میں بیٹھنے سے اور انکی رہنمائی اور توجہ و برکت سے آسانی سے سلوک کی منازل طے کر کے وہ اعلیٰ مدارج پا لیتا ہے جو خود نہیں حاصل کر سکتا۔ ان مسائل کو سمجھانے کے لیے بزرگان دین، علمائے ربانیین اور مشائخ کرام نے تقاریر و تصانیف سے کام لیا اور آج تک مشائخ عظام اس پر عمل پیرا ہیں۔

زیر نظر کتاب "تصوف و طریقت" کے مصنف پیر طریقت، رہبر شریعت، عالم شریعت، واقف رموز طریقت، عارف حقیقت، واقف اسرار حقیقت، مبلغ اسلام، مفکر اسلام، داعیء حق، متکلم حق، عالم حق، عامل علی الحق، واصل الی الحق، مرد مومن مرد حق پیر السید شاہ تراب الحق مدظلہ العالی ہیں۔ تصوف میں اسی تصنیف کو معیاری کہا جا سکتا ہے جس کا مصنف اسرار معرفت و حقیقت سے آگہی رکھنے کے ساتھ ساتھ عالم با عمل بھی ہو۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی علم و عمل میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں، آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے یہ کتاب تصنیف کر کے احسان عظیم فرمایا ہے اور موجودہ دور کی ایک اہم دینی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

آپ نے نہایت آسان انداز میں تصوف کے مسائل مستند کتب کے حوالوں سے تحریر فرمائے ہیں جن سے ہر خاص و عام فائدہ حاصل کر کے اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تزکیہء نفس کے لیے اس کتاب سے راہنمائی حاصل کی جائے۔ اللہ تعالیٰ مصنف مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنے اور اسکے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

marfat.com

## شہباز طریقت پیر سید کبیر علی شاہ گیلانی
## سجادہ نشین دربار مجددیہ حیدریہ چورہ شریف ضلع اٹک

کتاب "تصوف و طریقت" میں تصوف کے اہم موضوع کے حوالے سے بیش قدر خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں فکر انسانی کو جس اضطراب، بے کیفی، بے چینی، بے سکونی اور انتشار کا سامنا ہے اسمیں اگر کوئی شے امت مسلمہ کے لیے تریاق کا درجہ یا حکم رکھتی ہے تو وہ ان صوفیائے کرام کے خیالات و افکار کا مطالعہ اور ان سے استفادہ ہے جن کی سعیٔ جمیلہ اور کاوشوں کا نتیجہ برصغیر میں ایک مستحکم مسلم امت کی صورت میں سامنے آیا۔

تصوف کا ماخذ صوف بمعنی بوریا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسکی بنیاد سادگی، بے غرضی، انکسار اور بے نفسی کی خصوصیات سے عبارت ہے۔ جہاں ایک طرف یہ لوگوں کو اسلام کے خارجی پہلو سے جو عبادات پر محیط ہے روشناس کراتا ہے وہیں اسکے داخلی پہلو یعنی طریقت سے بھی آگاہ کراتا ہے۔

تصوف، شریعت سے الگ کوئی چیز ہنیں بلکہ شریعت کو برتاؤ میں لانے کا نام ہے، اور یہ تزکیہ نفس کے حوالے سے انسان کی روحانی سعادت اور نجات کو اسکے پیش نظر رکھتا ہے۔ شریعت اور طریقت کے بعد کا مرحلہ حقیقت کا ہے۔

شریعت اور طریقت کی روشنی میں جو کچھ نظر آتا، محسوس ہوتا یا ادراک میں آتا ہے وہ حقیقت ہے۔ یہ مقام تصوف ہی کو حاصل ہے کہ یہ شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

مصنف پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب تصوف کے حوالے سے ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں جو کسی تعارف کی ہرگز محتاج ہنیں۔

marfat.com

زیر مطالعہ مذکورہ کتاب میں انہوں نے جس احسن طریقہ سے تصوف کی اہمیت اور افادیت واضح کرنے کی انتہائی صائب کوشش کی ہے وہ قابل صد تحسین ہے۔ نفسا نفسی کے اس دور میں جب بالعموم اس قسم کی تحریروں کی بے پناہ کمی محسوس ہوتی ہے، اس خاص حوالے سے مصنف کی یہ کاوش قابل مبارکباد ہے۔ مصنف خود بھی خانوادہ سادات سے تعلق رکھتے ہیں نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی سطح پر بھی مختلف اوقات میں انکی دینی خدمات کا اعتراف کیا جاتا رہا ہے۔

ان کی اس نادر تصنیف کے حوالے سے میں ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ تصنیف تصوف سے محبت رکھنے والے لوگوں کے لیے ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہوگا۔ کتاب کی ایک اور خصوصیت بڑی اہم ہے اور وہ اسکا ابلاغ ہے۔ اس ابلاغ میں اسکی زبان اور طرز بیان اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزمرہ کی سلیس زبان ایک طرف تو طرز بیان کو بوجھل ہونے سے بچاتی ہے تو دوسری طرف اس کے مفاہیم کو خود بخود ذہن نشین کراتی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے قاری کا دل چاہتا ہے کہ ایک بار کتاب شروع کی جائے تو پھر آخر تک پڑھنے کے بعد ہی چھوڑی جائے۔

مقصدیت کو ایک اور اہم خصوصیت قرار دیا جا سکتا ہے۔ واضح طور پر ہر تصنیف اپنے قاری کے لیے ایک لائحہ عمل تجویز کرتی ہے، اس لائحہ عمل کی خوبیاں اس کے سامنے واضح کرتی اور اسکے ثمرات کو دیکھتے ہوئے اس کو اپنانے کی طرف مائل کرتی ہے۔ عصر حاضر میں بہ نظر غائر دیکھا جائے تو عمومی طور پر تصانیف اس وصف سے خالی نظر آتی ہیں اور مصنف یوں محسوس ہوتا ہے کہ محض اپنی ذات کے گرد فکر کی پرکار سے بے فائدہ دائرے کھینچتا رہتا ہے

marfat.com

اور اس کار بیکار میں مصروف مصنف یہ بالکل نہیں سوچتا کہ آخر اسکی تصنیف سے دوسرے لوگوں کو فائدہ میسر بھی آئے گا یا نہیں۔ اس اعتبار سے علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب قابل صد تبریک ہیں کہ جہاں انہوں نے اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات سے قاری کو محظوظ کیا ہے وہیں خود قاری کو بھی ایسی راہ دکھائی جو خود اسکی فکری ارتقاء کی بنیاد بن سکتی ہے۔ استدلالیت اور منطقیت کے حوالے سے بھی بعض باتیں گوش گزار ہیں۔ تصوف کے حوالے سے جو کتابیں بالعموم سامنے آتی ہیں وہ ذہنی گرہیں سلجھانے کی بجائے عصر حاضر کے دماغ کو مزید الجھا دیتی ہیں۔ سیٹلائیٹ، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے اس دور میں پرورش پانے والوں کو محض ایسی فکری کاوش ہی متاثر کر سکتی ہے جس کی بنیادیں منطقیت پر استوار ہوں اور جن میں بیان کردہ باتوں کو استدلالیت کی کسوٹی پر پرکھا جا چکا ہو۔ صاحب تصنیف قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس اہم پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اس انداز میں کتاب ترتیب دی کہ جہاں یہ کتاب صاحب دل لوگوں کے لیے دل کشا قرار پاتی ہے وہیں صاحبان فکر و عقل کے لیے بھی پیچیدگیوں کی عقدہ کشائی کا سبب قرار پاتی ہے۔

میری دعا اور قلبی خواہش ہے کہ مصنف کا یہ سلسلۂ تحقیق و تالیف جاری وساری رہے اور جس طرح اس کتاب کی صورت میں انہوں نے ایک صدقہ جاریہ معاشرے کے لیے فراہم کیا ہے وہ مزید تحقیقی و تدقیقی کاوشوں سے عوام الناس کے لیے فکر کی اور راہیں بھی روشن کریں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھے مصنف کی تحلیل نفسی کرنے کا موقع ملا اور مجھے اس امر پر بڑی مسرت ہے کہ جو لمحات اس کاوش اور سوچ بچار میں گزرے وہ رائیگاں ہونے کی بجائے سرمایۂ کثیر ثابت ہوئے۔

marfat.com

## ڈاکٹر ایس ایم زمان
### چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان

جناب شاہ تراب الحق قادری صاحب کی ایک اور عالمانہ تصنیف معنون بہ " تصوف و طریقت " ادارہ افکار اسلامی کی طرف سے حسن طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے جس میں تصوف اور مسائل سلوک کا اجمالی مگر خاصا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ سوال و جواب کے منہج نے بتدی کے لیے تصوف کی حقیقت اور اسکے رموز کا ادراک خاصا آسان کر دیا ہے۔ اس مسلمہ حقیقت سے انحراف تو ممکن نہیں کہ منازل سلوک سلامت روی کے ساتھ طے کرنے کے لیے شیخ و مرشد طریقت کی راہنمائی قریب قریب ناگزیر ہے مگر قاری اور کتاب کے واسطے سے تصوف کی اہم بنیادوں کے بارے میں ضروری معلومات بہم پہنچانے کی مساعی میں ۲۴۰ صفحات پر مشتمل اس نسبتاً مختصر کتاب کو ایک قابل تحسین کوشش قرار دیا جانا چاہیے۔ کتاب کا ابتدائیہ جناب محمد آصف قادری کے پیش لفظ، جناب محمد افضل کوٹلوی کے مقدمہ اور علامہ محمد نورالحسن نوری کی تقریظ پر مشتمل ہے۔ پیش لفظ کی خاص چیز سلسلہ عالیہ قادریہ کا شجرہ ہے جو سید و سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات ستودہ صفات سے شروع ہو کر ۳۸ ویں نمبر پر مصنف کے شیخ تک پہنچتا ہے۔ اسکی ایک اور مفید خصوصیت یہ ہے کہ ہر اسم گرامی کے ساتھ مقام و تاریخ وصال کا اندراج بھی کر دیا گیا ہے۔

کتاب ادارہ افکار اسلامی کی طرف سے موصولہ پچاس سوالات اور انکے جوابات پر مشتمل ہے۔ پہلا سوال قرآن و حدیث اور صوفیہ کرام کے ارشادات کی

marfat.com

روشنی میں طریقت یا تصوف کی تعریف سے متعلق ہے جبکہ آخری سوال حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت اور آپکی تعلیمات کے بارے میں ہے ان دو سوالوں سے ہی مضامین کی نوعیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اصطلاحات تصوف مثلاً تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب، اولیاء اللہ اور انکے مدارج، کرامت اور معجزہ میں فرق، مرشد کی ضرورت، بیعت کی شرعی حیثیت، مرشد و مرید کے آداب، مجاہدہ اور ایسے ہی دوسرے اہم مباحث کا سادہ اور دلنشیں بیان کتاب کی اصل افادیت ہے۔ جوابات میں قرآن و حدیث کے علاوہ تصوف کی امہات الکتب سے استناد کیا گیا ہے۔ مؤخر الذکر میں کتاب اللمع، کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، کیمیائے سعادت، تفسیر مظہری، نفحات الانس، فوائد الفواد، الفتح الربانی، احیاء علوم الدین جیسے مسلم و مستند مصادر شامل ہیں۔ اسلوب سادگی کے ساتھ عالمانہ و محققانہ ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال کے اشعار سے استشہاد نے جوابات میں مزید دلکشی پیدا کر دی ہے۔ معتبر حکایات و نوادر کا جابجا ذکر بھی دلچسپی میں اضافہ کا باعث ہوا ہے۔ قرآن کریم کی آیات کا اردو ترجمہ ہر جگہ "کنزالایمان" سے منقول ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب سلسلہ تصوف کے متعلقین کے لیے ہی نہیں بلکہ اس زندہ تحریک کے ہر طالب علم کے لیے ایک مفید اور بیش قیمت مطالعہ کی حیثیت رکھتی ہے جو دور حاضر میں دنیا کے ہر گوشے میں اسلام اور مسلمانوں میں دلچسپی رکھنے والے ہر صاحب فکر کی توجہ کا مرکزی موضوع ہے۔ میں دعاگو ہوں کہ رب کریم فاضل مصنف کی اس علمی، دینی اور روحانی خدمت کو شرف قبولیت عطا فرما کر دنیا و آخرت میں انکے لیے فلاح اور رفعت مدارج کا ذریعہ بنائے۔

marfat.com

## استاذ العلماء علامہ مولانا محمد یعقوب ہزاروی

استاذ الحدیث والفقہ، صدر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم

علماء کرام نے تصوف میں بہت کچھ لکھا ہے اور کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کی تصنیف احیاء العلوم اس فن کی مفید ترین کتب میں سے ہے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبولیت تامہ حاصل ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور کمال توجہ سے سن رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ یہ کونسی کتاب ہے؟ کہا گیا، امام غزالی کی احیاء العلوم۔ (شمائم امدادیہ)
یونہی کشف المحجوب تصوف میں ایسا شاہکار ہے کہ اس کی بدولت برصغیر پاک وہند میں صحیح اسلامی تصوف نے فروغ پایا۔ اس موضوع پر یہ اسقدر بلند پایہ کتاب ہے کہ تعریف وتوصیف سے مستغنی ہے۔ اس کے بارے میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کا ارشاد ہے، اگر کسی کا پیر نہ ہو تو ایسا شخص جب اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو اسکو پیر کامل مل جائے گا، میں نے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کیا ہے۔

در حقیقت تصوف انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم السلام کی صفات عالیہ کا مجموعہ ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تصوف آٹھ چیزوں پر مشتمل ہے۔ سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، گدڑی، سیاحت اور فقر۔ یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کی اقتداء میں ہیں۔ سخاوت حضرت خلیل علیہ السلام سے کیونکہ آپ نے اپنے فرزند کو فدا کیا اور رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کیونکہ بوقت ذبح آپ نے اپنی رضا سے اپنی جان عزیز کو بارگاہ خداوندی میں

marfat.com

پیش کر دیا۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ آپ نے بے حد و غایت مصائب پر صبر فرمایا اور اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا، آپ نے تین دن لوگوں سے اشارے کے سوا کلام نہ فرمایا۔ غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن میں مسافروں کی مانند رہتے اور سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ نے تنہا زندگی گذاری اور بجز ایک پیالہ و کنگھی کے کچھ پاس نہ رکھا، جب انہوں نے دیکھا کہ کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیا ہے تو انہوں نے پیالہ بھی ترک فرما دیا اور جب کسی کو انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کرتے دیکھا تو کنگھی بھی چھوڑ دی۔ گدڑی یعنی صوف کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ انہوں نے پشمینی کپڑے پہنے اور فقر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جنہیں روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عنایت فرما دی گئی تھیں لیکن آپ نے بارگاہ الٰہیٰ میں عرض کیا، میری خواہش یہ ہے کہ میں ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔

آج کل سلیس اردو میں ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو تصوف کے مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ پر مشتمل ہو تاکہ عوام اہلسنت صحیح مسائل پائیں اور جعلی متصوفین کی اغلاط و گمراہی سے محفوظ رہیں۔ میں نے مکرمی پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی زید مجدہم کی کتاب تصوف و طریقت کا بعض مقامات سے مطالعہ کیا اور کتاب مذکور کو اوصاف مذکورہ سے متصف پایا۔ موصوف کا قلم اس قدر محتاط ہے کہ شریعت و طریقت کے آداب سے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی منحرف نہیں ہوتا۔ حضرت ممدوح نے مسائل طریقت کو نہایت موثر طریقے پر روشناس کرایا ہے۔ فجزاہ لمولیٰ تعالیٰ عنا و عن سائر المسلمین بحق طٰہٰ یٰس آمین یارب العلمین

marfat.com

## استاذ العلماء مولانا حافظ محمد فضل الدین نقشبندی

### استاذ الحدیث والفقہ، جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

مخدوم الاولیاء سلطان الاصفیاء حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے، العلم ثلثۃ علم من اللہ و علم مع اللہ و علم باللہ - علم باللہ انبیاء و اولیاء کو حاصل ہوتا ہے جس سے انکو عرفان الہٰی حاصل ہوتا ہے، علم مع اللہ سے مدارج ولایت، طریق حق وہدایت عنایت خداوندی سے حاصل ہوتا ہے اور علم من اللہ شریعت حقہ ہے جس کے ذریعہ ہم مکلف بالاحکام بنائے گئے اور وہ فرمان حق ہے جو بذریعہ انبیاء کرام علیہم السلام ہم تک پہنچا۔

حضرت بو علی سقفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، العلم حیوۃ القلب من الجهل و نور العیون من الظلمۃ - علم جہالت کی موت سے دل کی زندگی ہے اور چشم یقین کا نور ہے - چنانچہ خلاصہ یہ ہے کہ علم عرفان کے بغیر دل ظلمت جہالت سے مردہ ہوتا ہے اور علم شریعت کے بغیر دل نادانی کے مرض میں مبتلا رہتا ہے - کافر کا دل مردہ ہے اس لیے عرفان الہٰی کی دولت سے محروم رہتا ہے اور شریعت سے غافل کا دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے بے خبر رہتا ہے - (ملخص من کشف المحجوب)

معلوم ہوا کہ علم شریعت کے ساتھ راہ طریقت جاننا ضروری ہے اور طریقت کو پانے کے لیے شریعت مصطفیٰ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء سے باخبر ہونا از حد لازم ہے - مخدوم اہلسنت پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری جیلانی دامت برکاتہم العالیہ کو پروردگار عالم عزوجل نے علم شریعت اور علم طریقت دونوں سے بخوبی نوازا ہے - یہی وجہ ہے آپ کی زیر نظر تصنیف

marfat.com

"تصوف و طریقت" دونوں علوم کا حسین مرقع ہے اور تشنگانِ علم شریعت و طریقت کے لیے آب حیات ہے۔

مزید براں قبلہ شاہ صاحب کی قادر الکلامی اور ادبی ذوق نے آپ کی تصنیف کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ آپ نے سلف صالحین کی کتب سے خوب استفادہ فرماتے ہوئے ایسا مواد مہیا فرما دیا ہے جس سے قاری کا دل مدارج سلوک طے کرتا مقصودِ اصلی کی طرف رواں دواں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل و علیٰ آپ کی اس کاوش کو مشہور عالم بنائے اور خلق کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء بتوسل حبیبہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

## ادیبِ شہیر پروفیسر زاہد عظیم زاہد
## ایم اے اردو، ایم اے سیاسیات، لارنس کالج مری

انسانی زندگی تضادات سے بھری ہوئی ہے۔ ہر کام، جذبے، احساس اور تصور کی ضد موجود ہے اور اس پوری کائنات میں ان اضداد نے ہر چیز کو ایک حصار میں قید کر رکھا ہے۔ حادثے اور سانحے کو زحمت اور عزت و عظمت انعام و اکرام اور خوشی کو رحمت سمجھا جاتا ہے۔ عام انسان اسی سوچ کی وجہ سے پوری زندگی خوشی کے حصول اور غم سے نجات پانے کے طور طریقے ایجاد کرنے اور اپنانے میں مصروف رہتا ہے۔ یہ مصروفیت ہر غمگین شخص کو خوش رہنے والے کے خلاف برسرپیکار رکھتی ہے اس طرح پوری انسانیت دو دھڑوں میں بٹ کر رحمت اور زحمت کی جنگ میں شریک ہو جاتی ہے۔

غمگین شخص کانٹوں سے اٹے صحرا میں ننگے پاؤں چلتا ہے، تپتی ریت اور لو سے اسکی روح سلگتی رہتی ہے، دھویں اور گرد کی دبیز چادر اسکے تنفس کو عذاب بنا

marfat.com

دیتی ہے، پیاسے پپڑی جمے ہونٹ سوکھ کر لکڑی ہو جاتے ہیں اور سراب کے دریا اس پر قہقہے لگاتے ہیں کہ وہ انکے حصول کے لیے جتنا انکی طرف دوڑتا ہے وہ اتنا ہی دور ہوتے جاتے ہیں۔ امید کے کھنڈرات میں اسے چیخیں سنائی دیتی ہیں اور جب وہ بجھتی آنکھوں اور رکتی سانسوں کے ساتھ لڑکھڑاتا ہوا ناکامیوں کے اندھیروں میں جا گرتا ہے تو اسکے سر پر منڈلانے والے بھوکے گدھ اسکے پاس آ بیٹھتے ہیں۔

جسے خوشی میسر ہو اسے یوں لگتا ہے جیسے اسکے آس پاس پھول ہی پھول کھل گئے ہیں، اسکی روح میں کلیاں چٹکتی ہیں، دن بھر دھنک اسکے گرد لپٹی رہتی ہے اور روشنیاں اسکا طواف کرتی ہیں۔ خوشبو سے لبریز ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں، کہیں وہ جھرنوں کا ترنم سنتا ہے تو کہیں جھیل کے سکوت سے مسحور ہوتا ہے، کہیں طیور اسکے لیے نغمہ سنج ہوتے ہیں اور کہیں تتلیاں اسکے گرد منڈلاتی ہیں۔ راتیں اسکے لیے میٹھی لوریاں لے کر آتی ہیں، جھولی ستاروں سے بھری رہتی ہے اور چاندنی کی ردا اوڑھے وہ جگنوؤں سے اس دیس کی کہانیاں سنتا ہے جہاں سرور کی گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں اور رنگین چڑیاں چہچہاتی ہر وقت فضا میں رقصاں رہتی ہیں۔

جب میں نے پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ کی کتاب تصوف و طریقت پڑھی تو خوشی اور غم کے مذکورہ بالا تصورات ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوگئے۔ یوں لگا جیسے خوشی کی صورت میں غم والے حالات اور غمی میں خوشی والی کیفیات ہونی چاہئیں کہ یہ تصوف کی تعلیم ہے پھر یوں لگا جیسے کوئی تصور کوئی احساس باقی نہیں رہا۔ بہت دیر تک میں اپنے ذہن کے کونوں کھدروں میں وہ تمام تضادات ڈھونڈتا رہا جو میری بلکہ ہر

marfat.com

انسان کی زندگی میں ہوتے ہیں لیکن وہاں تو نقشہ ہی اور تھا۔
تصوف اور طریقت کے چھاج چھلنی نے میرے تمام اعتقادات اور تصورات کو چھان پھٹک کر صرف ایک عقیدہ اور ایک تصور ہی باقی رہنے دیا باقی سب کچھ کوڑے کے ڈھیر کی نذر ہو گیا۔ اپنی اصل منزل تک پہنچنے کے لیے میں نے جو بہت سی پگڈنڈیاں اپنے سامنے بکھار کھی تھیں سب نظروں سے اوجھل ہو گئیں اور ایک واضح راستہ مل گیا۔ تصوف میں اسلام کی شرح بھی نظر آنے لگی اور تلخیص بھی۔ جب ایک موضوع اتنا جامع بھی ہو اور مختصر بھی تو جنگل میں بھٹکتے ہوئے راہی کے ہاتھ میں قطب نما بھی آجاتا ہے اور نقشہ بھی، مجھے میرے بہت سے سوالوں کا جواب مل گیا۔
درحقیقت جب انسان کا ہر فعل اور عمل صرف اللہ ہی کی رضا کے لیے ہو جائے تو وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے، اسکا غم خوشی کے قالب میں ڈھل جاتا ہے اور اسکی خوشی عشق کی سرمستی میں ڈوب کر اسے غم والی کیفیات سے دوچار کر دیتی ہے۔ بلھے شاہ کے بقول؛

جس تن لاگے سو تن جانے دوجا نہ کوئی جانے
عشق اساں نال کیہی کیتی لوک مریندے طعنے
ہجر تیرے نے جھلی کر کے کملی نام سدایا
صمٌ بکمٌ عمیٌ ہو کے اپنا وقت لنگھایا

یعنی جس کو عشق کا روگ لگ جائے اسی کو اسکی تکلیف ہوتی ہے دوسرے تو یہ درد محسوس نہیں کر سکتے صرف چھیڑتے اور تنگ کرتے ہیں اور عاشق لوگ محبوب سے ملنے کی آس لگائے پاگل اور سودائی بنے گونگے، بہرے بن کر پڑے رہتے ہیں کہ کسی کو کیا بتائیں اور وہ جیسے تیسے اپنا وقت گزارتے ہیں۔
ہر حال میں شکر کا کلمہ زبان پر آنے لگے تو غمگین شخص جو لڑکھڑاتا ہوا ناکامیوں

marfat.com

کے اندھیروں میں جا گرا تھا، اپنے اندر ایک نئی توانائی محسوس کرتا ہے، رحمت کی گھٹائیں گھر آتی ہیں، اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، آس پاس کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ بہار کے جھونکے تازگی بخشتے ہیں تو شکر کا کلمہ اسکی زبان سے مزید شدت اور وارفتگی سے ادا ہونے لگتا ہے پھر دھنک اسکے گرد لپٹنے لگتی ہے اور روشنیاں اسکا طواف کرنے لگتی ہیں۔ تصوف سے انسان صرف اور صرف اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے، مسلسل اصلاح اور بہتری کے راستے پر گامزن رہتا ہے جس حال میں بھی ہو اللہ کی محبت میں ڈوب کر صراط مستقیم کا راہی ٹھہرتا ہے پھر زندگی کے تضادات ختم ہو جاتے ہیں، غم خوشی، دکھ سکھ کچھ باقی نہیں رہتا۔

"تصوف و طریقت" کے مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت بھی کھلی کہ ہر جسم اور جذبہ اصل میں ایک دوسرے سے جڑا ملا ہوا ہے اور پوری کائنات کے تمام اجسام ایک ہی رشتے میں پروئے گئے ہیں اور سب کی حقیقت صرف اور صرف اللہ ہی کے حوالے سے دیکھی اور پرکھی جا سکتی ہے۔ اس طرح نہ صرف خالق اور مخلوق کا تعلق مضبوط ہوتا ہے بلکہ مخلوق اور مخلوق کا تعلق بھی پائیدار ہو جاتا ہے اور پھر ہر کام اسی ایک ذات کی رضا اور خوشنودی کے لیے کیا جاتا ہے پھر واقعی دوسرے کی تکلیف پر دل دکھتا ہے اور کسی کام کی خاطر ثواب حاصل کرنے کا جذبہ کہیں روپوش ہو جاتا ہے پھر اطاعت کا اپنا ہی سرور آنے لگتا ہے اور بہشت کہیں غائب ہو جاتی ہے۔

جناب شاہ صاحب مدفیضہ نے تصوف و طریقت کے باب اول میں ہی تصوف کے اسرار و رموز اتنی آسانی سے واضح کر دیے ہیں کہ مجھ سا عام مسلمان بھی اس مشکل موضوع کو سمجھ جاتا ہے۔ اس موضوع کو مشکل میں نے اس لیے لکھا کہ یہ کتاب پڑھنے سے پہلے میں نے اپنے عمومی مطالعہ میں جب بھی تصوف

marfat.com

کو جاننے یا سمجھنے کا ارادہ کیا تو عام طور پر خود کو ایک مشکل صورتحال سے دوچار پایا۔ بہت سے لکھنے والوں نے تصوف کو کبھی بدھ مت سے مشتق قرار دیا تو کبھی عیسائیت اور رہبانیت سے۔ بعض اوقات تو مجھے اس ضمن میں ہندو جوگی دخل دیتے نظر آئے تو میں نے اس موضوع کو پڑھنا ہی چھوڑ دیا کیونکہ بہت سے مولوی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے قاری کے خیالات کو منتشر کرنے کا موجب بنتے ہیں اور ایک عام مسلمان ان نیم ملاؤں کی تحریری بھول بھلیوں میں گم ہو کر اپنے ایمان کی سلامتی کی دعائیں مانگتا رہ جاتا ہے۔ بقول حفیظ

رہزنوں سے تو بھاگ نکلا تھا          اب مجھے راہبروں نے گھیرا ہے

جب میں "تصوف و طریقت" پڑھ چکا تو اپنے خیالات کی مزید آبیاری کے لیے صوفیہ کرام کی تخلیقات اور تعلیمات کی طرف رجوع کیا جن کو میں پہلے پوری طرح نہ سمجھ پایا تھا۔ جب میں نے دوبارہ انکا مطالعہ شروع کیا تو راستہ آسان نظر آنے لگا، اس بار مجھے کوئی مشکل درپیش نہ تھی۔ جس بات نے مجھے سب سے زیادہ مسحور کیا وہ یہ تھی کہ تمام صوفیہ کرام کا کلام اس کتاب "تصوف و طریقت" کے حق میں دلیل بنتا چلا گیا۔ تصوف کے تمام ارکان جن کا حضرت شاہ صاحب قبلہ نے پہلے ہی باب میں تذکرہ فرمایا ہے ان کا ذکر تمام صوفیہ کے کلام میں بکھرا اور بھرا پڑا ہے۔

تصوف میں تزکیہ نفس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں صفحہ ۱۶ اور صفحہ ۲۰ پر اس موضوع پر بحث کی گئی ہے اور اسے جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ اسی تصور کو حضرت سلطان باہو نے یوں پیش کیا،

دل بازار تے منہ دروازہ سینہ شہر ڈسیندا ہو
روح سوداگر نفس ہے راہزن حق دا راہ مریندا ہو
جاں توڑی ایہہ نفس نہ ماریں تاں ایہہ وقت کھڑیندا ہو

marfat.com

کر دا ضائع ویلا باہو جاں نوں تاک مریندا ہو

یعنی اگر انسان اپنے اندر بسنے والے شہر کو خوبصورت اور بارونق دیکھنا چاہتا ہے تو اسے اپنے نفس جیسے لٹیرے کو مارنا پڑے گا ورنہ اس کے اس پرامن شہر میں لوٹ مار اور بدامنی جاری رہے گی۔ گویا نفس کی تطہیر اور تزکیہ ہی انسان کی یکسوئی اور کامیابی کی دلیل ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر نے صرف دو اشعار میں مجاہدہ اور تزکیہ نفس کے متعلق جامع درس دیا ہے آپ فرماتے ہیں،

فریدا تھیئو پواہی دبھ     جے سائیں لوڑے سبھ

اک چھجیں بیا لتاڑی اینہ     تاں سائیں دے درواڑی اینہ

یعنی اے فرید راہ کی گھاس کی طرح ہو جا اگر تجھے اپنے مالک کی ضرورت ہے۔ جب یہ گھاس بار بار پاؤں تلے روندے جانے سے ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے تو پھر اپنے مالک کے دروازے سے گزرنے کے قابل ہوتی ہے یعنی جوتوں سے لگ کر مالک کے گھر جاتی ہے۔

مرشد کے وسیلہ کے حوالے سے شاہ حسین فرماتے ہیں،

سجن دے ہتھ ڈور اساڈی کیونکر آکھاں چھڈ وے اڑیا

رات اندھیری، بدل کنیاں، باجھ وکیلاں مشکل بنیاں

ڈاہڈے کیتا سڈ وے اڑیا

یعنی ہمارے دوست کو ہمارے ہر کام کا اختیار ہے جس میں ہماری مرضی شامل ہے کیونکہ آئندہ کا سفر تو گویا اندھیری رات میں بادلوں اور بارشوں سے مقابلے میں گزرے گا لہذا مرشد کے بغیر بہت مشکل درپیش ہوگی۔ اسی مضمون کو حضرت شاہ صاحب قبلہ نے باب چہارم میں مفصل بیان فرمایا ہے اور صفحہ ۶۲ پر مولانا روم کا فرمان بھی اسی بات کو آگے بڑھاتا ہے۔

marfat.com

اب اس تمام گفتگو کو سمیٹا جائے تو جو بات سامنے آتی ہے وہ نکتے کی ہے۔

۱۔ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب ہی جہاد اکبر ہے اور تجلیات الہیٰ کا جلوہ بھی اسی سے ممکن ہے اور یہ سب توحید اور توبہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ (ص ۲۱، ۲۲)

خط کشیدہ الفاظ سے جو حرف سامنے آیا وہ ہے "ت"۔

۲۔ صوفیہ عظام اور اولیائے کرام کے ہاں صبر کا درس بہت اہم ہے، حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صبر ہی کی تلقین کی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک صفا کا مقام حاصل کر کے انسان صفات ربانی کا مظہر ہو جاتا ہے۔ (ص ۲۴)

خط کشیدہ الفاظ سے ایک اور حرف سامنے آیا، "ص"۔

۳۔(ا) سورہ کہف کے حوالے سے وحی خفی کا نزول ثابت ہے۔ (ص ۱۷)

(ب) صفحہ ۲۹ میں ولی کی صفات اور صفحہ ۱۹ میں ولی کا وسیلہ ہونا بیان ہوا ہے پھر باب چہارم صفحہ ۶۲ میں بھی اسی حوالے سے دلائل موجود ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ سے جو حرف سامنے آیا وہ ہے "و"۔

۴۔ مقام ولایت پانے کے لیے دو اوصاف بیحد اہم ہیں۔ ایک وصف ہے فکر (ص ۲۵) اور دوسرا ہے فقیہ ہونا (ص ۳۲)۔ یہی اوصاف آگے چل کر فقر کی بنیاد بنتے ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ سے جو حرف سامنے آیا وہ ہے "ف"۔

نمبر ۳ پر ہم غور کرتے ہیں کہ (ا) میں وحی خفی یعنی الہام کا ذکر ہے جو کہ براہ راست ہوتا ہے جبکہ (ب) میں ولی کا وسیلہ ہونا ثابت ہے جو کہ واسطہ ہوتا ہے لہذا "و" دوبارہ آئے گی یعنی اسے مشدد تصور کیا جائے گا۔

اب نمبر ۱ تا ۴ حروف کو ملائیں تو ت + ص + و + ف بنتے ہیں جس سے تصوف وجود پاتا ہے۔ یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ قبلہ شاہ صاحب مدظلہ العالی نے کتاب

marfat.com

کے پہلے ہی باب میں تصوف کی مکمل شرح بیان فرمادی سبحان اللہ۔آپ نے عام قاری کے لیے ہر باب میں سوالات اور جوابات کا سہل انداز بھی اپنایا ہے۔ اب یہ تو دیدہء بینا ہے جو ان نزاکتوں سے بصارت اور بصیرت بھی حاصل کرتا ہے اور بیداری بھی۔

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدہء بینا نہ ہوا

آخر میں برادرم انجینئر حافظ محمد آصف قادری کی محنت اور لگن کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنی محکمانہ مصروفیات اور گھریلو معمولات میں سے اتنا وقت نکالتے ہیں کہ دینی درس وتدریس کا کام بھی چل رہا ہے اور تصنیف و تالیف کا بھی۔ خاص طور پر مفکرِ اسلام تاجدارِ طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی گیلانی مدظلہ کی تصانیف کو عام کرنے کے لیے آپ کی دن رات محنت اور ادارہ افکار اسلامی کو متحرک اور رواں دواں رکھنے کے لیے آپکی انتھک کوششیں قابل ستائش ہیں۔

جب ڈاکٹر اقبال کے استاد سید میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب دینے کے لیے گورنر نے انکی علمی وادبی خدمات اور تصانیف کے بارے میں پوچھا تو اقبال نے کہا تھا، میں انکا جیتا جاگتا ادبی شاہکار ہوں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ حافظ آصف قادری کو انکے مرشدِ کامل حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا جیتا جاگتا ادبی و دینی شاہکار بنائے۔

بے کراں ہوتا نہیں، بے انتہا ہوتا نہیں
قطرہ جب تک بڑھ کے قلزم آشنا ہوتا نہیں

اللہ کرے ہم قلزم آشنا ہو کر بے انتہا اور بیکراں ہو جائیں آمین۔

marfat.com

## صاحبزادہ مولانا سید جاوید احمد شاہ نوری

آستانہ نقشبندیہ نوریہ چورہ شریف، امیر جماعت اہلسنت سٹی راولپنڈی

اولیاء کرام کا وجود امت مصطفوی کے لیے ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، اولیاء کرام نے امت مسلمہ کو جس منزل سلوک سے متعارف کرایا ہے اسے تصوف و معرفت کہتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی فتوح الغیب اور الفتح الربانی، حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریف، حضرت داتا علی ہجویری کی کشف المحجوب، امام غزالی کی احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت، امام ابوالقاسم قشیری کا رسالہ قشیریہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی انتباہ فی سلاسل اولیاء ایسی ہی عظیم روحانی کوششیں ہیں۔
اس مادی دور میں جبکہ انسان دین سے دور اور دنیاوی معاملات میں الجھا ہوا ہے، صوفیہ کرام کی تعلیمات کو سادہ اور سلیس انداز میں عوام تک پہنچانے کا سہرا تاجدارِ طریقت علامہ پیر سید تراب الحق شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سر جاتا ہے جنہوں نے بڑی محنت سے تصوف کی مذکورہ بالا بنیادی کتب سے یہ موتی چنے۔ چند روز قبل میرے محسن انجینئر علامہ حافظ محمد آصف قادری صاحب نے کتاب تصوف و طریقت عطا فرمائی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنف نے حصول معرفت اور عرفان حقیقت عوام کے لیے بہت سہل بنا دیا ہے نیز پوری کتاب دلائل و براہین سے مزین ہے۔ میں انجینئر آصف قادری صاحب کا مشکور ہوں جنہوں نے یہ عظیم تحفہ عطا فرما کر میری بہت سی روحانی مشکلات کو آسان فرما دیا ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب مدظلہ العالی کو عمر خضر عطا فرمائے جو کہ مسلک حقہ کے لیے عظیم سرمایہ ہیں۔

marfat.com

# باب اول: تصوف کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

۱ **** سوال طریقت یا تصوف سے کیا مراد ہے؟ قرآن و حدیث اور صوفیہ کرام کے ارشادات کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

جواب سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان عالیشان ہے، " جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

(آیت ۱۵۱، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ فرائض نبوت کا ذکر فرمایا ہے،

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرنا

۲۔ کتاب اللہ کی تعلیم دینا

۳۔ حکمت کی تعلیم دینا

۴۔ مومنوں کو پاک کرنا

۵۔ باطنی علم سکھانا

ایک بات جو اس آیت مبارکہ سے بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری و باطنی علوم کے ساتھ ساتھ لوگوں کو

marfat.com

پاک کرنے کا اختیار بھی عطا فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ پاک کرنے والا ان کی مثل کیسے ہو سکتا ہے جو پاک نہیں ہیں، علم سکھانے والا ان کی مثل کیونکر ہو سکتا ہے جو کچھ نہیں جانتے۔ پس ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل بشر ہیں۔

اب ہم اس آیت مقدسہ کے ترجمہ پر غور کرتے ھیں، تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے متعلق تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد قرآن پاک اور شریعت مطہرہ کی مکمل تعلیم ہے۔ تزکیہ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کے قلوب کو روحانی پاکیزگی عطا کرنا ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ الامن والعلیٰ میں تفسیر بیضاوی اور تفسیر معالم التنزیل کے حوالے سے سورہ جمعہ آیت ۳ کے تحت فرماتے ہیں کہ " نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیامت قائم ہونے تک تمام امت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاکی عطا فرماتے ہیں"۔

ولیء کامل مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

آخر الذکر کے متعلق قاضی ثناءاللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں، " یعلم کا فعل دوبارہ ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعلیم، کتاب و حکمت کی تعلیم سے جدا نوعیت کی ہے، شاید اس سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور

marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا حصول صرف انعکاس ہی کے ذریعے ممکن ہے"۔

یعنی یہ علم کتابوں سے نہیں ملتا بلکہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پرانوار سے علم لدنی کے تجلیات وانوار، اولیائے کرام کے قلوب پر منعکس ہوتے ہیں اور پھر سینہ بہ سینہ یہ اسرار ومعارف اہل اللہ حاصل کر کے تشنگان معرفت کے دلوں پر نقش کرتے ہیں۔ اسی باطنی علم کو علم لدنی یا علم طریقت وتصوف کہا جاتا ہے۔

سورہ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، "اور اسے (یعنی خضر علیہ السلام کو) اپنا علم لدنی عطا کیا"۔ (آیت ۶۵) مفسرین فرماتے ہیں کہ علم لدنی سے مراد وہ باطنی علم ہے جو بغیر الفاظ وعبارت کے محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے (بطریق الہام جسکو وحی خفی بھی کہا جاتا ہے) حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس حکم الہیٰ سے تشریف لے گئے تو انہوں نے فرمایا، "اے موسیٰ! میں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہوں جو اس نے مجھے سکھایا ہے اس علم کو آپ نہیں جانتے اور آپ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ایسے علم پر ہیں جو اس نے آپ کو سکھایا ہے جسے میں نہیں جانتا"۔ اور سورہ کہف میں یوں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، "آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں، (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا، (حضرت خضر علیہ السلام نے) کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں

marfat.com

"۔(کنزالایمان)

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ھیں، " مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لیے خاص فرمایا وہ علم باطن و مکاشفہ ہے اور یہ اہل کمال کے لیے باعث فضل ہے "۔اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے اسکا تختہ توڑ کر شگاف کر دیا لیکن اسکے باوجود کشتی میں پانی نہ آیا۔ پھر آپ نے ایک بستی میں ایک لڑکے کو قتل کر دیا پھر آپ ایک گاؤں پہنچے وہاں کے لوگوں نے آپ کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا اسکے باوجود آپ نے وہاں ایک دیوار کی مرمت کی جو کہ گرنے کے قریب تھی ان تینوں کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراضات کیے۔ آخر کار حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمیں جدا ہونا پڑے گا البتہ میں آپ کو ان کاموں کا راز بتاتا ہوں جنہیں بظاہر خلاف شرع دیکھ کر آپ نے اعتراضات کیے۔ میں نے وہ کشتی اسلیے عیب دار کر دی کہ دریا کے پار ایک ظالم بادشاہ صحیح سلامت کشتیاں چھین لیتا تھا اسطرح ان غریبوں کی کشتی ظالم بادشاہ سے محفوظ رہ گئی۔ وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا کافر تھا اور اسکے والدین مسلمان۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو اسکے والدین اسکی محبت میں کافر نہ ہو جائیں۔ اسکے عوض اللہ تعالیٰ انہیں نیک اولاد عطا کرے گا۔

پھر آپ نے فرمایا، " رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اسکے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، آپ کے رب کی رحمت سے، اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا، یہ بھید ہے ان باتوں کا جن پر آپ سے صبر

marfat.com

نہ ہو سکا"۔(کہف: ۸۲، کنزالایمان)

اس واقعہ سے مفسرین نے جو نکات اخذ کیے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ ہر خوبی اور کمال کو محض اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھنا چاہیے۔

۲۔ ہر عیب کی نسبت اپنی طرف کرنی چاہیے رب تعالیٰ کی طرف نہیں۔

۳۔ حصول علم کے لیے سفر کرنا انبیاء کرام کی سنت ہے۔

۴۔ کتنا ہی علم حاصل ہو جائے مزید علم کی جستجو کرنی چاہیے۔

۵۔ اپنے سے کم مرتبہ والے سے بھی علم سیکھنے میں مضائقہ نہیں۔

۶۔ علم سیکھنے کیلیے استاد کے پاس جانا چاہیے۔

۷۔ کامل شیخ یا استاد کا ادب اور خدمت ضرور کرنی چاہیے۔

۸۔ مرشد یا استاد کے افعال پر اعتراض کرنا بے ادبی ہے منتظر رہے کہ وہ خود ہی اسکی حکمت ظاہر فرمائیں۔

۹۔ مرشد کامل یا استاد پر اعتراض کرنے سے اکتساب فیض کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ باطنی علم کامل شیخ کی محبت اور اسکی نگاہ کیمیا گر سے حاصل ہوتا ہے۔

۱۱۔ بعض اولیاء کرام کو لوگوں کے باطن اور انکے انجام کی بھی خبر ہوتی ہے۔

۱۲۔ اہل اللہ کی توجہ سے سوراخ والی کشتی بھی ڈوبنے سے بچ جاتی ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اسکی اولاد، خاندان اور اہل محلہ کو حفاظت میں رکھتا ہے۔

۱۴۔ تقدیر پر راضی رہنے میں ہی انسان کی بھلائی ہے۔

۱۵۔ سورہ کہف کی آیت نمبر ۸۲ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کا نیک ہونا اسکی میراث کی حفاظت کا وسیلہ بن گیا۔اگر باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

marfat.com

میراث ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے حقداروں تک پہنچانے کے لیے انتظام فرماتا۔ ثابت ہوا کہ باغ فدک میراث نہیں بلکہ وقف تھا۔

سورہ عنکبوت میں ارشاد ہوا، "اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے"۔ (آیت ۶۹، کنزالایمان) اس آیت میں جاھدوا سے مراد مجاھدہ نفس ہے جو کہ تصوف کا اہم ترین جزو ہے کیونکہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی جبکہ کافروں سے جہاد ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں فرض ہوا۔ (تفسیر صاوی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی (یعنی مجاھدہ کیا) تو ہم انہیں ثواب کی راہ دیں گے۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا، جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اخلاص کی راہ دیں گے حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جو طلب علم میں کوشش کریں گے انہیں ہم عمل کی راہ دیں گے حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا جو اقامت سنت میں کوشش کریں گے، ہم انہیں جنت کی راہ دکھائیں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

تفاسیر کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اس آیت میں جاھدوا سے مراد مجاھدہ نفس ہے اسلیے حدیث شریف میں نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو "جہاد اکبر" بھی کہا گیا ہے۔ اسی جہاد اکبر کے نتیجے میں تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے اور پھر بندہ مومن اپنے قلب کے آئینے میں انوار و تجلیات الہیٰ کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور یہی طریقت و تصوف کی اصل روح ہے۔

قاضی ثناء اللہ مجددی قدس سرہ تفسیر مظہری میں سورۃ الاعلیٰ کی آیات ۱۴، ۱۵

marfat.com

کے تحت فرماتے ہیں کہ ان آیات میں مدارج سلوک کی طرف اشارہ ہے قد افلح من تزکیٰ (بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا) اس میں توبہ اور تزکیہ کی طرف اشارہ ہے، وذکر اسم ربہ (اور اپنے رب کا ذکر کیا) اس میں زبانی، قلبی، روحی اور سری ذکر کی پابندی کی طرف اشارہ ہے اور فصلیٰ (نماز پڑھی) اسمیں مشاہدہ کے دوام کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نماز مومنوں کی معراج ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (احمد، نسائی، حاکم، بیہقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا جسکے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے اس پر سفر کے آثار بھی ظاہر نہ تھے اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا وہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھ کر عرض گذار ہوا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے متعلق بتائیے آپ نے فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو حج بھی کرو اسنے عرض کی آپ نے سچ فرمایا، ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق بھی کرتا ہے گویا کہ جانتا ہے پھر عرض کی مجھے ایمان کے متعلق بتائیے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور آخرت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ عرض کی آپ نے سچ فرمایا پھر عرض کی مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا، ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا تم اسے

marfat.com

دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہی ہے۔(بخاری و مسلم)

" احسان " بھی تصوف ہی کا ایک نام ہے جسطرح توحید، سلوک، طریقت، معرفت، حقیقت، اخلاص، کشف، اسرار و معارف وغیرہ سب تصوف ہی کے مختلف نام ہیں جو تصوف کی کتب میں جابجا مذکور ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ اپنی مایہ ناز کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، من سمع صوت اھل التصوف فلا یومن علی رعایتھم کتب عند اللہ من الغافلین " جس نے اہل تصوف کی آواز سنی اور اسے نہ مانا وہ بارگاہ الہیٰ میں غافلوں میں شمار کیا گیا " گویا لفظ تصوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمایا ہوا ہے ممکن ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ تصوف کا آغاز کیسے ہوا؟ دراصل نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے اکتساب فیض کرتے۔ انہیں علم شریعت کے ساتھ تزکیہ باطن بھی حاصل تھا اور یہ تزکیہ انہیں نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں نصیب ہوا۔ بعض صحابہ کرام بعض مخصوص اعمال کی وجہ سے جماعت صحابہ میں نمایاں و منفرد ہوئے جیسے کہ اصحاب صفہ ترک دنیا اور زہد و تقویٰ میں مشہور ہوئے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں کہ میں نے ستر(۷۰) صفہ والے صحابہ کو دیکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس چادر یا کرتا نہیں تھا بلکہ صرف ہتبند تھا یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے تھے جن میں سے بعض ہتبند یا کمبل ایسے تھے جو آدمی کی پنڈلی تک پہنچتے تھے اور بعض ٹخنوں تک پہنچتے تھے

marfat.com

اور وہ لوگ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتے اس خوف سے کہ کہیں ان کا ستر نہ ظاہر ہو جائے۔ (بخاری) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار صحابی کے طور پر معروف ہیں۔ حدیث پاک میں ھے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان رازوں کو جانتے ہیں جنہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ (بخاری) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ستر (۷۰) ابواب سکھائے اور میرے سوا یہ علم کسی کو نہ دیا (کتاب اللمع)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بھی باطنی علوم کے حصول میں نمایاں مقام کے حامل ہیں آپ فرماتے ہیں میں نے غیب بتانے والے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کیے ایک تو تم لوگوں میں پھیلا دیا لیکن اگر دوسرا پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ دی جائے۔ (بخاری) علامہ عینی شارح بخاری نے اس حدیث کے تحت فرمایا، " غالباً پہلے علم سے مراد علم احکام و اخلاق ہے اور دوسرے علم سے مراد علم الاسرار ہے جو نا اہلوں سے محفوظ ہے اور اہل معرفت علمائے ربانیین کے لیے مخصوص ہے"۔ (مرقاۃ)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ صوفی لفظ " صوف " سے نکلا ہے جسکے معنی اون کے ہیں یعنی یہ لوگ کمبل یا موٹے اونی کپڑے پہننے کی وجہ سے صوفی کہلائے۔ بعض نے کہا کہ صوفی لفظ " صوف " سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں ایک طرف ہونا۔ یعنی یہ لوگ دنیا ترک کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کی وجہ سے صوفی کہلائے۔ بعض کے نزدیک صوفی دین کی اول صف میں ہونے کی وجہ سے صوفی کہلاتا ہے بعض کہتے ھیں کہ اصحاب صفہ کی محبت و پیروی کرنے والوں کو صوفی کہا جاتا ھے۔ علامہ قشیری کے نزدیک عربی قواعد کی رو سے

marfat.com

"صوفی" کی وجہ تسمیہ ثابت نہیں اسلیے یہ لفظ ان لوگوں کے لیے لقب کے طور پر ہے۔(رسالہ قشیریہ)

شیخ عمر بن شہاب الدین سہروردی صوفی کے نام کی ابتدا کے بارے میں فرماتے ھیں کہ "یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں رکھا گیا کہا جاتا ھے کہ یہ نام تابعین کے زمانے میں رکھا گیا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا "میں نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ھوئے ایک صوفی کو دیکھا" اس روایت کی تائید حضرت سفیان ثوری کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "اگر ابوہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریاکاری سے متعلق دقیق باتوں سے واقف نہ ہوتا"۔اس سے یہ پتہ چلتا ھے کہ یہ نام قدیم زمانہ سے مشہور ہے"۔(عوارف المعارف)

حضرت داتا گنج بخش علی ھجویری رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی تعریف "اہل صفا" سے کی ہے آپ فرماتے ھیں، "اشیاء کے لطیف حصے کا نام "صفا" اور کثیف کا نام "میل" ہے چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف اور پاکیزہ رکھتے ہیں اور ہوائے نفس سے بری ہوتے ہیں اسلیے انہیں صوفی کہا جاتا ھے۔...... صفا کی اصل بھی ہے اور فرع بھی۔ اصل یہ ہے کہ دل غیر اللہ سے خالی ہو اور فرع یہ ھے کہ دل اس دھوکہ باز دنیا سے پاک ہو۔ یہ دونوں باتیں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفات ہیں جو کہ اہل طریقت کے امام ہیں"۔آپ مزید فرماتے ھیں کہ "صفا ایسی حضوری کا نام ہے جو کبھی ختم نہ ہو اور ایسے وجود کا جو بغیر اسباب کے ہو۔ جب یہ مقام نصیب ہو جائے تو بندہ دنیا اور آخرت کے لیے فنا ہو کر صفات ربانی کا مظہر ہو جاتا ہے، سونا اور خاک اسکی نظر میں برابر ہو جاتے ہیں اور وہ معاملات جو دوسروں کے لیے

marfat.com

دشوار ہوں اسکے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث پاک میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے زید تو نے کس حال میں صبح کی؟ عرض کی میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں سچا مومن ہوں۔ فرمایا، ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کی، میں نے دنیا سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو پہچانا پس اسکا سونا چاندی اور مٹی کنکر میری نظر میں برابر ہو گئے، میں ساری رات بیدار رہا اور سارا دن پیاسا رہا (یعنی روزہ دار رہا) یہانتک کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں اپنے رب تعالیٰ کا عرش دیکھ رہا ہوں اور میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور اہل جہنم کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اے زید! تیرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا اور تجھے معرفت حاصل ہو گئی اس پر قائم رہ"۔ آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ (کشف المحجوب)

پس معلوم ہوا کہ قلب و روح کی صفائی کے بعد معرفت الٰہی کا حاصل ہو جانا تصوف کی روح ہے۔ حصول برکت کے لیے اکابر اولیاء کرام کے چند اقوال مزید عرض کرتا ہوں۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جنھوں نے تمام کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کیا ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کے نزدیک صوفیہ وہ ہیں جن کی روح بشریت کی کدورت سے خالی اور تفکر سے پر ہو، قرب خدا میں لوگوں سے دور رہیں اور انکی نظروں میں مٹی اور سونا برابر ہو۔

شیخ ابو علی قزوینی فرماتے ہیں کہ تصوف اچھے اخلاق کو کہتے ہیں۔ شیخ ابو الحسن

marfat.com

نوری کے نزدیک خواہشات نفس سے آزادی، جوانمردی، رسمی تکلفات سے دستبرداری، سخاوت اور ترک دنیا کا نام تصوف ہے۔ حضرت شبلی فرماتے ھیں، صوفی وہ ہے جو دو جہاں میں ذات الہیٰ کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ شیخ عبدالواحد کا قول ہے کہ صوفی وہ ہیں جو اپنی عقل کے مطابق سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رہیں اور اپنے دل کے ساتھ اسکی طرف متوجہ رہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں سے بچنے کے لیے مرشد کامل کا دامن تھامے رہیں۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں، مخلوق کی موافقت سے دل کو پاک رکھنا، تمام بری صفات سے دور رہنا، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا، روحانی لوگوں سے دوستی رکھنا، علوم حقیقی سے تعلق رکھنا، اعلیٰ کاموں کو اختیار کرنا، امت مسلمہ کی بھلائی چاھنا، اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنا تصوف ہے۔ عارف ربانی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے " مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء " میں امام شعرانی کی کتاب طبقات الکبریٰ کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے کہ " تصوف یہ ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہو "۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دل کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کرنا تصوف اور دل و جان سے صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جانا توحید ہے۔

ان تمام آیات و احادیث اور اقوال صوفیہ (رحمھم اللہ تعالیٰ) کا خلاصہ یہی سامنے آتا ہے کہ شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے ہوئے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے ساتھ تجلیات ربانی کا مشاہدہ کرنا تصوف و طریقت و معرفت ہے۔

2 **** سوال: بعض لوگ کہتے ھیں کہ ہمیں تو باطنی علم اور معرفت حاصل ہے اسلیے ہمیں شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ فرمائیے

marfat.com

کہ کیا طریقت شریعت سے جدا کوئی راستہ ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت مجدد برحق امام احمد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ القوی اپنی تصنیف مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء میں فرماتے ہیں کہ "شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، عموماً کسی منبع سے دریا بہتا ہو تو اسے زمینوں کو سیراب کرنے میں منبع کی حاجت نہیں ہوتی لیکن شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی حاجت ہے۔ اگر شریعت کے منبع سے طریقت کے دریا کا تعلق ٹوٹ جائے تو صرف یہی نہیں کہ آئندہ کے لیے اسمیں پانی نہیں آئے گا بلکہ یہ تعلق ٹوٹتے ہی دریائے طریقت فوراً فنا ہو جائے گا"۔

پھر فرماتے ہیں کہ شریعت و طریقت تو منبع و دریا کی مثال سے بھی اعلیٰ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت مطہرہ ربانی نور کا ایک فانوس ہے کہ دین کی دنیا میں اسکے سوا کوئی روشنی نہیں اور اسکی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں۔ اس روشنی کی زیادتی وافزائش چاہنے کا نام طریقت ہے یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے اور نور الٰہی تجلی فرماتا ہے یہ مرتبہ علم میں معرفت اور مرتبہ تحقیق میں حقیقت ہے در حقیقت شریعت ہی ہے کہ مختلف مراتب کے لحاظ سے اسکے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔ جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کی مثل ہو جاتا ہے تو ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا ہے اور اس سے کہتا ہے، چراغ بجھا دے اب تو صبح خوب روشن ہو گئی ہے، آدمی دھوکے میں نہ آئے اور نور بڑھ کر دن کی مثل ہو جائے تو شیطان پھر کہتا ہے دن اتنا روشن ہے کیا اب بھی چراغ نہیں بجھائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرمائے تو

marfat.com

بندہ لاحول پڑھتا ہے اور کہتا ہے اے لعین! یہ اس فانوس ہی کا تو نور ہے اسے بجھا دیا تو روشنی کہاں سے آئے گی پس وہ ملعون دفع ہو جاتا ہے اور بندہ نور حقیقی تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ سورہ نور میں فرمایا گیا ہے نور علیٰ نور یعنی "نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے"۔ (النور: ۳۵)

اگر آدمی شیطان کے دھوکے میں آگیا اور سمجھا کہ دن تو ہو گیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت، پھر جیسے ہی اس نے چراغ بجھایا گھپ اندھیرا ہو گیا کہ ہاتھ سے ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا جیسا کہ قرآن عظیم میں ارشاد ہوا، "ایک پر ایک اندھیرے ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ سوجھائی دے اور جسے اللہ نور نہ دے اسکے لیے کہیں نور نہیں"۔ (النور: ۴۰)

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس ربانی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش انکو اسکی خبر ہوتی تو شاید توبہ کرتے لیکن ستم تو یہ ہے کہ شیطان ملعون نے جہاں فانوس بجھوایا اسکے ساتھ ہی فوراً اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقتاً نار ہے۔ یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے، ہمارا نور تو آفتاب کو شرما رہا ہے لیکن انہیں خبر نہیں کہ اہل شریعت کے پاس ہی اصل نور ہے اور انکے پاس صرف دھوکا۔

مزید فرمایا، شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں"۔ (ابو نعیم فی الحلیہ) پھر عارف باللہ اعلیٰ

marfat.com

حضرت علیہ الرحمہ طریقت و شریعت کے درمیان تعلق کو ایک اور مثال کے ذریعے یوں واضح کرتے ہیں کہ شریعت ایک عمارت ہے اسکا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی ہے پھر ظاہری اعمال وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے اور جب یہ تعمیر اوپر بڑھ کر آسمان تک پہنچی وہ طریقت ہے۔ دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو (یعنی بنیاد) کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف بنیاد بلکہ اعلیٰ حصہ نچلے حصہ کا بھی محتاج ہے اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی۔ احمق وہ ہے جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اسکی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب تو ہم زمین کے دائرے سے اونچے گذر گئے، ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے پس بنیاد سے دیوار جدا کرلی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن عظیم نے فرمایا کہ "اسکی عمارت اسے لے کر جہنم میں گر پڑی"۔ اسی لیے اولیاء کرام فرماتے ھیں کہ "جاھل صوفی شیطان کا مسخرہ ہے"۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ "ایک فقیہہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے"۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

امام اہلسنت نے اپنی اس تصنیف میں چالیس اولیاء کرام کے اسی (۸۰) ارشادات عالیہ بھی بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند اقوال پیش خدمت ہیں تاکہ اس مسئلے میں اولیاء کرام کا مسلک واضح ہو جائے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے"۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا" یعنی ولی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دے دیا اسکے بعد ولی کیا۔ حضور غوث اعظم قطب الاقطاب سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "اگر حدود شریعت میں سے کسی حد میں خلل آئے تو جان لے کہ تو فتنہ میں مبتلا ہے (طریقت میں

marfat.com

ہنیں) بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکم شریعت کی طرف پلٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی نفسانی خواہش چھوڑ اسلیے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے"۔ (طبقات الاولیاء از امام شعرانی)

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکامِ شریعت تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہوگئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟ فرمایا، وہ سچ کہتے ہیں وہ واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک جہنم تک۔ چور اور زانی ایسے برے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔ میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں جو نوافل و مستحبات مقرر کر لیے ہیں بے عذر شرعی ان میں سے کچھ کم نہ کروں۔ (الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر) حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ ایک شخص سے ملنے گئے جو زہد و ولایت کا مدعی تھا۔ آپ کے سامنے اس نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ آپ اس سے ملے بغیر واپس آگئے اور فرمایا، یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے ہنیں، اسرار الہیٰ پر کیونکر امین ہوگا۔ (رسالہ قشیریہ)

حضرت ابو القاسم نصر آبادی فرماتے ہیں، تصوف کی جڑ یہ ھے کہ کتاب و سنت کو لازم پکڑے رہے۔ (طبقات کبریٰ) شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ھیں، جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت ہنیں بے دینی ہے۔ (عوارف المعارف) امام عبدالوھاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں، "تصوف کیا ھے بس احکامِ شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ھے" مزید فرمایا، "علم تصوف شریعت کے چشمہ سے نکلی ہوئی جھیل ہے"۔ (طبقات کبریٰ) ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ شریعت اور طریقت لازم و ملزوم ہیں۔ آج کل بعض جہلا

marfat.com

طریقت کو شریعت سے الگ راہ اسلیے بتاتے ہیں کہ اسطرح وہ اپنے عقیدت مندوں کو اپنے غیر اسلامی افعال کے جواز کا اطمینان دلا سکیں۔
حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کشف المحجوب میں تصوف کے باب میں فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف رحمہم اللہ کے زمانے میں تصوف کا نام نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی جو سب پر طاری تھی آج کل صرف نام باقی ہے اور حقیقت غائب۔ یعنی پہلے معاملہ معروف تھا اور ظاہر داری غائب اور اب معاملہ یعنی تصوف کی حقیقت غائب ہے اور ظاہر داری معروف"۔
مزید فرمایا کہ جب عام لوگ ظاہر پرستوں کو ناچتے گاتے دیکھتے ہیں جو کہ صوفیہ ہونے کے مدعی ہیں تو وہ تمام اولیاء سے بدظن ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں" یہ ہے تصوف اور اسکے اصول ؟ پہلے زمانے کے صوفیہ بھی اسی قسم کے ہونگے" حالانکہ ان کہنے والوں نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ وقت فتنہ ہے اور زمانہ آفات کا گھر۔ حرص بادشاہ کو ظلم پر آمادہ کرتا ہے لالچ عالم کو بدکاری میں مبتلا کردیتا ہے اور ریاکاری زاہد کو منافقت کی طرف لے جاتی ہے اسی طرح ہوائے نفس اور لالچ بعض صوفیہ کو رقص و سرود میں مبتلا کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے اہل طریقت برباد ہو جاتے ہیں طریقت برباد نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر کچھ لوگ لغویات وخرافات کو پاک وصاف چیزوں میں شامل کر دیں تو پاک وصاف چیزیں خرافات نہیں بن جاتیں البتہ ایسے لوگ ضرور دنیا و آخرت میں نقصان اٹھاتے ہیں"۔
اب میں اس تمام گفتگو کا خلاصہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں پیش کردیتا ہوں

marfat.com

حسبے محدث علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں، "جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف کو نظر انداز کر دیا وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنا لیا مگر فقہ کو چھوڑ دیا وہ زندیق ہوا اور جس نے شریعت و تصوف دونوں کو جمع کیا اس نے حق کو پالیا"۔

---

## تمہید ایمان از مجدد بر حق اعلیٰ حضرت محدث بریلوی

"ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور انکی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، اسکی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ۔ جب وہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں تو تمہارے قلب میں انکی عظمت، انکی محبت کا نام ونشاں نہ رہے، فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، انکی صورت انکے نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ اسکی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا، جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ ---اگر تم نے اس سے دوستی نبھائی یا اسے ہر برے سے زیادہ برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا تو للہ تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے"۔

marfat.com

## باب دوم: روح تصوف

3 **** سوال: انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے حالانکہ فرشتے معصوم مخلوق ہیں جبکہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے منکر بھی ہوتے ہیں اور باغی و نافرمان بھی۔ اس بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں حق واضح فرمائیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق فرمایا اور انہیں شہوات سے پاک پیدا فرمایا پس فرشتے معصوم ہیں اور ہر لمحہ مشاہدہ۔ تجلیات الہیٰ، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو محض شہوات عطا کیں اور عقل عطا نہ فرمائی چنانچہ وہ بھوک پیاس کے وقت کھاتے پیتے ہیں، نیند آنے پر سوتے ہیں اور شہوت کا تقاضا ہو تو جماع کرتے ہیں وغیرہ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل و خرد اور شہوات دونوں عطا فرمائیں اور پھر اچھائی اور برائی کی ہدایت عطا فرمادی کہ وہ چاہے تو عقل کے ذریعے شہوات پر غلبہ پالے اور فرشتوں سے افضل ہو جائے اور چاہے تو شہوات کے ذریعے عقل کو مغلوب کر کے جانوروں سے بدتر ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے، " پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی بیشک مراد کو پہنچا یا جس نے اسے (یعنی نفس کو) ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا" ۔(الشمس: ۸، ۹، ۱۰؛ کنزالایمان)

اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے تخلیق انسانی کے مقصد پر غور کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے، " اور میں نے جن و انس اسلیے بنائے کہ میری بندگی کریں " ۔ (الذریٰت : ۵۶) اس کی تفسیر میں ابن جریج تابعی فرماتے ہیں، ای لیعرفون

marfat.com

(تفسیر ابن کثیر ج ۴) یعنی جن و انس کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول ہے کہ جسے حاصل کیے بغیر اللہ عزوجل کی بندگی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا اسی مضمون کو سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ میں یوں بیان فرمایا گیا ہے، "بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اسکے اٹھانے سے (معذرت اور) انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے (یہ امانت) اٹھالی"۔ (کنزالایمان)

جمہور مفسرین کے نزدیک اس امانت سے مراد احکام شریعت اور اوامر و نواہی ہیں جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک اس امانت سے مراد معرفت ربانی اور عشق الہیٰ ہے کہ جسے حاصل کیے بغیر احکام شریعت پر کماحقہ عمل نہیں ہو سکتا۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں، اس آیت میں امانت سے مراد وہ امانت ہے جسے صرف انسان ہی اٹھا سکتا ہے اگر اس امانت سے مراد شریعت کے احکام ہوں تو انسان کے علاوہ جن اور فرشتے بھی اسکے مکلف ہیں کیونکہ فرشتوں کے بارے میں قرآن حکیم بتاتا ہے کہ وہ شب و روز اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور بالکل نہیں تھکتے اسلیے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ اس امانت سے مراد عقل کا نور ہے جس سے استدلال کے ذریعے معرفت الہیٰ حاصل ہوتی ہے اور اس امانت سے مراد عشق کی آگ بھی ہے جو حجابات جلا کر معرفت ربانی تک پہنچاتی ہے بلاشبہ فرشتے بھی اعلیٰ مخلوق ہیں لیکن وہ ایک خاص مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتے یہ صرف انسان ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ عشق کے سوز و گداز کے ذریعے لامتناہی درجات تک ترقی کر سکتا ہے۔

واقف اسرار حقیقت اعلیٰ حضرتِ محدث بریلوی قدس سرہ نے خوب

marfat.com

فرمایا،

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں، " اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اسلیے بنایا ہے کہ اسمیں معرفتِ ربانی کے حصول اور تجلیات الہیٰ کے مشاہدے کی صلاحیت ہے "۔ اسی صلاحیت کے ذریعے وہ مقام قرب الہیٰ تک جا پہنچتا ہے اور اگر وہ اس صلاحیت کو ضائع کر دے یعنی کھانے پینے، جماع کرنے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کو ہی اپنا نصب العین بنا لے اور اللہ عزوجل اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا باغی و نافرمان ہو جائے تو ایسے انسان کو اشرف المخلوقات کہنا قرآنی تعلیمات کے منافی ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے،

" کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم اسکی نگہبانی کا ذمہ لوگے یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ "۔ (الفرقان: ۴۳، ۴۴)

دیکھیے اس آیت مقدسہ میں انہیں چوپائے سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے سورۃ الاعراف آیت ۱۷۹ میں انکے جرائم کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ " وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، وہی غفلت میں پڑے ہیں "۔ (کنزالایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی)

امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں اس موضوع پر نہایت تفصیلی گفتگو کی ہے اسکا خلاصہ عرض کیے دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسانی فطرت چار اجزا کا

marfat.com

مرکب ہے جس میں خنزیر کتے، شیطان اور فرشتوں کی صفات شامل ہیں جسکی صفات انسان پر غالب آجائیں گی وہ اسکی مثل ہو جائے گا شیطان صفت یا فرشتہ صفت ہونے کا بھی مطلب ہے کہ ان کی سی عادات و صفات اپنا لی جائیں۔ خنزیر حرص و شہوت اور کتا غیظ و غضب کی علامت ہے لہذا حرص و شہوت کے خنزیر اور غیظ و غضب کے کتے کو عقل کے تابع رکھو کہ یہ اسکے حکم کے بغیر نہ اٹھ سکیں اور نہ بیٹھ سکیں اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں نیک اخلاق حاصل ہونگے اور تم فلاح پا سکو گے لیکن جو اسکے برخلاف انکی غلامی کرے گا تو وہ بری عادات میں مبتلا ہوگا اور اگر اسے اسکی اصل حالت دکھائی جائے تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جو کسی کتے یا خنزیر یا شیطان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہو۔

مزید فرمایا، اکثر لوگ اگر انصاف کے ساتھ اپنا محاسبہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ رات دن اپنی نفسانی خواہشات کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور فی الواقع وہ صرف ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے ہی انسان دکھائی دیتے ہیں حقیقت قیامت کے دن واضح ہو جائے گی۔ جہاں ہر کوئی اپنی باطنی صورت پر اٹھایا جائے گا یعنی جو دنیا میں شہوت و حرص سے مغلوب رہا اور جنسی تسکین ہی کو اسنے اپنا نصب العین بنائے رکھا وہ خنزیر کی شکل میں پیش ہوگا اور جو غیظ و غضب اور غصے سے مغلوب رہا اور لوگوں پر ظلم و ستم کرتا رہا وہ وہاں کتے کی صورت میں دکھائی دے گا۔ یہ ان لوگوں کا ذکر تھا جو شیطانی اور حیوانی صفات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور یوں باوجود انسان ہونے کے جانوروں سے بدتر قرار پاتے ہیں جبکہ اشرف المخلوقات صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو معرفت ربانی حاصل کر کے ملکوتی صفات کا مظہر بنتے ہیں

marfat.com

اور پھر قرب الہیٰ کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔

عارف کامل سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سراج العوارف میں فرماتے ہیں، "نفس تین طرح کے ہوتے ہیں نفس مطمئنہ نبیوں اور ولیوں کا ہوتا ہے کہ انکے ارادے اللہ تعالیٰ کے ارادوں میں فنا ہو چکے اور حق کے سوا انکے پاس کوئی راستہ نہیں، نفس لوامہ برائیوں پر آگاہ کرتا ہے اور برائی کرنے سے روکتا ہے اور اگر کوئی برائی سرزد ہو جائے تو جلد ہی ندامت اور توبہ کراتا ہے یہ صالحین اور پرہیزگاروں کا نفس ہے اور نفس امارہ ہمیشہ برائی پر آمادہ رہتا ہے اور گناہ کی طرف راغب کرتا ہے یہ عوام کا نفس ہے"۔ گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عموماً نفس کی کیفیت نفس امارہ کی ہوتی ہے جس کا ذکر سورہ یوسف آیت ۵۳ میں کیا گیا ہے ارشاد ہوا، ان النفس لامارۃ بالسوء الا مارحم ربی " بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے"۔ اگر انسان نفس امارہ ہی کے درجے میں رہے تو وہ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا لیکن اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے اور گناہوں سے توبہ کو اختیار کرلے تو اسکا نفس ترقی پاکر نفس لوامہ ہو جائے گا جسکا ذکر سورہ قیامہ آیت ۲ میں موجود ہے ارشاد ہوا، ولا اقسم بالنفس اللوامۃ " اس نفس کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے"۔ یہ نفس کا وہ درجہ ہے جس میں انسان کا ایمان سلامت رہتا ہے وہ نیکی پر خوشی اور گناہ سرزد ہونے پر رنج و غم محسوس کرتا ہے اور حق و باطل میں فرق سمجھ کر صراط مستقیم پر گامزن ہونا چاہتا ہے یہی اسکے اشرف المخلوقات ہونے کا ابتدائی درجہ ہے۔

اس مرحلے پر اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعے اسے ایسی ہدایت دینا چاہتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو خالص توحید کے جذب و کیف سے آراستہ کر کے نفس مطمئنہ

marfat.com

بنالے چنانچہ سورۃ الاعراف آیت ۱۶۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، "تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا" ۔(کنزالایمان) قرآن حکیم اسے دنیا و آخرت کی فلاح حاصل کرنے کے لیے عقیدہ توحید کے ساتھ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے، ارشاد ہوا، "تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اسکی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اسکے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے" ۔(الاعراف: ۱۵۷)

جب مومن باوجود غفلتوں اور کوتاہیوں کے ہمت نہیں ہارتا اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے لیے کوششیں جاری رکھتا ہے تو اسکا نفس، نفس مطمئنہ قرار پاتا ہے اور وہ معرفت ربانی کے انمول گوہر اور عشق الہیٰ کی عظیم نعمت سے نوازا جاتا ہے ان انعامات کے حصول پر اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندے تحدیث نعمت کے طور پر بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں، صبغۃ اللہ "ہم نے اللہ تعالیٰ کی (محبت و اطاعت کی) رنگائی لی اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے؟ اور ہم تو اسی کو پوجتے ہیں" ۔(البقرۃ: ۱۳۸) سورہ مائدہ آیت ۸۳ میں انکی کیفیت یہ بھی بیان کی گئی ہے، "اور جب سنتے ہیں وہ (یعنی قرآن) جو رسول کی طرف اترا تو انکی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اسلیے کہ وہ حق کو پہچان گئے" ۔(کنزالایمان)

عارف ربانی امام ابوالقاسم قشیری اپنے رسالے میں فرماتے ہیں، "جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلے اسکے دل سے مخلوق کا ڈر اور دنیا کی چیزوں کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے" ۔ نفس مطمئنہ وہ خاص مقام ہے کہ جس پر فائز ہونے

marfat.com

والے کو رب تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے، یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی " اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ" ۔(الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

یہاں یہ بتانا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ ان نفوس قدسیہ کو جو مقام قرب عطا کیا جاتا ہے اسکے کئی درجے ہیں سب سے افضل و اعلیٰ درجہ تمام مخلوق کے آقا و مولیٰ سید الانبیاء حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو حاصل ہے پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر اولیاء عظام علیہم الرحمہ کو حاصل ہے ۔ انہی انعام یافتہ بندوں کے راستے کو قرآن حکیم صراط مستقیم قرار دیتا ہے اور تمام مسلمان نماز میں انہی نفوس قدسیہ کے راستے پر چلنے کی دعا مانگتے ہیں، "ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا " ۔(الفاتحہ)

4 **** سوال: تصوف میں نفس یا دل سے کیا مراد ہے؟ تصفیہء قلب یا دلوں کا زنگ دور کرنے کا طریقہ بھی بیان فرمادیجیے۔

جواب: ابھی امام غزالی کا یہ قول آپکے گوش گزار کیا گیا کہ انسان کو دیگر مخلوقات پر جو شرف اور فضیلت حاصل ہے اسکا سبب معرفت ربانی کے حصول کی صلاحیت ہے اور یہ معرفت ربانی یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچاننا، اس سے محبت کرنا، اسکی تجلیات کا مشاہدہ کرنا، اسکا قرب حاصل کرنا اور اسکی طرف دوڑنا یہ سب دل کے کام ہیں باقی تمام اعضاء دل کے تابع اور خادم ہیں ۔ دل یا قلب بظاہر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے مگر صوفیہ کے نزدیک یہ ایک لطیفہء روحانی ہے، یہی

marfat.com

روح کی حقیقت ہے اور یہی نفس کی باطنی کیفیت بھی ہے البتہ اسے جسمانی قلب سے ایک تعلق ضرور ہے جسے عالم ماکان ومایکون سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا، "بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک رہے تو تمام جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارے جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے خبردار ہو جاؤ وہ دل ہے"۔(بخاری)

احیاء العلوم میں امام غزالی نے بیان کیا ہے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، خدا کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ اپنے مومن بندوں کے دل میں ہے۔گویا بعض دل اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ ہوتے ہیں۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اب ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ دل روحانی طور پر کتنی قسم کے ہوتے ہیں۔

1 : سورہ ق آیت ۳۷ میں ہے، "بیشک اس (قرآن) میں نصیحت ہے اسکے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو"۔

اس مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے نصیحت کرنے والا دل عطا فرما دیتا ہے (احیاء العلوم) اور اسی حقیقت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا، "تم تین مواقع پر اپنے قلب کا جائزہ لو۔ قرآن سنتے وقت، ذکر کی مجلسوں میں اور تنہائی کے اوقات میں۔ اگر ان تینوں مواقع پر تمہارا دل ان چیزوں میں نہ لگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ وہ تمہیں ایک دل عطا فرما دے کیونکہ تمہارے پاس دل

marfat.com

ہنیں ہے"۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں،

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

بقول ڈاکٹر اقبال،

دل مردہ دل ہنیں اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

2 : سورہ محمد آیت ۲۴ میں ارشاد ہوا، "تو کیا وہ قرآن کو سوچتے ہنیں یا بعضے دلوں پر انکے قفل لگے ہیں"۔ یہ منافقوں کے دلوں کا ذکر ہے جو اپنے دلوں پر ضد اور عناد کے تالے لگا کر ہدایت کا راستہ روکے ہوئے ہیں دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت رسالت و شان نبوت سے جلن کا مرض ان منافقوں کو لاحق ہے اسلیے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ انکے دلوں کی بیماری کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

3 : سورۃ البقرہ آیت ۱۰ میں ارشاد ہوا، "ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے انکی بیماری اور بڑھائی اور انکے لیے دردناک عذاب ہے، بدلہ انکے جھوٹ کا"۔ (کنزالایمان)

4 : سورہ حج آیت ۴۶ میں فرمایا گیا، "تو کیا زمین میں نہ چلے کہ انکے دل ہوں جن سے سمجھیں یا کان ہوں جن سے سنیں تو یہ کہ آنکھیں اندھی ہنیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔ یہ کافروں کے دل کا ذکر ہے۔

5 : سورہ بقرہ آیت ۷۴ میں ارشاد ہوا، "پھر اسکے بعد تمہارے دل سخت ہو

marfat.com

گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت "۔ یہ بھی کافروں کے بارے میں ہے جو بیشمار دلائل و براہین اور کثیر معجزات دیکھ کر بھی ایمان لانے سے انکار کرتے رہے۔

6 : اب ایمان والوں کے دل کے بارے میں ارشاد قرآنی سنیے، سورہ الانفال آیت ۲ میں ہے، " ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے تو انکے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اسکی آیتیں پڑھی جائیں انکا ایمان ترقی پائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں "۔ یہ متقین اور صالحین کے دلوں کا بیان ہے۔

7 : سورۃ الرعد آیت ۲۸ میں ارشاد ہوا، " وہ جو ایمان لائے اور انکے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے "۔ یہ بھی پرہیزگاروں کے دلوں کے بارے میں ہے۔

8 : سورۃ الشعراء آیت ۸۸، ۸۹ میں ارشاد ہوا، " جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر "۔ یہ نفس مطمئنہ والے مقربین کے دلوں کا ذکر ہے جن میں انبیاء کرام، صحابہ کرام اور اولیائے کاملین شامل ہیں۔ انہی نفوس قدسیہ کے بارے میں سورہ ق آیت ۳۳ میں فرمایا گیا،

9 : " جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا ان سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ "۔ یہ قلبِ منیب بھی محبوبانِ خدا ہی کی شان ہے۔ انکے اوصاف سورہ مجادلہ آیت ۲۲ میں یوں بیان فرمائے گئے کہ " تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ انکے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا

marfat.com

اور اپنی طرف کی روح سے انکی مدد کی"۔(کنزالایمان)
سب سے افضل و اعلیٰ، طیب و طاہر اور کامل و اکمل دل جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر ہے۔ شب معراج میں جب نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس شق کیا گیا تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے قلب اطہر آب زمزم سے دھوتے ہوئے فرمایا، "اس دل میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں"۔(فتح الباری شرح بخاری) یہ حدیث مبارکہ بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بہترین دلیل ہے۔
اب آخر میں زنگ آلود دل کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارے میں سورہ مطففین آیت ۱۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے،
10 : " ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے" (کنزالایمان)
اسکی مزید وضاحت اس حدیث پاک سے ہوتی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر وہ توبہ کرے اور معافی مانگ لے تو اسکا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ مزید گناہ کرے تو سیاہی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتی ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ "انکے اعمال نے انکے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے"۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)
ایک اور حدیث پاک میں دلوں کی مذکورہ تمام اقسام کا خلاصہ بیان فرما دیا گیا ہے، آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "دل کی چار قسمیں ہیں اول: صاف کیا ہوا دل جس میں نور ایمان کی روشنی ہے یہ مومن کا دل ہے، دوم: سیاہ اور اندھا دل وہ کافر کا دل ہے، سوم: وہ دل جس پر غلاف ہے اور اسکا منہ بندھا ہوا ہے وہ منافق کا دل ہے، چہارم: وہ دل جس میں ایمان اور نفاق دونوں ہوں،

marfat.com

ایمان کی تاثیر اس میں ایسی ہوگی جیسے صاف پانی سبزہ کی نشو و نما کرتا ہے اور نفاق کا اثر اس میں ایسے ہوگا جیسے پیپ سے زخم مزید خراب ہو جاتا ہے پس جو چیز ان دونوں میں سے بڑھ جائے گی دل پر اسی کا حکم لگایا جائے گا"۔ (احمد، طبرانی)

اسی موضوع پر تیسری حدیث بھی سن لیجیے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے پانی سے لوہے کو زنگ لگتا ہے صحابہ کرام نے عرض کی، ان کی صفائی کیسے ہوگی؟ فرمایا، موت کو زیادہ یاد کرنے سے اور قرآن حکیم تلاوت کرنے سے" (بیہقی، مشکوٰۃ) ایک اور روایت میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کو دلوں کے زنگ کا علاج بتایا گیا ہے۔

نفس کی پاکی یا قلب کی صفائی سے متعلق قرآن حکیم کے بیان کردہ تین اصول ذہن میں رکھیے اول یہ کہ قلب و نفس کی پاکیزگی کا حقیقی خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، سورہ نور آیت ۲۱ میں ارشاد ہوا، "اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے"۔ دوم یہ کہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے در دولت سے تقسیم ہوتی ہے، سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۱ میں ارشاد ہے، "(نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں پاک کرتے ہیں"۔ سوم یہ کہ انسان کو تزکیہ قلب کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "بیشک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا" (الشمس: ۹) خلاصہ یہ ہے کہ تزکیہ و تصفیہ قلب اپنی طلب و کوشش سے ملتا ہے، یہ دولت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیض ہی سے نصیب ہوتی ہے خواہ یہ مرشد کامل کی نظر عنایت اور توجہ سے حاصل ہو نیز یہ نعمت محض رب تعالیٰ کی عطا ہے وہ جسے چاہے بغیر محنت و مشقت کے بھی یہ نعمت عطا فرماتا ہے۔

marfat.com

اصل بات یہ ہے کہ بندہ قلب کی پاکی کے لیے جلدی کرے کہ موت کا کچھ پتا نہیں کب آجائے۔ سورہ حدید آیت ۱۶ میں فرمایا گیا، "کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ انکے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو انکے دل سخت ہوگئے"۔ اس آیت کے شان نزول میں شیخ التفسیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں، "ایک بار حضور علیہ السلام نے بعض صحابہ کو ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا، تم ہنستے ہو حالانکہ ابھی تک تمہارے پاس امان نہ آئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی، صحابہ کرام نے عرض کی اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے فرمایا، اتنا ہی رونا (خزائن العرفان) معلوم ہوا کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے جبکہ موت کی یاد، خوف خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رونا دل کو بیدار کرتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں سورہ ق آیت ۳۷ کے تحت فرماتے ہیں، "دل ہر قسم کی میل اور آلودگی سے پاک وصاف ہو اور تجلیات ربانی کے حصول کی استعداد رکھتا ہو اور غیر اللہ سے خالی ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو ہو (یہی اصل دل ہے) اسکی تصدیق اس حدیث قدسی سے ہوتی ہے کہ میں نہ زمین میں سما سکتا ہوں اور نہ آسمان میں لیکن مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔ صوفیہ کے نزدیک یہ مقام فنا کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے"۔ احیاء العلوم میں امام غزالی نے یہ حدیث پاک بیان کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر بنی آدم کے دلوں پر شیاطین کا گزر بسر نہ ہوتا تو آسمان کے فرشتے اور اسرار الٰہی انہیں دکھائی دیتے"۔ المنبہات میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد تحریر فرمایا ہے کہ جب زبان بگڑ

marfat.com

جاتی ہے تو لوگ پریشان ہوتے ہیں اور جب دل بگڑ جاتا ہے تو فرشتے آنسو بہاتے ہیں۔

صوفیہ کرام دل کی مثال ایک آئینہ سے دیتے ہیں جس میں تجلیات ربانی کے مشاہدے اور انوار الہیٰ کے منعکس ہونے کی صلاحیت موجود ہے اس صلاحیت کا استعمال جبھی ممکن ہے کہ دل کے آئینے کو صاف و شفاف رکھا جائے، گناہوں کے زنگ اور برائیوں کے گرد و غبار سے اسکی حفاظت کی جائے۔ یہ بات روز مرہ کے مشاہدے میں ہے کہ آئینہ صاف کرنے کے کچھ دیر بعد آپ اسے دیکھیے تو اس پر گرد و غبار کے ذرات نظر آئیں گے اگر اسکی صفائی پر توجہ نہ دی جائے تو چند دنوں میں اس پر گرد کی تہہ جم جائے گی اور آخر کار اس میں صورت دیکھنا بھی ممکن نہ رہے گا۔ یہی حال انسانی دل کا ہے، اگر مجاہدات اور ذکر و فکر کے ذریعے اسکی صفائی نہ کی جائے تو یہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر چیز کو چمکانے کے لیے کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (مشکوٰۃ)

اگر دل کو پانچوں وقت نماز کے ذریعے صاف و شفاف رکھا جائے اور تلاوت قرآن و ذکر الہیٰ سے چمکایا جائے اور پھر مسلسل مجاہدہ و محاسبہ کے ذریعے اسکی حفاظت بھی کی جائے تو دل کا نور بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ شریعت کی اتباع اور سنت کی پیروی طبیعت کا جزو اور عادت بن جاتی ہے اور پھر اس آئینہ دل میں قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انوار و تجلیات الہی کا انعکاس ہوتا ہے اور اس قلب کی نورانیت سے دوسرے قلوب بھی فیضیاب ہوتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر بندے کو جنت کی آرزو یا دوزخ سے بچنے کی فکر نہیں رہتی اور اسکے لیے تعریف و مذمت اور سونا و خاک یکساں ہو جاتے ہیں پھر بندہ ——

marfat.com

صرف رضائے الہیٰ اور لقائے حبیب کا طالب ہو جاتا ہے۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنائے

" فراق و وصل کو کیا ڈھونڈتا ہے محبوب کی رضا تلاش کر کیونکہ محبوب سے محبوب کے سوا کی تمنا بڑے افسوس کی بات ہے "۔

---

## ایمان افروز باتیں

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک شب اپنے مکان کی چھت پر خوف خدا سے گریہ وزاری کر رہے تھے اور آپکے آنسو پرنالے سے نیچے گر رہے تھے کہ ایک شخص پر کچھ قطرے ٹپک گئے اس نے آواز دیکر پوچھا، یہ پانی پاک ہے یا ناپاک ؟ آپ نے جواب دیا، اپنے کپڑے کو پاک کر لینا کیونکہ یہ ایک گناہگار کے آنسو ہیں۔ ایک بار آپ کسی میت کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے وہاں بہت روئے اور فرمایا، اے لوگو! جب آخری منزل آخرت ہے تو پھر ایسی دنیا کے خواہش مند کیوں ہو جسکا انجام قبر ہے اور ایسے عالم سے کیوں نہیں ڈرتے جسکی پہلی منزل ہی قبر ہے۔

ایک بار لوگوں نے آپ سے پوچھا، اس قدر زہد و تقوی کے باوجود آپ اتنا زیادہ کیوں روتے ہیں ؟ فرمایا، " میں اسلیے روتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری کسی خطا پر اللہ تعالیٰ گرفت کر کے یہ فرمادے اے حسن! میری بارگاہ میں تیری کوئی وقعت نہیں تیری اس خطا کے باعث تیری تمام عبادت کو رد کر دیا گیا ہے "۔

(تذکرۃ الاولیاء)

marfat.com

## باب سوم: اولیاء اللہ اور انکی پہچان

5 **** سوال: اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟ یہ بھی ارشاد فرمائیے کہ انکے کتنے درجات ہیں؟

جواب: اولیاء اللہ کا تعارف قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں، انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے" (سورہ یونس: آیت ۶۲ تا ۶۴، کنزالایمان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید، ان پر انبیاء اور شہداء قیامت کے دن ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے رشک کریں گے۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں خبر دیجیے وہ کون ہیں؟ فرمایا، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں بغیر آپس کی قرابت داری کے، بغیر آپس کے مالی لین دین کے تو اللہ تعالیٰ کی قسم انکے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے جب لوگ ڈریں گے یہ نہ ڈریں گے اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے اور یہ آیت تلاوت فرمائی، خبردار رہو بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے

marfat.com

دیدار سے خدا یاد آئے۔ (تفسیر صاوی، تفسیر مظہری)

اولیاء "ولی" کی جمع ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں ولی کے معنی قریب، محب، صدیق اور مددگار بیان کیے ہیں، کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ نے ولی کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں،

"یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مرتبہ ولایت اس طرح عطا فرمائے کہ اسے کائنات میں تصرف و اختیار سے نوازے اور اسکی تمام دعائیں قبول کی جائیں" - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بہت سے گرد آلود بالوں والے اور لوگوں کے دروازوں سے دور رہنے والے ایسے ہیں کہ اگر کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری فرمائے گا۔ (مسلم)

دوسری روایت میں ہے، "بہت سے گرد آلود بالوں اور پرانے کپڑوں والے لوگ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ انکی قسم ضرور پوری فرماتا ہے"۔ (ترمذی، بیہقی)

مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم مثنوی میں فرماتے ہیں،

علم حق در علم صوفی گم شود ؛ ایں سخن کے باور مردم شود

گفتہء او گفتہء اللہ بود ؛ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

"حق تعالیٰ کا علم عارف صوفی کے علم میں پوشیدہ ہوتا ہے اگرچہ عام لوگوں کو یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے، ولی کی گفتگو دراصل اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہوتی ہے اگرچہ بظاہر بندہ. خدا کے حلق سے نکلتی ہے"۔

صوفیہ کی اصطلاح میں ولی وہ ہے جس کا دل شب و روز ذکر الٰہی اور تسبیح و تہلیل میں محو اور مصروف ہو. اسکے دل میں محبت الٰہی کے سوا کسی غیر کے لیے جگہ نہ ہو اور وہ جس سے بھی محبت یا نفرت کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے

marfat.com

لیے کرے ۔(تفسیر مظہری) فتوحات مکیہ میں ہے، " ولی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت و رحمت سے چاروں دشمنوں یعنی خواہشات، نفس، شیطان اور دنیا سے جہاد کرنے کی طاقت و قدرت عطا فرمادی ہو " ۔ شیخ الاسلام مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں، " ولایت ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے ولایت وہبی شے ہے نہ یہ کہ اعمال شاقہ سے آدمی خود ہی حاصل کرلے البتہ غالباً اعمال حسنہ اس عطیہ الہیٰ کے لیے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداً مل جاتی ہے " ۔(بہار شریعت حصہ اول)

یعنی اللہ تعالیٰ کے بعض محبوب بندے پیدائشی ولی ہوتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام اور سرکار غوث اعظم جیلانی قدس سرہ وغیرہ جبکہ بعض بندوں کو تقویٰ و ریاضت اور مجاہدوں کے بعد ولایت کا منصب عطا کیا جاتا ہے اور بعض بندوں کو کسی ولی کامل کی نگاہ کرم سے مرتبہ ولایت عطا کردیا جاتا ہے جیسے سورہ یٰسٓ میں حبیب نجار کا واقعہ بیان ہوا ہے یا وہ صحابہ کرام جنہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر کرم نے ولی بنادیا یا حضور غوث اعظم کے پاس چور کا آنا اور ایک لمحہ میں مقام ولایت پر فائز کیا جانا کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں، " اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نشانیوں کو آج تک باقی رکھا ہے اور اپنے اولیاء کو اسکے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ توحید الہیٰ اور نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے براہین ہمیشہ ظاہر رہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو کائنات کا والی بنایا ہے اب وہ دنیا میں ذکر الہیٰ اور اسکی دلیل بن گئے ہیں، انہوں نے نفس کی پیروی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ

marfat.com

کی بندگی اختیار کر لی ہے۔ اب آسمان سے بارش انہی کے صدقے میں نازل ہوتی ہے زمین کا سبزہ انہی نفوس قدسیہ کی برکتوں سے اگتا ہے اور مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ انہی کے توجہ وفیضان سے عطا ہوتا ہے"۔

اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں تشریعی اولیاء اور تکوینی اولیاء۔ تشریعی اولیاء وہ متقی صالح مسلمان ہیں جنہیں قرب الٰہی حاصل ہو، ہر چالیس (۴۰) متقی مسلمانوں میں سے ایک تشریعی ولی ہوتا ہے۔ تکوینی اولیاء وہ مقرب بندے ہیں جنہیں دنیا میں تصرف کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ انکے بہت سے درجات ہیں مثلاً غوث، قطب، ابدال، اوتاد، ابرار، نقیب وغیرہ۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی فرماتے ہیں، "اولیاء کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے ان میں جو اصحاب خدمت ہیں انکو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے سیاہ وسفید کے مختار بنا دیے جاتے ہیں یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں ان کو اختیارات وتصرفات حضور کی نیابت میں ملتے ہیں، علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں ان میں بہت کو ما کان وما یکون اور تمام لوح محفوظ پر مطلع کیا جاتا ہے مگر یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ وعطا سے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ (بہار شریعت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ غوث اکبر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اسکے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ

marfat.com

عنہ پھر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ غوث ہوئے۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک سب حضرات مستقل غوث ہوئے پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے انکے نائب ہوئے۔ انکے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث ہوئے آپ غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ آپ کے بعد سے امام مہدی تک سب نائب غوث اعظم ہوں گے پھر امام مہدی کو غوثیت کبریٰ عطا ہو گی۔
(ملفوظات حصہ اول)

صدر الشریعہ فرماتے ہیں، " تمام اولیائے اولین وآخرین میں سب سے زیادہ معرفت و قرب صدیق اکبر کو ہے پھر فاروق اعظم پھر ذوالنورین پھر مولیٰ مرتضیٰ کو رضی اللہ عنہم اجمعین ہاں مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جانب کمالات نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانب کمالات ولایت حضرت مولیٰ مشکل کشا کو، تو بعد کے تمام اولیاء نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی اور انہی کے دست نگر تھے اور ہیں اور رہیں گے "۔ (بہار شریعت)

داتا صاحب فرماتے ہیں، " اولیاء کرام میں سے چار ہزار اولیاء لوگوں سے مخفی رہتے ہیں یہ ایک دوسرے کو بھی نہیں پہچانتے بلکہ اپنے حال ولایت سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ یہ تمام احوال میں اپنے آپ سے اور مخلوق سے مخفی رہتے ہیں۔ بارگاہ الہٰی کے خصوصی مقربین ۳۰۰ ہیں انہیں اخیار کہا جاتا ہے، ۴۰ ابدال ہیں، ۷ ابرار اور ۴ اوتاد کہلاتے ہیں۔ ۳ نقیب اور ایک کو غوث یا قطب کہا جاتا ہے۔ ان میں سے تمام ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور یہ تمام امور میں اپنے سے اعلیٰ کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس بارے میں روایات گواہ

marfat.com

ہیں اور اہلسنت کا اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے"۔(کشف المحجوب)

بعض اکابر اولیاء کرام نے اپنی کتب میں ان مقربین بارگاہ الٰہی کی مختلف تعداد اور مختلف نام بھی بیان کیے ہیں۔ البتہ ابدال کے بارے میں مسند احمد کے حوالے سے مشکوۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابدال ملک شام میں ہونگے، وہ ۴۰ مرد ہیں جب ان میں ایک وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی جگہ دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے ان کی برکت سے بارشیں برستی ہیں انکے ذریعے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور انکی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع ہوتا ہے"۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ تمام صحابہ کرام اولیاء اللہ ہیں۔ اولیاء کرام معصوم نہیں ہوتے البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ کوئی ولی احکام شریعت سے سبکدوش نہیں ہو سکتا نیز ہر متقی کا ولی ہونا بھی ضروری نہیں۔ کوئی ولی خواہ کتنا ہی تقویٰ اور تقرب حاصل کر لے کسی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اسی طرح کوئی (غیر صحابی) ولی کتنا ہی اعلیٰ مقام کیوں نہ حاصل کر لے کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

6 **** سوال: کرامت اور معجزہ میں کیا فرق ہے؟ کیا ولی ہونے کے لیے کرامت ظاہر کرنا ضروری ہے؟

جواب: نبی سے جو خلاف عادت و ناممکن بات اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہو اسے " ارہاص " کہتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد ظاہر ہو تو اسے " معجزہ " کہتے ہیں۔ ایسی تعجب خیز بات اگر ولی سے ظاہر ہو تو " کرامت " اور اگر عام مومن سے ظاہر ہو تو " معونت " کہلاتی ہے۔ اگر کافر سے کبھی کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے تو اس کو " استدراج " کہا جاتا ہے۔ اولیاء کی کرامت حق ہے اس کا منکر

marfat.com

گمراہ ہے۔(بہار شریعت)

ہر نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے جبکہ ولی کے لیے کرامت کا ہونا ضروری نہیں۔کیونکہ ولی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا اس کا ثبوت دے بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ کئی اولیاء ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا۔داتا صاحب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ "صاحب معجزہ کو اپنے معجزے کا یقینی علم ہوتا ہے جبکہ ولی کو اپنی کرامت کا یقینی علم نہیں ہوتا۔صاحب معجزہ شریعت میں تصرف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق معجزے کی ترتیب میں نفی اثبات کرتا ہے جبکہ صاحب کرامت کو اس مسئلے میں سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ پس کسی طرح بھی ولی کی کرامت نبی کی شریعت کے منافی نہیں ہو سکتی۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے مقال عرفاء میں سیدنا سری سقطی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ تصوف تین وصفوں کا نام ہے ایک یہ کہ اسکا نور معرفت اسکے نور ورع کو نہ بجھائے دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔(رسالہ قشیریہ) مولانا جامی شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے ہاتھ پر خوارق عادات (کرامات) ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق جو اسکے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر و استدراج ہیں۔" (مقال عرفا ص ۴۲ بحوالہ نفحات الانس)

بہار شریعت میں ہے، " مردے زندہ کرنا، پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، غرض تمام

marfat.com

خوارق عادات (ناممکن باتیں) اولیاء سے ممکن ہیں سوائے اس معجزہ کے جسکی بابت دوسروں کے لیے ممانعت ثابت ہو چکی جیسے قرآن مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا یا دنیا میں بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار یا کلام حقیقی سے مشرف ہونا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف بن برخیا کی کرامت سورہ نمل میں مذکور ہے کہ آپ نے سینکڑوں میل کی مسافت سے پلک جھپکنے سے قبل تخت بلقیس کو دربار سلیمانی میں حاضر کر دیا۔ سورہ آل عمران میں حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت بیان کی گئی ہے کہ بوقت ضرورت انکے پاس غیب سے کھانا پانی موجود ہوتا۔ اسکے علاوہ بکثرت کرامات کتب تفاسیر و احادیث میں منقول ہیں بلکہ مشکوٰۃ شریف میں کرامات کا پورا باب موجود ہے جس میں 12 احادیث ہیں۔

ہر ولی کی کرامت اسکے نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ولایت کے لیے کرامت کا ہونا ضروری نہیں۔ سینکڑوں صحابہ کرام ایسے ہیں جن سے کوئی کرامت مروی نہیں، بیشمار اولیاء اللہ بھی ایسے ہیں جن سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ کئی اولیاء کرام ایسے بھی تھے جو کرامات ظاہر کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ داتا صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے مرشد فرماتے تھے کہ اگر ولی اپنی ولایت ظاہر کرے تو یہ اسکی ولایت کے لیے نقصان دہ نہیں لیکن اگر وہ تکلف کے ساتھ اس کا اظہار کرے تو یہ تکبر ہے"۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں، "سلوک کے سو درجے ہیں ان میں سترھواں درجہ کرامت ہے اگر سالک اسی درجہ میں رہ جائے تو وہ باقی کے ۸۳ درجوں تک کیسے پہنچے گا؟"۔ (فوائد الفواد)

اولیاء کرام کی یہ کرامات حق ہیں لیکن صرف یہ سمجھنا کہ جو کرامت دکھائے گا

marfat.com

وہی ولی ہو گا یہ بالکل غلط نظریہ ہے۔ موجودہ دور میں اہل اللہ سے لوگوں کو دور کرنے میں ان ظاہر بیں جہلا کا بھی بڑا ہاتھ ہے جنہوں نے ایسے غلط نظریات کا چرچا کر کے یہ تصور پھیلایا کہ ولی وہ شخص ہو گا جو دن رات کرامات دکھاتا ہو۔ جو کوئی اسکے پاس جائے وہ اسکے دل کی باتیں بتانا شروع کر دے اور یہی نہیں بلکہ وہ اسکے مستقبل کے حالات اور غیبی خبریں بھی بتاتا ہو۔ ہوا میں مصلیٰ بچھا کے نمازیں پڑھتا ہو وغیرہ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انفاس العارفین میں فرماتے ہیں کہ "کشف کے سر پر جوتا یعنی اہل تصوف کے نزدیک استقامت معتبر ہے نہ کہ کرامت"۔ اسی لیے صوفیہ فرماتے ہیں الاستقامۃ فوق الکرامۃ یعنی (دین پر) استقامت کا درجہ کرامت سے بہت بلند ہے۔

یہ مسئلہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدہ انداز میں سمجھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں، "شیخ سعد الدین حمویہ ایک مرد بزرگ تھے، شہر کا حاکم انکا عقید ممتند نہیں تھا ایک دن حاکم شہر آپکی خانقاہ پہنچا۔ آپ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کچھ سیب منگوائے۔ ان میں ایک سیب خاصا موٹا تھا حاکم کے ذہن میں خیال آیا کہ اگر شیخ کامل ولی ہیں تو یہ موٹا سیب مجھے دے دیں۔ جیسے ہی حاکم کے دل میں یہ خیال آیا شیخ نے وہ سیب اٹھالیا اور حاکم سے کہا۔ ایک دفعہ میں سفر میں تھا دوران سفر ایک شہر میں مجمع دیکھا۔ ایک بازی گر کرتب دکھارہا تھا اس نے ایک گدھے کی آنکھوں پر کپڑا باندھ رکھا تھا پھر اس نے ایک انگوٹھی تماشائیوں میں سے کسی کے ہاتھ پر رکھ دی اور لوگوں سے کہنے لگا جس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اسے گدھا ڈھونڈ لے گا۔ پھر وہ گدھا لوگوں کے پاس چکر لگانے لگا وہ سب کو سونگھتا ہوا اس آدمی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا بازی گر نے آکر اس آدمی کے ہاتھ سے انگوٹھی لے لی۔ اس حکایت کو بیان کر کے شیخ

marfat.com

نے والی شہر سے فرمایا، اگر کوئی شخص اپنے کشف اور کرامت کا ذکر کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس بازی گر کے گدھے کے درجے پر رکھتا ہے اور اگر وہ اس بارے میں کچھ ہنیں کہتا تو تمہارے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ اس میں باطنی فراست ہنیں۔ شیخ نے یہ فرما کر سیب حاکم شہر کے سامنے رکھ دیا "۔ (فوائد الفواد)

عارف کامل حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں قدس سرہ، سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں فرماتے ہیں، " ولی پر اپنا حال چھپانا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ نبی پر اپنی نبوت کو ظاہر کرنا۔ ولی کی ولایت اگر مجبوراً ظاہر ہو جائے تو کوئی حرج ہنیں البتہ قصداً اسے اپنی ولایت ظاہر ہنیں کرنی چاھیے۔

حضرت بہاء الدین نقشبند قدس سرہ سے لوگوں نے کرامت کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا اس سے بڑھ کر کرامت کیا ہو گی کہ اتنے گناہوں کے باوجود زمین پر چل رہا ہوں۔ اللہ اکبر!

شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے فرمایا یہ کوئی مشکل کام ہنیں کیونکہ بطخ اور ممولا (جو چڑیا کی ایک قسم ہے) بھی پانی پر چلتے ہیں لوگوں نے کہا فلاں ہوا میں اڑتا ہے فرمایا، چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں لوگوں نے کہا فلاں پل بھر میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے فرمایا، شیطان ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب چلا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی قدر و قیمت ہنیں، مرد تو وہ ہوتا ہے جو مخلوق میں رہ کر اس سے محبت اور تعلق رکھے، شادی کرے، دنیاوی امور میں الجھ جائے لیکن پھر بھی اسکا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو "۔

7 **** سوال: یہ بات واضح ہو گئی کہ ولی کے لیے کرامت ضروری ہنیں تو

marfat.com

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ولی کی پہچان کیسے کی جائے؟
جواب: قرآن حکیم میں اولیاء اللہ کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے، "وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں"۔ (یونس: ۶۳) سورہ مریم آیت ۹۶ میں ارشاد ہوا، بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب رحمان انکے لیے محبت کر دے گا"۔ یعنی انہیں اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں انکی محبت ڈال دے گا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبریل میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اے اہل آسمان! اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس نیک بندے کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے اور زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ (مسلم)
ایک اور روایت میں جسے تفسیر مظہری میں بیان کیا گیا ہے، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو سب سے بہتر ہیں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلائیے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جب انکا دیدار ہو خدا یاد آجائے کیونکہ انکا دل ایسا آئینہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا عکس پڑ رہا ہے اور جب کوئی شے ایسے آئینہ کے سامنے رکھی جائے جس پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں تو وہ بھی روشن اور چمکدار ہو جاتی ہے۔

marfat.com

ان احادیث مبارکہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ ولی وہ ہے جسے مسلمان ولی اور مقرب جانیں اور دوسری علامت یہ ہے کہ انکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے۔ یہ بات بھی عرض کر دوں کہ ولی کے بارے میں یہ سوچنا صحیح نہیں کہ کوئی انکا مخالف ہی نہیں ہو گا سب عقیدتمند ہی ہوں گے۔ جیسا کہ بعض لوگ یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اولیاء و صوفیہ کرام تو کسی کو برا نہیں کہتے تھے محض خدمت خلق انکا شعار تھا۔ یہ محض شیطانی دھوکا ہے کیونکہ قرآن مجید میں جا بجا نیکی کا حکم دینے اور بدی سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے اولیاء کرام سے زیادہ کون اس فریضے کی اہمیت سے آگاہ ہو گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ اہل اللہ نے ہر دور میں کلمہ حق بلند کیا ہے اور یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب بھی برائی اور شر کی مذمت کی جائے گی برائی اور شر کو پسند کرنے والے اہل حق کے راستے میں مشکلات اور رکاوٹیں ڈالنے کی بھرپور کوشش کریں گے اسلیے قرآن عظیم نے یہ بات واضح فرما دی ہے،

"اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے یہ لوگ ہیں جن پر انکے رب کی درودیں ہیں اور رحمت، اور یہی لوگ راہ پر ہیں"۔ (البقرۃ: ۱۵۵ تا ۱۵۷، کنزالایمان)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے ملفوظات شریف میں بیان فرمایا ہے کہ ایک صاحب ولایت نے کسی دور دراز مقام سے محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا راہ میں جس سے حضرت محبوب الٰہی کا حال دریافت فرماتے لوگ تعریف ہی کرتے۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا میری

marfat.com

محنت ضائع ہوئی کیونکہ اگر یہ حق گو ہوتے تو کچھ لوگ ضرور انکی برائی کرتے جب دہلی کے قریب پہنچے اور لوگوں سے پوچھا تو مذمتیں سنیں، کوئی کہتا کہ وہ دہلی کا مکار ہے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ - انہوں نے کہا، الحمدللہ میری محنت وصول ہوئی -

آپ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ہی کی مثال لیجیے - انگریز دور میں جب شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخیوں کا فتنہ شروع ہوا تو آپ نے بدمذہبوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا - بارگاہ رسالت کے گستاخوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی، اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں، "برملا فحش گالیاں دیتے ہیں بعض خبثا تو مغلظات سے بھرے ہوئے بیرنگ خطوط بھیجتے ہیں پھر ایک نہیں اللہ اعلم کتنے خطوط آتے ہیں مجھے اسکی پرواہ نہیں اس سے زیادہ میری ذات پر حملہ کریں میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے مجھے دین کی ڈھال بنایا، کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے گالیاں دیتے، برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص سے باز رہتے ہیں ادھر سے کبھی اسکے جواب کا وہم بھی نہیں ہوتا اور نہ کچھ برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت ان کی عزت پر نثار ہی ہونے کے لیے ہے، قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا، "البتہ تم مشرکوں اور اگلے کتابیوں سے بہت کچھ برا سنو گے" - بڑے بڑے ائمہ و مجتہدین و صحابہ و تابعین تو مخالفین کے سب و شتم سے بچے نہیں یہ درکنار جب اللہ واحد قہار اور اسکے پیارے حبیب و محبوب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانی چاہی، انہیں عیب لگائے تو اور کوئی کس گنتی میں" - (ملفوظات حصہ دوم)

اولیاء کرام کے حوالے سے کچھ باتیں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں ان میں سے یہ نکتہ خاص توجہ کے لائق ہے کہ مومن اور متقی ہی ولی ہو سکتا ہے جیسا کہ

marfat.com

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ہوا پر چارزانو بیٹھتا ہے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ فرض، واجب، مکروہ، حرام اور محافظت حدود و آداب شریعت میں کیسا ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

اسی طرح عارف باللہ سیدنا ابو القاسم قشیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام طریقت سیدنا ابو علی رود باری بغدادی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص مزامیر سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لیے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا فرمایا، ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔ (رسالہ قشیریہ)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مقال عرفاء میں عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کا یہ قول نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں، "اے عاقل اے طالب حق! دیکھ یہ مشائخ طریقت و ارباب حقیقت سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کر رہے ہیں اور کیوں نہ کریں کہ وہ واصل نہ ہوئے مگر اسی تعظیم اقدس اسی سیدھی راہ پر چلنے کے سبب اور ان سے یا انکے سوا اور اولیاء کاملین کے سرداروں میں سے کسی سے بھی منقول نہیں کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی ہو یا اسکے قبول کرنے سے باز رہا ہو بلکہ وہ سب اسکے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باطنی علوم کی بنیاد سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی رکھتے ہیں تو ہرگز تجھے دھوکہ میں نہ ڈالیں ان جاہلوں کی حد سے گزری ہوئی باتیں جو سالک بنتے ہیں حالانکہ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور صراط مستقیم چھوڑ کر جہنم کی راہ چلتے ہیں"۔

---

marfat.com

# باب چہارم: طلب مرشد و ضرورت بیعت

8 **** سوال: طلب مرشد کیوں ضروری ہے؟ اس سلسلے میں قرآن و سنت کی تعلیمات ارشاد فرمائیے نیز عقلی دلائل بھی بیان کیجئے۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، "بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا اور نماز پڑھتا رہا، البتہ تم لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت اس سے بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے"۔ (الاعلیٰ: ۱۴ تا ۱۷) ان آیات سے معلوم ہوا کہ فلاح و کامیابی کے حصول کے لیے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن بیحد ضروری ہے۔ جس طرح استاد کی شاگردی اختیار کیے بغیر کوئی فن آسانی سے اور کامل طور پر نہیں سیکھا جا سکتا اسی طرح مرشد کامل کی بیعت کے بغیر باطنی پاکیزگی اور تزکیہ نفس بہت مشکل ہے۔ مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں،

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر، ہست بس پر آفت و خوف و خطر

"پیر کا دامن تھام لے کہ یہ سفر بغیر پیر کے آفتوں اور خوف و خطر سے پر ہے"۔

پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ، ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ

"یہ (طریقت کا) راستہ وہ ہے جو تو نے پہلے کبھی نہیں دیکھا، خبردار اس راستے پر تنہا نہ جا اور رہبر و مرشد سے ہرگز منہ نہ موڑ"۔

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد، او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد

"جو شخص بھی بغیر مرشد کے اس راستے پر چلتا ہے وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہو جاتا ہے"۔

... گر نباشد سایۂ پیر اے فضول، بس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول

marfat.com

"اے نا سمجھ! اگر پیر کا سایہ نہ ہو تو شیطانی وسوسے تجھے بہت پریشان کریں گے"۔ (مثنوی شریف)

طریقت کا اہم مقام مرتبہ احسان کا حصول ہے اور اس سے بھی اعلیٰ قرب الٰہی کی وہ منزل ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے اور جس کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد ہے، من کان للہ کان اللہ لہ "جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا"۔ اور شیخ سعدی فرماتے ہیں،

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ، کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

"اے مسلمان! تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی نہ کر تاکہ کوئی شے تیرے حکم سے روگردانی نہ کرے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی عطا فرمائی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان طریقت و معرفت کے اعلیٰ درجے کو حاصل کیے ہوئے تھے لیکن جب وہ اپنے مرشد کامل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سے دور ہوتے تو اپنے قلب کی کیفیت کو متغیر پاتے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت حنظلہ ابن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور میرا حال پوچھا میں نے عرض کی حنظلہ تو منافق ہو گیا فرمایا، سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو میں نے عرض کی، ہم آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو حضور ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر سناتے ہیں اور ہم جنت و دوزخ کو اپنی نگاہوں کے سامنے محسوس کرتے ہیں لیکن جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گھر آتے ہیں تو بیوی، بچوں اور مال و اسباب میں مصروف ہو کر ہمارے دل کا حال پہلے جیسا نہیں رہتا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ معاملہ تو سب کے ساتھ پیش آتا ہے۔ پھر

marfat.com

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا معاملہ عرض کیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو تمہارے دل کا حال میرے پاس ہوتا ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ کبھی کبھی۔ (یعنی کبھی مشاہدہ حق پر ساری توجہ رہے اور کبھی جائز دنیاوی امور بھی انجام دیے جائیں)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ مرشد کامل کی صحبت قلب کو پاکیزگی اور معرفت ربانی عطا کرتی ہے۔ اگر ہم موجودہ ماحول اور معاشرے کا جائزہ لیں تو ہمیں تزکیہء نفس و مرتبہء احسان کا حصول بہت مشکل نظر آتا ھے یہاں تو قدم قدم پر شیاطین جن وانس اور نفس امارہ کے مکروفریب کے خطرات موجود ہیں۔ اس پر فتن دور میں تو بیعت مرشد کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے اور اشد ضرورت محسوس ھوتی ہے کہ کسی ایسی ہستی کا دامن پکڑا جائے جو اس راہ سے واقف ہو اور علوم شریعت وطریقت کا جامع ہو اور طالبان حق کی راہنمائی کا فریضہ احسن طور پر سرانجام دے سکے۔ عارف باللہ سیدنا ابوالقاسم قشیری فرماتے ھیں، "مرید پر واجب ھے کہ وہ کسی شیخ سے آداب طریقت سیکھے کیونکہ اگر اسکا کوئی استاد نہ ہو تو وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا"۔ (رسالہ قشیریہ)

مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔ "اے غافل! تو نیند کا متوالا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے راستے پر سو، ہوسکتا ھے کہ کوئی سالک تجھے مل جائے اور تجھے غفلت کی نیند سے بیدار کر دے۔ پھر فرمایا، اگرچہ تو شیر ہے مگر جب تو بغیر راہنما کے راستہ طے کرے گا تو لومڑی کی طرح گمراہ و ذلیل ہو جائے گا، خبردار شیخ کامل کے پروں کے بغیر پرواز نہ کرنا، پھر تجھے شیخ کے لشکروں کی مدد نظر

marfat.com

آئے گی"۔

آئیے اب قرآن مجید سے اس مسئلے میں راہنمائی حاصل کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اسکی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔ (مائدہ: ۳۵) اس آیت مقدسہ میں وسیلہ سے مراد ایمان نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خطاب اہل ایمان سے ہے، وسیلہ عمل صالح بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تقویٰ میں اعمال صالحہ بھی شامل ہیں پس وسیلہ سے مراد مرشد کامل کی بیعت ہے۔ یہی بات شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے القول الجمیل میں بیان فرمائی۔ لسان العرب میں ہے، "وسیلہ وہ ہے جس کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اسکا قرب حاصل کیا جائے"۔ "یہ وسیلہ علماء حقیقت و مشائخ طریقت ہیں"۔ (تفسیر جواہر التنزیل) مولانا روم نے بھی وسیلہ سے بیعت مرشد مراد لی ہے بلکہ آپ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ،

مولوی ہر گز نشد مولائے روم　　　تا غلام شمس تبریزی نشد

میرے پیر و مرشد مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے،

وصل مولا چاہتے ہو تو وسیلہ ڈھونڈ لو
بے وسیلہ نجدیو ہرگز خدا ملتا نہیں

دوسری آیت میں ارشاد ہوا، "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔ (توبہ: ۱۱۹) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا، "ان کے راستے پہ چل جو میری طرف متوجہ ہوئے"۔ (لقمان: ۱۵) مزید ارشاد ہوا، "اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے"۔ (الانبیاء: ۷) مزید ایک جگہ ارشاد ہوا "اور جسے وہ گمراہ کرے اسکے لیے تم نہ کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد"۔ (الکھف: ۱۷) ان آیات سے بھی علماء کرام نے طلب مرشد اور مرشد سے وابستگی پر استدلال کیا ہے۔

marfat.com

مولانا روم فرماتے ہیں، (ترجمہ) " تیرے بدن میں یہ بے معنی جان، غلاف میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے جب تک وہ غلاف میں ہو قیمتی ھے جب باہر نکلے جلانے کی چیز ہے۔ میدان جنگ (یعنی میدان حشر) میں لکڑی کی تلوار نہ لے جا پہلے دیکھ لے تاکہ کام خراب نہ ہو (اس دنیا میں ہی تزکیہ نفس کر تاکہ قیامت میں پچھتانا نہ پڑے)۔ اصل تلوار (یعنی پاک روح) تو اولیاء کے اسلحہ خانہ میں ہے، اگر اپنی روح کو قیمتی بنانا ہے تو اولیاء کی صحبت اختیار کرو۔ تھوڑی دیر اولیاء کی صحبت میں رہنا سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ھے اے انسان! اگر تو سنگ خارہ اور سنگ مرمر ہے تو بھی اہل دل کی صحبت اور نظر کرم سے موتی بن جائے گا، کسی حقیقی دولت والے کا دامن تھام لے تاکہ اسکی بزرگی سے تو بھی بلندی پالے۔ نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی جبکہ بد بخت کی صحبت تجھے بد بخت بنائے گی"۔ (مثنوی جلد اول)

ولیء کامل قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے۔ " انجن یہ نہیں دیکھتا کہ اسکے پیچھے فرسٹ کلاس کا ڈبہ ہے یا تھرڈ کلاس کا وہ تو اپنی طاقت کے مطابق سب کو کھینچ لیتا ھے بشرطیکہ اس سے کڑی مضبوط ملی ہو، اسی طرح مسلمان گویا ریل کے ڈبے ہیں اور اولیاء اللہ انکی مضبوط کڑیاں، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے آقا و رہبر، پس اگر ہم نے اولیاء اللہ کا دامن مضبوط تھاما، تو انشاء اللہ ضرور منزل مقصود پر پہنچیں گے "۔

دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزاء ہے انسان اس دنیا میں ایمان اور نیکیوں کی دولت جمع کرتا ہے اور جب اسکے راہ آخرت کے سفر پر روانہ ہونے کا وقت قریب آتا ہے تو شیطان کے ڈاکے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر انسان یہ قیمتی دولت اولیاء کاملین کی حفاظت میں سونپ دے تو انشاء اللہ ایمان محفوظ رہتا

marfat.com

ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نزع کا جب وقت آیا تو شیطان آیا کیونکہ اسوقت شیطان بھرپور کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا ایمان سلب ہو جائے۔ اس نے پوچھا اے رازی! تم نے ساری عمر مناظروں میں گزاری بتاؤ تمہارے پاس خدا کے وجود پر کیا دلیل ھے آپ نے ایک دلیل دی وہ خبیث معلم الملکوت رہ چکا ہے اس نے وہ دلیل علم کے زور سے توڑ دی۔ آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی توڑ دی یہانتک کہ آپ نے ۳۶۰ دلیلیں قائم کیں اور اس نے وہ سب توڑ دیں اب آپ سخت پریشان و مایوس۔ شیطان نے کہا، اب بول خدا کو کیسے مانتا ھے؟ آپکے پیر حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ وہاں سے میلوں دور کسی مقام پر وضو فرما رہے تھے اور چشم باطن سے یہ مناظرہ بھی دیکھ رہے تھے آپ نے وہاں سے آواز دی، رازی! کہہ کیوں ہنیں دیتا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ھوں۔ امام رازی نے یہ کہا اور حالت ایمان میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (ملفوظات حصہ چہارم)

سچ ہے کہ، ؎ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اعلیٰ حضرت نے اس بارے میں بہت پیاری بات ارشاد فرمائی، آپ ان کتوں کی مثال دیتے ہیں جن کے گلے میں کسی مالک کا ڈالا ھوا پٹا موجود ہوتا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ جب آوارہ کتے ختم کرنے کی بلدیہ کی طرف سے مہم چلائی جاتی ہے تو انہیں یہ حکم بھی دیا جاتا ہے کہ خبردار ہرگز کسی پٹے والے کتے کو نہ مارنا ورنہ اسکا مالک ہم پر مقدمہ کر دے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں،

دل پہ کندہ ہو تیرا نام کہ وہ دُزدِ رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

marfat.com

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھکو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں ہنیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

پیر طریقت حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ انسان کا نفس کتا ہے اسکے گلے میں شیخ کا پٹا ڈالو تا کہ مارا نہ جائے، شیخ کامل کی بیعت نفس کا پٹا ھے اور شجرہ اسکی زنجیر۔ اگر یہ پٹا قائم رہے تو انشاء اللہ نفس بہک نہ سکے گا۔

مرشد کامل کی بیعت پر ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ بندہ از خود نماز پڑھتا رہے یا کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ اقرار کرے کہ میں پانچوں وقت با جماعت نماز ادا کروں گا، نفسیاتی طور پر اس اقرار کا اثر انسان کے ذہن پر زیادہ ہوتا ہے، اس طرح احساس ذمہ داری بڑھ جاتا ہے۔ مزید یہ کہ انسان کو یہ احساس بھی رہتا ہے کہ مجھ سے پیرو مرشد نماز کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں یا یہ کہ میرے پیر بھائی تو نمازی ہیں اگر میں نماز نہ پڑھوں گا تو شرمندگی ہوگی۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی بیعت مرشد کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ھیں، " فلاح کی دو قسمیں ھیں، فلاح ظاہری اور فلاح باطنی۔ فلاح ظاہری یہ ہے کہ دل اور بدن دونوں پر جو احکام الہیٰ ہیں سب بجا لائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے۔ نفس کی بری عادات اگر ختم نہ ہو سکیں تو معطل ضرور رہیں، مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے سخاوت کرے، حسد پاتا ہو تو بھی کسی کا برا نہ چاھے کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اسکے بعد مواخذہ ہنیں بلکہ اجر عظیم ہے یہی فلاح تقویٰ ہے کہ آدمی اس سے سچا متقی ہو جاتا ہے۔

marfat.com

فلاح باطنی یہ ہے کہ دل و جسم سے تمام بری صفات دور کی جائیں اور پھر اچھی صفات اختیار کر کے شرک خفی (یعنی ریا) کو مکمل ختم کیا جائے یہاںتک کہ لا مقصود الا اللہ، پھر لا مشھود الا اللہ پھر لا موجود الا اللہ کی تجلیاں جلوہ گر ہوں۔ یعنی پہلے دل غیر کے خیال سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم ہو اور پھر حق کی حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لیے ہے باقی سب سائے اور عکس۔ یہ فلاح احسان ہے۔ فلاح تقویٰ میں تو عذاب سے دوری اور جنت کا آرام تھا اور فلاح احسان اس سے عظیم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر، کسی قسم کا اندیشہ و غم بھی پاس نہیں آتا، یہ مقام ولایت ہے۔ ان دونوں قسموں کی فلاح کے لیے پیرو مرشد سے تعلق بیحد ضروری ہے"۔ (فتاویٰ افریقہ ملخصاً)

9 **** سوال: بیعت کسے کہتے ہیں اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ بھی فرمائیں کہ پیرو مرشد میں کن صفات کا پایا جانا ضروری ہے؟

جواب: بیعت کے معنی ہیں خود کو بیچ دینا یا بک جانا، بیعت کی اصل یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر ۱۴۰۰ صحابہ کرام سے درخت کے نیچے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اور اسکا ذکر قرآن پاک کی سورہ فتح میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ھیں، اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں اسی لیے آپ سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے۔ معلوم ہوا کہ خلیفہ سے بیعت اصل سے بیعت ہوتی ہے لہذا ہم بالواسطہ طور پر جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے بیعت کی نسبت قائم کرتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں، "پیر کامل کے سوا کسی کو ہاتھ نہ پکڑاؤ، کیونکہ اسکے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل

marfat.com

ہے۔ اے مرید! وہ اپنے وقت کے نبی کا مظہر ہے کیونکہ اس سے نبی کا نور جھلکتا ہے۔ تو اس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا اور ان بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بن گیا ہے"۔ (مثنوی جلد ۵)

علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں، فقیر کہتا ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشائخ کرام سے اکتساب فیض کا ثبوت ملتا ہے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے بیعت لیا کرتے تھے کبھی ہجرت اور جہاد پر، کبھی اطاعت و فرمانبرداری پر کبھی ارکان اسلام پر قائم رہنے پر جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ذکر ہے اور کبھی گناہوں کو ترک کرنے پر جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ملفوظات شریف جلد ۲ میں حضور کے حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے تین بار بیعت لینے کا ذکر فرمایا ہے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ بیعت لینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور بیعت ہونا صحابہ کرام کی سنت سے ثابت ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی فرماتے ہیں، "اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادت کے طریق پر ثابت ہوا وہ سنت ہے لہذا بیعت کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں"۔ (القول الجمیل)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے صرف کلام کے ذریعے بیعت لیتے تھے اور آپ کا دست مبارک کبھی کسی اجنبی عورت کے ہاتھ سے مس نہ ہوا۔ (بخاری)

امام اہلسنت نے فتاویٰ افریقہ میں اس موضوع پر بہت عمدہ اور مدلل گفتگو

marfat.com

فرمائی ہے اسکا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کر دیتا ہوں آپ فرماتے ہیں، " مرشد کی دو قسمیں ہیں عام: جو کہ کلام اللہ، کلام الرسول، کلام ائمہ شریعت و طریقت اور کلام علماء حق ہے۔ یعنی عوام کا راہنما علماء حق کا کلام، ان کا راہنما ائمہ کا کلام، ان کا راہنما رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور حضور کا مرشد اللہ تعالیٰ کا کلام۔ فلاح ظاہری اور فلاح باطنی دونوں کے لیے اس مرشد عام کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جدا ہے بلاشبہ کافر ہے یا گمراہ اور اسکی عبادت برباد و تباہ۔

خاص: یہ کہ بندہ کسی سنی صحیح العقیدہ، عالم شریعت و طریقت جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں،

(الف) شیخ اتصال: وہ ہے جسکے ہاتھ پر بیعت کرنے سے مرید کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے اسکے لیے چار شرائط ہیں:

1 - شیخ کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح متصل ہو کیونکہ منقطع ذریعہ سے اتصال ممکن نہیں۔

ا) بعض لوگ بغیر بیعت، محض وراثت کے زعم میں اپنے باپ دادا کے سجادہ نشین بن جاتے ہیں۔

ب) یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اجازت مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

ج) یا سلسلہ ہی وہ ہے کہ قطع کر دیا گیا اور اسمیں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہ ہوس اسمیں اجازت و خلافت دیتے چلے آتے ہیں۔

د) یا سلسلہ فی نفسہ صحیح تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو جامع شرائط نہ ہونے کی وجہ سے قابل بیعت نہ تھا، اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع

marfat.com

ہے۔

ان صورتوں میں اس بیعت سے اتصال ہرگز حاصل نہ ہوگا، بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی بات نادانی و حماقت ہے۔

2 - شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ بدمذہب و گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ آج کل بہت سے بددینوں بلکہ بے دینوں حتیٰ کہ وہابیہ نے جو کہ سرے سے اولیاء کرام کے منکر و دشمن ہیں، گمراہ کرنے کے لیے پیری مریدی کا جال بھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار، خبردار، احتیاط، احتیاط بقول مولانا روم،

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست، پس بہ ہر دستے نباید داد دست

"بہت سے آدمی ابلیس کے روپ میں ہیں، لہذا بغیر تحقیق کے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا"۔

3 - عالم دین ہو، علم فقہ اسکی اپنی ضرورت کے قابل کافی ہے اور عقائد اہلسنت سے مکمل واقف ہونا لازمی ہے کفر و اسلام کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ وہ آج بدمذہب نہیں تو کل ہو جائے گا۔ سینکڑوں کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل جہالت کے باعث اس میں پڑ جاتے ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے کفریہ قول یا فعل صادر ہوا اور بغیر جانے توبہ ممکن نہیں، تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے۔ اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ہو تو ڈر بھی جائے اور توبہ بھی کرلے مگر جو پیری کے سجادے پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں انکی عظمت جو خود انکے قلوب میں ہے انہیں کب قبول کرنے دے۔ قرآن میں ارشاد ہوا، "اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی، ایسے کو دوزخ کافی ہے"۔ (البقرۃ:۲۰۶)

marfat.com

اور اگر ایسے بھی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا؟ صرف اتنا کہ خود توبہ کرلیں گے کفریہ قول و فعل سے جو بیعت فسخ ہوگئی چاہیے تو یہ کہ اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس نئے شیخ کے نام سے دیں، اگرچہ وہ شیخ اول کا خلیفہ ہی کیوں نہ ہو، مگر یہ ان کا نفس کیونکر گوارا کرے، وہ نہ اس پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں، مرید کرنا چھوڑ دیں پس لازماً وہی سلسلہ جو ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے لہذا عقائد کا عالم ہونا لازمی ہے۔

4 - فاسق معلن نہ ہو۔ اس شرط کا اگرچہ حصول اتصال سے تعلق نہیں کیونکہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توھین واجب اور دونوں باتوں کا پایا جانا باطل اسلیے پیر کا فسق سے بچنا لازم ہے۔

(ب) شیخ ایصال:

جو مذکورہ بالا شرائط کا بھی جامع ہو اور مفاسد نفس اور شیطانی فریب کاریوں سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا ہو اور اپنے متوسل پر مکمل شفقت رکھتا ہو کہ اسکے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات راہ میں پیش آئیں انہیں حل فرمائے۔ نہ محض سالک ہو اور نہ نرا مجذوب، عوارف المعارف میں ہے کہ "یہ دونوں ہی پیری کے قابل نہیں"۔ کیونکہ ایک ابھی خود راہ میں ہے اور دوسرا تربیت کے طریقے سے غافل۔ بلکہ وہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب اور پہلا بہتر ہے۔

بیعت کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ بیعت برکت: یعنی صرف تبرک کے لیے بیعت ہو جانا۔ آجکل عام بیعتیں یہی ہیں وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہت سے لوگوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لیے ہوتی ہے وہ خارج از بحث ہیں۔ اس بیعت کے لیے شیخ اتصال

marfat.com

جو چاروں شرائط کا جامع ہو، کافی ہے۔ یہ بیعت بھی بیکار نہیں بہت مفید ہے اور دنیا و آخرت میں اسکے کئی فائدے ہیں محبوبان خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا اور ان سے سلسلہ متصل ہو جانا بھی بڑی سعادت ہے۔

اول: ان خاص خاص غلاموں اور سالکان راہ طریقت سے اس امر میں مشابہت ہو جاتی ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، " من تشبہ بقوم فھو منھم " جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے"۔ (ابو داؤد)

دوم: ان ارباب طریقت کے ساتھ ایک سلسلہ میں منسلک ہو جانا بھی نعمت ہے۔ حدیث پاک میں ہے، ان کا رب عزوجل فرماتا ہے، ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم " وہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا"۔ (بخاری و مسلم)

سوم: محبوبان خدا رحمت والے ہیں وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں۔ بھجۃ الاسرار شریف میں ہے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی اگر کوئی شخص آپ کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہو اور نہ خرقہ پہنا ہو، کیا وہ آپ کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا، جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے اور اپنا نام میرے دفتر میں شامل کرے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ کی توفیق دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے"۔

marfat.com

۲۔ بیعت ارادت: یہ ہے کہ اپنا ارادہ واختیار ختم کر کے خود کو شیخ کامل، واصل بحق کے سپرد کر دے، اسے اپنا حاکم، مالک اور متصرف جانے، اسکے چلانے پر راہ سلوک چلے، کوئی قدم بغیر اسکی مرضی کے نہ رکھے، اسکے لیے مرشد کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اسکے کچھ کام اگر صحیح معلوم نہ ہوں تو بھی اہنیں افعال خضر علیہ السلام کی مثل سمجھے اور اپنی عقل کا قصور جانے اسکی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے غرض یہ کہ اسکے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، یہی سالکین کی بیعت ہے اور یہی مشائخ مرشدین کا مقصود ہے۔ یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے اور یہی بیعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لی ہے جیسے سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری اور ہر خوشی و ناگواری میں آپ کا حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون وچرا نہ کریں گے"۔

10 **** سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو باتیں پیران کرام بتاتے ہیں وہ ہم پہلے ہی جانتے ہیں اور بغیر بیعت ہوئے بھی ہم نمازیں پڑھتے ہیں لہذا ہمیں بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ خیال شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: اس خیال کو شیطان کا وسوسہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ تقریباً ایسا ہی سوال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا گیا جسکا مفصل جواب اعلیٰ حضرت کی تصنیف نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی کے چند نکات عرض کرتا ھوں۔ امام

marfat.com

اہلسنت فرماتے ہیں، قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ھے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر وآسان شریعت کے مسائل ہیں اور ان آسان مسائل کا یہ حال ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین انکی تشریح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے اور علماء کرام ائمہ مجتہدین کے اقوال کی تشریح نہ کرتے تو عوام ائمہ کے ارشادات سمجھنے سے بھی عاجز رہتے اور اب بھی اگر اہل علم عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورت خاصہ پر حکم کی تطبیق نہ کریں تو عام لوگ ہرگز ہرگز کتابوں سے احکام نکال لینے پر قادر نہیں۔ ہزاروں غلطیاں کریں گے اور کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ اسلیے یہ اصول مقرر ہے کہ عوام علماء حق کا دامن تھامیں اور وہ علماء ماہرین کی تصانیف کا، اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ ائمہ ہدیٰ کا اور وہ قرآن وحدیث کا، جس نے اس سلسلے کو کہیں سے توڑ دیا وہ ہدایت سے اندھا ہوگیا اور جس نے ہادی کا دامن چھوڑا وہ عنقریب کسی گہرے کنوئیں میں گرا چاہتا ہے۔

عارف باللہ امام عبدالوھاب شعرانی فرماتے ہیں، "اگر بالفرض اہل زمانہ اپنے اوپر والوں کے بجائے ان سے بھی اوپر والوں کی طرف تجاوز کر جائیں (اور درمیانی واسطہ چھوڑ دیں) تو انکا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع ہو جائے گا"۔ یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تفصیل و تشریح اپنی شریعت سے نہ فرماتے اور ائمہ مجتہدین سنت نبوی کی تفصیل نہ بیان فرماتے اور اسی طرح ہر دور کے علماء اپنے اکابر علماء سے علم حاصل کرنے کے بعد اسکی تشریح نہ فرماتے تو شریعت ہم تک کیسے پہنچ پاتی یہی وجہ ہے کہ ائمہ دین کی کتابوں کی شرحیں لکھی گئیں اور پھر ان شرحوں پر بھی حاشیے لکھے جاتے ہیں۔ غیر مقلدین اسی سلسلے کو توڑ کر گمراہ ہوئے۔

marfat.com

جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو پھر واضح ہے کہ مرشد کامل کے بغیر اسرار معرفت قرآن و حدیث سے خود نکال لینا کس قدر محال ہے یہ راہ سخت باریک اور مرشد کی روشنی کے بغیر سخت تاریک ہے۔ بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچا دیا، تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا دعویٰ کرے۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں آدمی کتنا ہی بڑا عالم عامل زاہد کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے، بغیر اسکے ہرگز چارہ نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں،

"پس معلوم ہوا اس تمام گفتگو سے جو ہم نے ثابت کی ہے کہ شیخ پکڑنے کا وجوب ہر عالم کے لیے ہے جو عین شریعۃ الکبریٰ کے مشاہدے تک پہنچنے کا طلبگار ہو، اگرچہ اسکے تمام ہم عصر اسکے علم و عمل اور زہد و تقویٰ پر متفق ہو کر اس کو قطبیت کبریٰ کا لقب دیں کیونکہ صوفیہ کے راستے کی کچھ شرطیں ہیں جن کو سوائے ان محققین کے کوئی نہیں پہچان سکتا نہ کہ وہ لوگ جو صرف اپنے دعاوی اور اوہام کے ساتھ ان میں داخل ہوتے ہیں اور بسا اوقات جس کو انہوں نے قطب کا لقب دیا ہوتا ہے وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ کسی حقیقی قطب کا مرید ہو"۔

یہ اس کے لیے ہے جو اس راہ پر چلنا چاہے اور ہمت پست کوتاہ دست لوگ اگر راہ سلوک نہ چاہیں تو بھی انہیں توسل کے لیے شیخ کی حاجت ہے اگرچہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو کافی ہے وہ فرماتا ہے "کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں" مگر قرآن عظیم نے حکم دیا "اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو" اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ

marfat.com

مشائخ کرام سلسلہ بہ سلسلہ، جس طرح اللہ عزوجل تک بے وسیلہ رسائی قطعی ناممکن ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشوار عادی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شفاعت ہیں، اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہوں گے اور انکے حضور علماء و اولیاء اپنے اپنے مریدوں کی شفاعت کریں گے۔ مشائخ کرام دنیا و دین و نزع و قبر و حشر سب حالتوں میں اپنے مریدوں کی امداد فرماتے ہیں، میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد ہے، " ائمہ، فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین اور مریدین کا نزع کی حالت میں روح کا نکلنا اور منکر و نکیر کے سوالات، حشر و نشر اور حساب اور میزان پر اعمال تولے جانا اور پل صراط پر سے گزرنا ملاحظہ فرماتے ہیں اور ان تمام مقامات میں سے کسی ٹھہرنے کی جگہ سے غافل نہیں ہوتے"۔

اس محتاج بے دست و پا سے بڑھ کر احمق اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔ حدیث میں ہے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ و علاقہ، محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مرد مومن کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے جاننے والوں کی سفارش کرے۔ اسے بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور بالفرض اور کچھ نہ بھی ہوتا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ بیعت متصل ہونے کی کیا کم برکتیں تھیں کہ جس کے لیے علماء کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں۔

پس اولیاء کرام کی اسناد اور سلاسل کا کیا کہنا خصوصاً سلسلہ عالیہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم قطب عالم، صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ الکریم وابائہ الکرام وعلیہ

marfat.com

وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔ اور فرماتے ہیں، اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا۔ اسی لیے حضور غوث اعظم کو پیر دستگیر (ہاتھ پکڑنے والے پیر) کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں، اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اسکا ستر (پردہ) کھلے میں ڈھانک دوں گا۔ اور فرماتے ہیں، مجھے ایک دفتر دیا گیا حد نگاہ تک اس میں میرے قیامت تک کے مریدوں کے نام تھے اور مجھ سے فرمایا گیا وھبتھم لک یہ سب ہم نے تمہیں دے ڈالے۔ اس ارشاد مبارکہ کو آپ سے معتمد ائمہ نے روایت کیا ہے"۔

امید ہے کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کے اس جواب سے شیخ کامل سے وابستگی اور بیعت کی اہمیت واضح ہو گئی ہوگی۔

11 **** سوال: حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کا قول عوارف المعارف میں ہے کہ "جس کا کوئی پیر نہ ہو اسکا امام شیطان ہے"۔ سبع سنابل شریف میں ہے،

چو پیرت نیست پیر تست ابلیس، کہ راہ دیں زدہ ست از مکر و تلبیس

"اگر تیرا کوئی پیر نہیں ہے تو تیرا پیر شیطان ہے، جو دین کے راستے میں مکر و فریب سے ڈاکے ڈالتا ہے" نیز یہ بھی ہے،

سبک تر بیعت پیرے بدست آر، بودے پیر مردن مرگ مردار

"بہت جلد کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت ہو جا، کیونکہ بغیر پیر کے مر جانا مردار موت کی مانند ہے"

آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، "پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے

marfat.com

بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا، یہی بڑا فضل ہے" ۔(سورہ فاطر: ۳۲، کنزالایمان فی ترجمہ القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس امت میں تین گروہ ہیں، ۱۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والے، ۲۔ درمیانہ رو جو فرائض وواجبات کے پابند مگر سنن و مستحبات میں سست، ۳۔ مقربین بارگاہ الہیٰ جو فرائض کی تکمیل کے ساتھ نوافل کے بھی پابند ہیں ۔ ہر گروہ کے افراد کی یہ دینی ذمہ داری ہے کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کی طرف پہنچنے کے لیے کوشاں رہیں ۔

سبع سنابل شریف میں اسی مقام پر ہے،

مریدی چیست، توبہ از گناہاں ؛ شدن تقصیر ہا را عذر خواہاں
چو دیں بے توبہ در نقصان و شین ست ؛ مریدی، عین نص و فرض عین ست
ندانی توبہ از خود کردن اے یار ؛ برو خود را بمرد توبہ بسپار

یعنی " مریدی کیا ہے اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور اپنی غلطیوں کی عذر خواہی کرنا، چونکہ بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق ہے اسلیے مریدی بیحد ضروری اور ہر شخص پر فرض ہے ۔ اے دوست تو خود توبہ نہیں کر سکتا تو اپنے نفس کو کسی صاحب توبہ کے سپرد کر دے " ۔ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے حضرت میر عبدالواحد بلگرامی چونکہ مریدی کی اصل روح گناہوں سے توبہ کو قرار دے رہے ہیں اسلیے بیعت ہونے کا مفہوم انکے نزدیک گناہوں سے تائب ہونا ہے اور یقیناً اس کے فرض ہونے اور اس توبہ کو جلد از جلد اختیار کرنے سے کوئی صاحب عقل و فہم انکار ہنیں کر سکتا ۔ اس موضوع پر بھی اعلیٰ حضرت کے قلم حق رقم نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں جو کچھ فتاویٰ افریقہ میں

marfat.com

تحریر فرمایا، اسکا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں،

"مطلق فلاح کے لیے مرشد عام کی قطعی ضرورت ہے۔ فلاح تقویٰ ہو یا فلاح احسان بغیراس مرشد کے ہر گز ہنیں مل سکتی اگرچہ مرشد خاص رکھتا ہو بلکہ خود مرشد خاص بنتا ہو"۔ پھر فرماتے ہیں، "فلاح تقویٰ کے لیے مرشد خاص کی ضرورت ان معنوں میں ہنیں کہ بغیر اسکے یہ فلاح مل ہی نہ سکے کیونکہ آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ کر متقی بن سکتا ہے قلبی اعمال میں اگرچہ بعض دقیق باتیں ہیں مگر امام ابو طالب مکی اور امام غزالی جیسے ائمہ نے اپنی تصانیف میں انہیں بیان فرمادیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تقویٰ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور وہ اس فلاح یعنی جہنم سے نجات کے لیے بفضل الہیٰ کافی ہے پس صحیح العقیدہ مسلمان اگر تقویٰ اختیار کر لیں تو انہیں مرشد خاص کی ضرورت ہنیں۔ جبکہ احسان یعنی سلوک راہ ولایت اعلیٰ درجہ کا مطلوب و محبوب ہے مگر تقویٰ کی طرح فرض ہنیں ورنہ اولیاء کے سوا کہ ہر دور میں صرف ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہوتے ہیں باقی کروڑوں مسلمان ہزارہا علماء و صلحاء سب معاذ اللہ تارک فرض و فساق ھوں۔ اولیاء نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی کروڑوں میں سے چند کو اس راہ پر چلایا اور اسکے طالبوں میں سے بھی جسے اس بار کے قابل نہ پایا، واپس فرمایا، فرض سے واپس کرنا کیونکر ممکن تھا، عوارف المعارف شریف میں ہے، "خرقہ تبرک ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے اور خرقہ ارادت اسی کو دیا جائے گا جو اسکا اہل ہو نا اہل سے اس راہ کی شرائط کا مطالبہ نہ کریں گے صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کر کہ شاید اسکی برکت اسے خرقہ ارادت کا اہل کردے۔

marfat.com

پس ثابت ھوا کہ اس کا ترک فلاح کے منافی ہنیں۔ ہاں جو اسکا ترک بوجہ انکار کرے اسے باطل و لغو جانے وہ ضرور گمراہ و بے فلاح و مرید شیطان ہے جبکہ انکار مطلق ہو۔ اور اگر اپنے دور میں کسی کو بیعت کے لیے اہل نہ جانے تو اسکا حکم اختلاف منشا سے مختلف ہوگا۔ اگر یہ تکبر کے باعث ہے تو قرآن کا فرمان ہے، "کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانا ہنیں" اور اگر بلاوجہ شرعی بدگمانی کے باعث سب کو نااہل جانے تو یہ بھی کبیرہ ہے اور کبیرہ کا مرتکب فلاح نہ پائے گا اور اگر ان میں وہ باتیں ہیں جو شبہ میں ڈالتی ہیں اور یہ محض احتیاط کے طور پر بچتا ہے تو الزام ہنیں"۔ مزید فرماتے ہیں، "فلاح احسان کے لیے بیشک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ ایصال کی، شیخ اتصال اسکے لیے کافی ہنیں اور اسکے ہاتھ پر بھی بیعت اردات ہو، کہ بیعت برکت یہاں کافی نہ ہوگی"۔

اس گفتگو کے اختتام پر فرماتے ہیں، قرآن کریم کے لطائف لامتناہی ہیں۔ اس بیان سے سورہ مائدہ کی آیت ۳۵ (ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اسکی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ فلاح پاؤ) کے مبارک جملوں کا حسن ترتیب واضح ہوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے اسکے لیے تقویٰ شرط ہے تو پہلے "اللہ سے ڈرو" یعنی تقویٰ کا حکم فرمایا۔ اب تقویٰ پر قائم ہو کر جو راہ احسان میں قدم رکھنا چاہے جو کہ عادتاً شیخ کامل کے وسیلے کے بغیر ناممکن ہے اسلیے دوسرے مرتبہ میں احسان پر چلنے سے قبل پیر و مرشد کی تلاش کا حکم دیا وابتغوا الیہ الوسیلۃ یعنی اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ جب وسیلہ مل جائے تو پھر اصل مقصود راہ طریقت و احسان کا حکم فرمایا کہ اسکی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ فلاح احسان پاؤ۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ

marfat.com

پر موقوف ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہاں بے پیرا فلاح نہ پائے گا اور جب فلاح نہ پائے گا تو نقصان و خسارا اٹھائے گا اور پھر حزب اللہ (اللہ کے گروہ) کے بجائے حزب الشیطان (شیطان کے گروہ) سے ہوگا۔ کہ رب تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے، "سنتا ہے شیطان ہی کا گروہ خسارے والا ہے" (المجادلہ: ۱۹) "سنتا ہے اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے" (المجادلہ: ۲۲) پس یہ جملہ بھی ثابت ہوگیا کہ "بے پیرے کا پیر شیطان ہے"۔ (فتاویٰ افریقہ)

اب مناسب ہوگا کہ اس تمام تحقیق کا خلاصہ بیان کردیا جائے (جو سوال ۹ اور اس سوال کے جواب میں بیان کی گئی):

۱۔ ہر بدمذہب فلاح سے دور ہلاکت میں چُور ہے مطلقاً بے پیرا ہے اور ابلیس اسکا پیر ہے اگرچہ بظاہر کسی انسان کا مرید ہو بلکہ خود پیر بنے راہ سلوک میں قدم رکھے یا نہ رکھے ہر طرح لایفلح و شیخہ الشیطان (وہ فلاح نہ پائے گا اور اسکا پیر شیطان ہے) کا مصداق ہے۔

۲۔ سنی صحیح العقیدہ جو راہ سلوک میں نہ پڑا اگر فسق کرے تو فلاح پر نہیں مگر پھر بھی نہ بے پیرا اور نہ اسکا پیر شیطان بلکہ وہ جس جامع شرائط شیخ کا مرید ہو اسکا مرید ہے ورنہ مرشد عام کا۔

۳۔ یہ اگر تقویٰ اختیار کرے تو فلاح پر بھی ہے اور بدستور اپنے شیخ یا مرشد عام کا مرید بھی۔ غرض یہ کہ صحیح العقیدہ سنی خاص بیعت نہ کرنے سے بے پیرا نہیں ہوتا اور نہ شیطان کا مرید۔ ہاں اگر فسق کرے تو فلاح پر نہیں اور اگر متقی ہو تو فلاح پر بھی ہے۔

۴۔ اگر راہ سلوک میں مرشد خاص کے بغیر قدم رکھا اور راہ کھلی ہی نہیں اور نہ کوئی مرض مثل تکبر، خود پسندی و انکار پیدا ہوا تو اپنی پہلی حالت پر ہے اس

marfat.com

میں کوئی تغیر نہ آیا شیطان اسکا پیر نہ ہوگا اور متقی تھا تو فلاح پر بھی ہے۔

۵۔ اگر یہ مرض پیدا ہوئے تو فلاح پر نہ رہا اور بحالت انکار و فساد عقیدہ شیطان کا مرید بھی ہو گیا۔

۶۔ اگر راہ کھلی تو جب تک مرشد ایصال کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہ رکھتا ہو غالب ہلاک ہے۔ اس بے پیرے کا پیر شیطان ہوگا اگرچہ بظاہر کسی غیر قابل پیر یا محض شیخ اتصال کا مرید ہو یا خود شیخ بنتا ہو۔

۷۔ ہاں اگر محض جذب ربانی کفالت فرمائے تو ہر بلا دور ہے اور اسکے پیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ولی کامل اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت یہ تحقیق لکھنے کے بعد فرماتے ہیں، الحمد للہ! یہ وہ تفصیل جمیل و تحقیق جلیل ہے کہ ان اوراق کے سوا کہیں نہ ملے گی بیس برس پہلے بھی یہ سوال ہوا اور ایک مختصر جواب لکھا گیا جس کی تکمیل و تفصیل یہ ہے کہ اس وقت قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائض ہوئی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

12 **** سوال: اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر اولیاء کا دور گزر گیا اب اس دور میں کوئی جامع شرائط پیر کامل ملنا ناممکن ہے اس لیے ہمیں بیعت ہونے کی ضرورت نہیں ہے؟ ان کا یہ قول شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: یہ خیال غلط ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اس بے راہ روی کے دور میں بھی اہل اللہ موجود ہیں اسکی دلیل یہ حدیث شریف ہے کہ "میری امت میں کچھ لوگ قیامت تک دین حق پر قائم رہیں گے"۔ (مسلم) دوسری حدیث میں ہے "قیامت نہ آئے گی جب تک زمین پر اللہ والے لوگ موجود ہیں"۔ ان مردان

marfat.com

خدا کو تلاش کریں۔ اس بات سے انکار نہیں کہ دھوکے باز لوگ بھی مشائخ ہونے کے دعویدار ہیں مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ نے ایسے جھوٹے پیروں کے متعلق ہی یہ فرمایا ہے،

" تیری زبان پرہیزگاروں جیسی ہے اور دل فاسق و فاجر، تیری زبان حمد الٰہیٰ کرتی ہے اور دل اس پر معترض، تیرا ظاہر مسلمان ہے اور باطن کافر، تیرا ظاہر موحد ہے اور باطن مشرک، تیرا زہد و تقویٰ دکھاوا ہے اور باطن خراب و ویران، جیسے بیت الخلا پر رنگ و روغن اور کوڑا گھر پر قفل جب تک تو اس حالت پر ہے تیرے دل پر شیطان نے خیمہ لگا لیا ہے اور اسے اپنا گھر بنا لیا ہے کیونکہ ایمان والا تو اپنے باطن کو پہلے آباد کرتا ہے اور پھر ظاہر کی آبادی کی طرف متوجہ ہوتا ہے" ۔(الفتح الربانی)

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دنیاوی اغراض و مقاصد اور ذاتی فائدوں کے لیے پیر تلاش کرتے ہیں۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، " جو شخص اللہ تعالیٰ کی ارادت کا دعویٰ کرے اور اسکے غیر کو طلب کرتا ہو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے مخلوق میں دنیا کے مریدوں کی کثرت ہے اور آخرت کے مریدوں کی قلت" ۔

مزید فرماتے ہیں، " اے تقدیر اور کاتب تقدیر سے ناواقف انسان ! تجھ پر افسوس ہے کیا تو یہ گمان رکھتا ہے کہ اہل دنیا تجھے اس شے کے دینے پر قادر ہیں جو تیری تقدیر میں نہیں، ہرگز نہیں! یہ تو شیطان کا وسوسہ ہے جو تیرے دل و دماغ میں رچ بس گیا ہے اس لیے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے بجائے اپنے نفس، خواہشات اور مال و دولت کی بندگی کر رہا ہے اس بات کی کوشش کر کہ تو کسی فلاح والے (مرشد کامل) کو پا لے کہ جس کی پیروی سے تجھے فلاح و کامیابی مل

marfat.com

جائے۔ اولیاء اللہ فرماتے ہیں، جس نے فلاح والے کو نہ دیکھا اسے فلاح نہ ملے گی۔ لیکن تو فلاح والے کو دیکھتا بھی ہے تو سر کی آنکھوں سے، نہ کہ دل و دماغ اور ایمان کی آنکھوں سے۔ گویا کہ تیرے پاس ایمان ہی نہیں کہ بصیرت قلبی حاصل کر کے اپنی بھلائی کو دیکھ سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل جو سینوں کے اندر ہیں وہ نابینا ہو جاتے ہیں"۔

ایک اور خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں، "تو نابینا ہے اپنے لیے بینائی دینے والا تلاش کر، تو جاہل ہے اپنے لیے معلم ڈھونڈ۔ جب کوئی ایسا قابل مرشد تجھے مل جائے تو اس کا دامن پکڑ لے اور اسکے اقوال و مشوروں کو قبول کر اور اس سے سیدھا راستہ پوچھ۔ جب تو اسکی راہنمائی سے سیدھی راہ پر پہنچ جائے تو وہاں جا کر بیٹھ جا (اور درجہ کمال حاصل کر) تاکہ تو اسکو اچھی طرح پہچان لے اس وقت ہر گمراہ تیری طرف رجوع کرے گا اور لوگ تجھ سے روحانی غذا حاصل کریں گے"۔ (الفتح الربانی)

---

## سیدنا غوث اعظم کی کرامت

سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کی خدمت میں حضرت ابو الفتوح نے ایک ابدال کی وفات کی خبر دی اسی رات آپکے گھر ایک چور آیا حجرہ میں آتے ہی اسکی بینائی سلب ہو گئی وہ باہر نکلنا چاہتا تھا کہ سیدنا غوث اعظم نے اسکا حال دریافت فرمایا، اسنے سارا حال سچ سچ بتا دیا آپ نے اسے توبہ کا حکم دیا پھر لعاب دہن اسکی آنکھوں پر لگایا جس سے اسکی بینائی لوٹ آئی۔ پھر آپ نے اسے فیض باطنی سے سلوک کی تمام منازل طے کرا کے ابدال کے مرتبہ پر فائز کر دیا۔

marfat.com

## باب پنجم: آداب مرشد

13 **** سوال: مرشد کے آداب کیا ہیں جن کا لحاظ رکھنا ہر مرید کے لیے ضروری ہے؟

جواب: صوفیہ کے نزدیک مریدوں کے لیے مرشد کے آداب کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو انکے مرشد کامل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت کرنے سے منع فرما دیا، ان سے اونچی آواز میں گفتگو اور در اقدس کے باہر سے آواز لگا کر بلانے کو خلاف ادب قرار دیا، عوارف المعارف میں مریدوں کے لیے یہی طرز عمل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے نیز مجلس شیخ میں شرکت کے لیے یہ آداب بتائے گئے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ شیخ کے سامنے باادب، خاموش اور کچھ فاصلے پر بیٹھے نیز کوئی اچھی بات بھی کہنی ہو تو پہلے اجازت طلب کرے۔

عوارف المعارف میں ہے کہ "جب مرید خود سے بلا اجازت بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو گویا وہ مقام طلب سے دور ہٹ جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے یہ مرید کی بڑی غلطی ہے"۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، "شیخ کی خدمت میں خاموش رہنا افضل ہے ضروری شرعی مسائل پوچھنے میں حرج نہیں۔ اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہوگا اور یہ حقیقتاً ذکر کی ممانعت نہیں بلکہ ذکر کی تکمیل ہے کہ وہ جو ذکر کرے گا بلا توسل ہوگا اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا وہ بوسیلہ ہوگا یہ بلا توسل ذکر سے بدرجہا افضل ہے۔ اصل چیز حسن عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں"۔ (ملفوظات حصہ سوم)

marfat.com

اولیاء فرماتے ہیں کہ تصوف سراپا ادب ہے جو ادب سے محروم رہتا ہے وہ مقام قرب سے بھی دور ہو جاتا ہے۔ مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر رتبہ طلب نہ کرے صرف اپنے شیخ ہی کے لیے تمام اعلیٰ مراتب کا متمنی رہے۔ مرید کو اپنا ارادہ اور اختیار ختم کر دینا چاہیے۔ میر عبد الواحد بلگرامی سبع سنابل میں فرماتے ہیں،

تو تصرف پائی خود، بردست پیراں واگذار

مردہ را در دست زندہ، کے بود ہیچ اختیار

"تو اپنے تصرفات کو پیر کامل کے حوالے کر دے، کیونکہ جو مردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے اختیار ہی کب ہوتا ہے"۔

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں، "شیخ مریدوں کے لیے الہام کا محافظ ہے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام وحی کے محافظ تھے۔ شیخ کامل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے اپنے کلام میں نفسانی خواہشات کو دخل نہیں دیتا۔ لہذا جب شیخ زبان سے کچھ بولتا ہے تو اسکا نفس خوابیدہ ہوتا ہے، شیخ کی زبان پر حق تعالیٰ کی طرف سے جو کلمات وارد ہوتے ہیں وہ خود بھی انہیں سامعین کی طرح سنتا ہے۔ اسکی دلیل میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ غوطہ خور موتی کی تلاش میں سمندر میں غوطے لگا کر اپنی تھیلی میں سیپوں کو جمع کرتا ہے جن میں موتی موجود ہوتے ہیں مگر وہ ان موتیوں کو سمندر سے نکل کر دیکھتا ہے اور اس وقت ساحل پر موجود لوگ بھی موتی دیکھنے میں برابر کے شریک ہوتے ہیں"۔

مکاشفۃ القلوب میں امام غزالی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ "جو شخص علماء ربانی کی محفل میں اکثر حاضر ہوتا ہے

marfat.com

اسکی زبان کی رکاوٹ دور ہوتی ہے ذہن کی الجھنیں کھل جاتی ہیں اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے اسکے لیے خوشی کا باعث ہوتا ہے اسکا علم اسکے لیے ایک طرح کی ولایت ہوتا ہے اور نفع دیتا ہے"۔ پیرو مرشد یا دینی استاد کی ناشکری باپ کے ساتھ نافرمانی کے برابر ہوتی ہے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ استاد یا مرشد کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے کیونکہ والدین جسمانی زندگی کا سبب ہیں جبکہ مرشد و استاد روحانی زندگی کا باعث ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے، "میں تمہارا باپ ہی ہوں کہ تم کو علم سکھاتا ہوں" (احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان) دوسری حدیث میں ارشاد ہوا، "جس نے کسی کو قرآن پاک کی ایک آیت سکھا دی وہ اس کا آقا ہو گیا" (طبرانی) ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا، "جس سے علم سیکھو اس کے سامنے تواضع اور عاجزی اختیار کرو"۔ (یہ احادیث اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے شرح الحقوق لطرح العقوق میں بیان فرمائی ہیں)

آپ ملفوظات شریف (حصہ اول) میں فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جب حصول علم کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے در اقدس پر جاتے اور وہ باہر نہ ہوتے تو آپ براہ ادب انہیں آواز نہ دیتے بلکہ انکی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ جاتے پھر جب حضرت زید رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاتے تو فرماتے اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟ آپ عرض کرتے، مجھے مناسب نہ تھا کہ آپ کو اطلاع کرتا۔ یہ وہی ادب ہے جس کی تعلیم سورہ حجرات میں دی گئی ہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی ہیں) عرض کی۔ تو فرمایا، میں یہاں

marfat.com

پڑھانے نہ آؤں گا۔ عرض کی شہزادہ آپکے مکان پر آجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا، یہ بھی ناممکن ہے جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا، آپ نے پڑھانا شروع کر دیا۔ ایک روز اتفاقاً ہارون رشید کا گذر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈال رہا ہے۔ خلیفہ کو یہ دیکھ کر غصہ آگیا، اس نے مامون کے کوڑا مارا اور کہا بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیے ہیں ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے استاد کا پاؤں دھو۔ سبحان اللہ یہ ہے ادب۔

عوارف المعارف میں ہے، مرید کو چاہیے کہ شیخ کے ساتھ باادب رہ کر اپنے ظاہر و باطن کی عمدہ تعمیر کرے۔ اگر اسے اپنی کم علمی کی وجہ سے شیخ کا کوئی فعل ناگوار معلوم ہو تو وہ حضرت خضر و حضرت موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ یاد کرے اور یقین رکھے کہ شیخ اپنی زبان علم و حکمت سے اسکی توجیہہ پیش کر سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دے دیا اس نے پھر اس جواب پر اعتراض کیا تو حضرت جنید نے فرمایا، اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو مجھ سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

ایک ولی اللہ کا قول ہے، اگر کوئی شخص واجب التعظیم ہستی کا احترام نہیں کرتا تو وہ ادب کی برکت سے محروم ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ جو اپنے استاد کو انکار میں جواب دے دے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

آداب میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ کو امور بشری میں مافوق الفطرت دیکھنے کی تمنا نہ کرے، شیخ سے نسبت رکھنے والے لوگوں اور چیزوں کا ادب کرے، شیخ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرے، سوالات کی کثرت نہ کرے، شیخ سے کرامات طلب نہ کرے کیونکہ کرامت کا طالب اہل طریقت کے نزدیک ان منکروں کی مثل

marfat.com

ہے جو انبیاء کرام سے معجزے طلب کیا کرتے تھے۔ جہاں سے بھی فیض ملے اسے اپنے پیر ہی کا فیض سمجھے، اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ شیخ سے اپنا اندرونی حال ہرگز نہ چھپائے کہ شیخ کامل ہی روحانیت میں ترقی کا وسیلہ ہوتا ہے۔ آداب میں سے ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اپنے تمام مشائخ کو دیگر تمام مشائخ سے برتر جانے اور انکی محبت خصوصاً اپنے شیخ کی محبت کو دل میں راسخ کرے۔ مرید کو یہ بھی یقین رکھنا چاہیے کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی فیض ملے گا وہ میرے شیخ ہی کے وسیلے سے ملے گا۔

14 **** سوال: آپ نے جو آخری جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ " بارگاہ رسالت سے جو بھی فیض ملے گا وہ شیخ ہی کے وسیلے سے ملے گا " براہ کرم اس کی کچھ وضاحت فرمادیجیے۔

جواب: پہلے تو یہ بات سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے عطا ہوتی ہیں۔ اس بارے میں ملفوظات شریف میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بہت ایمان افروز نکتہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسی منعم (یعنی نعمت دینے والے) کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔

یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں یا دے سکتا ہے مگر بخل کی وجہ سے نہیں دیتا یا جسے نہ دی وہ اس نعمت کا اہل نہ تھا یا وہ اہل تو ہے مگر اس سے بھی زیادہ اسے کوئی اور محبوب ہے کہ اسکے لیے نعمت مخصوص کر رکھی ہے۔ الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات قدرت الٰہی کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہر سخی سے بڑھ کر جواد و غنی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو کوئی محبوب نہیں۔ پس لازم ہے کہ الوہیت کے سوا جتنے فضائل جس قدر نعمتیں اور جس قدر برکتیں ہیں مولیٰ عزوجل نے سب سے اعلیٰ درجہ کمال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ بخاری شریف میں ارشاد گرامی موجود ہے کہ "بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے"۔

یہ بات پہلے عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ مشائخ کرام ہیں۔ مرید کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ اسے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی ملے گا اس کے مشائخ طریقت ہی کے وسیلے سے ملے گا۔ اسے اپنے شیخ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا چاہیے۔ اس بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے نقاء السلافہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسبت کرے یعنی کسی دوسرے کو اپنا باپ بنائے یا اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے کو اپنا آقا بنائے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ انکا فرض قبول اور نہ نفل۔

جو لوگ اپنے شیخ کے ہوتے ہوئے غیر سے ارادت قائم کرتے ہیں انہیں کیا یہ خوف نہیں کہ کہیں بحکم قیاس جلی اس حدیث صحیح کی وعید شدید سے حصہ پائیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ جس طرح مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید لازم ہے اسی طرح مرید کو ایک ہی پیر سے وابستہ رہنا لازم ہے۔ مدخل شریف میں ہے کہ "مرید کو چاہیے کہ اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کے ساتھ نیک گمان رکھے اور اپنے شیخ ہی کے دامن

marfat.com

سے وابستہ رہے اور تمام کاموں میں اس پر اعتماد کرے اور وقت ضائع کرنے سے بچے"۔ (نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا، اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں ان مرید نے عرض کی، یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔

اعلیٰ حضرت سے جب سوال کیا گیا کہ حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو یا زروق کہہ کر ندا کرے میں فوراً اسکی مدد کروں گا، تو آپ نے جواب میں فرمایا، میں نے کبھی اس قسم کی مدد طلب نہ کی جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا "یک در گیر محکم گیر" (ایک ہی در پکڑو مگر مضبوط پکڑو) میں ۳۰ سال کی عمر میں حضرت محبوب الٰہیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا ہوا تھا طبیعت منتشر ہوتی تھی میں نے عرض کی حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شور وغل سے مجھے نجات ملے جیسے ہی پہلا قدم روضہ مبارک میں رکھا یوں معلوم ہوا کہ ایک دم سب چپ ہو گئے ہیں میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے ہیں قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا پھر وہی شور وغل تھا پھر اندر قدم رکھا تو وہی خاموشی۔ معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی۔ بجائے حضرت محبوب الٰہیٰ رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے یا غوثاہ زبان سے نکلا وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔

پھر فرمایا، ارادت اہم ترین شرط ہے، بیعت میں بس مرشد کی ذرا سی توجہ درکار

marfat.com

ہے اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب تک مرید یہ اعتقاد نہیں رکھے گا کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لیے بہتر ہے نفع نہ پائے گا۔ سبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم ہو گیا جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا، تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو منہ کر لیا ہے۔ اور سچی بات یہی ہے کہ کعبہ جسم کا قبلہ ہے اور شیخ روح کا قبلہ ہے اس کا نام ارادت ہے۔ اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لو تو فیض ضرور ملے گا۔ اگر شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہو گا اور بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تو معدن فیض و منبع انوار ہیں ان سے ضرور فیض آئے گا بس سلسلہ صحیح و متصل ہونا چاہیے۔

15 **** سوال: فی زمانہ خانقاہی نظام بالکل بے اثر ہو کر رہ گیا ہے مرید لاکھوں ہیں مگر انہیں اپنے عقائد کا بھی پتہ نہیں، جنہیں وراثت میں پیری مل جائے انہیں اپنے بزرگوں کا نام کیش کرانے سے اور اپنے خاندان میں سجادہ نشین ہونے کے دعویداروں سے لڑنے کی فرصت نہیں ملتی۔ ان حالات میں خانقاہیں روحانی تربیت کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہیں؟

جواب: خانقاہی نظام اسلیے غیر موثر ہو گیا کہ اس کے چلانے والے چلے گئے۔ ہمارے ہاں خانقاہوں کا تصور اب یہ ہے کہ جیسے کسی افسر کا انتقال ہو تو اس کے بعد اسکی پنشن اسکے گھر والوں کو ملنے لگے۔ جب یہ نظام پنشن میں تبدیل ہو جائے تو خیر کی توقع کیونکر رکھی جائے۔ ماننے والے بھی ایسے جاہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکامات کے برخلاف شریعت مطہرہ کے باغیوں کو پیر بنا لیتے ہیں۔ روحانیت نہ ہو تو حرج نہیں کم از

marfat.com

کم شریعت کا اتباع تو ہو اور اتباع شریعت تو ہر مسلمان کا خاصہ ہونا چاہیے پھر شیخ کا حق تو یقیناً زیادہ ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔ خانقاہوں سے رشد و ہدایت کا سلسلہ اسلیے بند ہو گیا کہ پیر کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کے دستار باندھ دی جاتی ہے نہ علم نہ داڑھی نہ تقویٰ نہ نماز۔ ظاہر ہے کہ پھر ایسا شیخ مریدوں کی تربیت ہنیں کرتا بلکہ مرید اسکی پرورش کرتے ہیں۔

نیک اور مخلص لوگ بھی موجود ہیں مگر برے لوگوں کی کثرت نے خانقاہی نظام کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ ایک دور تھا کہ مرید شیخ کے جتنا قریب ہوتا تو پتہ چلتا کہ شیخ تہجد گزار بھی ہے، شب بیدار بھی ہے، اس کے دل میں عقیدت و محبت اور راسخ ہوتی۔ لیکن آج مرید شیخ کے جتنا قریب ہو گا اتنے عیب زیادہ کھلیں گے اور وہ متنفر ہو گا۔ اصل بات وہی ہے کہ جب خانقاہی نظام کھانے اور کمانے کا دھندہ بن جائے تو پھر اصلاح کیسے ہو گی؟ آج مشائخ کرام کو جمع ہو کر سوچنا چاہیے کہ لوگ مشائخ سے کیوں برگشتہ ہیں؟ خانقاہیں اور آستانے کیوں ویران ہوتے جارہے ہیں؟

پیران پیر امام الاولیاء قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر پھر غیر کو نصیحت کر، جب تک تجھے خود اصلاح کی حاجت ہو تو غیر کی طرف متوجہ نہ ہو، تجھ پر افسوس کہ جو خود نابینا ہے دوسرے کو کیا راہ دکھائے گا؟ ڈوبتے ہوؤں کو دریا سے وہی بچا سکتا ہے جو خود اچھا تیرنے والا ہو، رب تعالیٰ کی طرف بندوں کی وہی راہنمائی کر سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہو"۔ (الفتح الربانی)

اگر ہر شیخ اپنی ذمہ داری محسوس کرے اپنے مریدوں کو عقائد اہلسنت کی تعلیم دے اور اسلاف کے طریقوں کے مطابق انکی عملی تربیت کرے اور انکی

marfat.com

خدمت کو عار نہ سمجھے کیونکہ ہم سب کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے" تو یقیناً لوگ قریب آنے لگیں گے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ اپنے مریدوں سے یافت کا سلسلہ نہ رکھے۔ شیخ دوسروں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تعلیم دیتا ہے اس کو پہلے خود عملی ثبوت دینا چاہیے۔ سورۃ الطلاق میں ارشاد ہے، "اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اسکا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے"۔
(کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا بریلوی)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے، "اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا"۔ (سورہ محمد) پہلے بھی مشائخ خدمت کیا کرتے تھے انکی ضرورتیں دست غیب سے پوری ہوتی رہیں کیونکہ وہ قناعت پسند اور متوکل تھے اور انکی ضرورتیں محدود تھیں۔ لیکن آج قناعت اور توکل کے نہ ہونے اور مال و دولت جمع کرنے کی ہوس کی وجہ سے سکون قلب بھی چھن گیا اور مال و اولاد سے برکت بھی اٹھ گئی پھر روحانیت کہاں ملے گی؟

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے بیوگان کی امداد اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کے لیے توکل علی اللہ ماہانہ وظیفے مقرر کیے ہوئے تھے، ایک بار ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ 50 روپے روانہ کرنے تھے۔ اتفاقاً اس وقت آپ کے پاس کچھ ہنیں تھا آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی، سرکار میں نے حضور کے بھروسے پر بندگان خدا کے لیے کچھ مہینے مقرر کیے ہوئے ہیں اگر کل 50 روپے کا منی آرڈر روانہ ہو جائے گا تو اس شخص کی وقت پر مدد ہو جائے گی ورنہ تاخیر ہو جائے گی۔ یہ رات اسی فکر و کرب میں گزری علی الصبح ایک

marfat.com

سیٹھ صاحب آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور 51 روپے بطور نذر حاضر کیے اس وقت آپ پر بیحد رقت طاری ہوئی، ارشاد فرمایا یقیناً یہ سرکاری عطیہ ہے کیونکہ 51 روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں سوائے اس کے کہ 50 روپے بھیجنے کے لیے ایک روپیہ منی آرڈر کی فیس بھی چاھیے اور وہ ایک روپیہ زائد موجود ہے چنانچہ اسی وقت منی آرڈر ارسال کیا گیا۔ سبحان اللہ

---

## خوف خدا کی باتیں

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی چڑیا کو دیکھتے تو فرماتے، کاش میں بھی تیری طرح ہی ایک پرندہ ہوتا تاکہ قیامت میں اعمال کے حساب سے بچ جاتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عذاب سے متعلق قرآنی آیات سن کر بے ہوش ہو جاتے اور کئی دن بیمار رہتے۔ آپ فرماتے، کاش میں ایک تنکا ہوتا جسے عذاب نہ دیا جائے گا اور کبھی فرماتے، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس جاتے تو اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی مبارک بھیگ جاتی۔

سیدنا علی کرم اللہ وجھہ کا ارشاد ہے، صحابہ کرام راتوں کو جاگ کر نمازوں میں قرآن کی تلاوت کرتے، صبح کو ان کے بال منتشر اور چہرے زرد دکھائی دیتے، وہ چلتے ہوئے خوف خدا سے لڑکھڑاتے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی تھیں، جبکہ آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہر طرف غفلت اور بے خوفی کے ساتھ ادھر ادھر پھر رہے ہیں کسی کے چہرے پر خوف خدا کا اثر نظر نہیں آتا، پھر اس کے بعد کسی نے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ (احیاء العلوم)

marfat.com

## باب ششم: تعلیمات تصوف

16 **** سوال: سالک اور مجذوب میں کیا فرق ہے؟

جواب: سلوک "راستے پر چلنے" کو کہتے ہیں اور اس راستے پر چلنے والے کو سالک کہا جاتا ہے جبکہ تصوف کی اصطلاح میں قرب الہیٰ و معرفت ربانی حاصل کرنے کے ذرائع اپنانے کو سلوک کہتے ہیں۔ سالک شریعت و طریقت کا جامع ہوتا ہے جبکہ مجذوب ہوش میں نہیں ہوتا اسلیے وہ شریعت کا مکلف نہیں۔ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ "ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے" جیسے سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں،

وکل ولی لہ قدم وانی　　　علیٰ قدم النبی بدر الکمال

"ہر ولی کے لیے ایک قدم یعنی مقام ہے اور میں آسمان کمال کے بدر کامل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ہوں"۔ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری فرماتے ہیں،

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت
اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چوں پیش شاہ گدا

"جب رسول پاک کا قدم مبارک آپ کے سر کا تاج ہے تو آپ کا قدم مبارک تمام دنیا کے سر کا تاج ہے۔ سارے جہان کے اقطاب آپ کے در پر ایسے ہیں جیسے بادشاہ کے سامنے گدا ہوتے ہیں"۔

حالت جذب والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تجلی الہیٰ کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہوگئے تھے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ جذب کی کیفیت از خود طاری ہوتی ہے جان بوجھ

marfat.com

کر طاری نہیں کی جاتی۔ بلکہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ "سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت مطہرہ کا مقابلہ نہ کرے گا"۔ یعنی باوجود جذب کے وہ شرعی احکام کو چیلنج نہ کرے گا مجذوب کی تقلید میں اپنے آپ کو ویسا بنا لینا گمراہی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے سچے وجد کی یہی تعریف کی ہے کہ وہ فرائض و واجبات میں مخل نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں، "سید ابو الحسن احمد نوری علیہ الرحمہ پر وجد طاری ہوا تین شب و روز ہو گئے کسی نے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا نماز کا کیا حال ہے عرض کی، نمازوں کے وقت ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے فرمایا، الحمد للہ ان کا وجد سچا ہے۔ اسی طرح ایک صاحب صالحین میں سے تھے، باوجود ضعیف ہونے کے باجماعت نماز نہ چھوڑتے۔ ایک رات نماز عشاء کے وقت گر پڑے اور چوٹ آئی، بعد نماز عرض کی الٰہی اب میں بہت ضعیف ہو گیا بادشاہ اپنے بوڑھے غلاموں کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں مجھے آزاد فرما۔ انکی دعا قبول ہوئی مگر یوں کہ صبح اٹھے تو مجنوں تھے کیونکہ جب تک عقل تکلیفی باقی ہے نماز معاف نہیں۔ سچے مجذوب بھی نماز نہیں چھوڑتے اگرچہ لوگ انہیں نماز پڑھتا نہ دیکھیں"۔

17 **** سوال: مشائخ کرام شجرہ شریف عطا کرتے ہیں اور اسکے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: شجرہ شریف میں سلسلہ عالیہ کے تمام مشائخ کے نام لکھے ہوتے ہیں اور مرید کے لیے وظائف و ضروری ہدایات بھی۔ شجرہ شریف پڑھنے کی تلقین اس لیے کی جاتی ہے کہ جب بندہ شجرہ شریف پڑھے گا تو بار بار پڑھنے سے اسے اپنے مشائخ کے نام بھی یاد ہو جائیں گے اور ہر بار انہیں ایصال ثواب کرنے سے

marfat.com

انکی برکتیں بھی حاصل ہوں گی (یہ امر طے شدہ ہے کہ اولیاء کرام اپنے چاہنے والوں اور ایصال ثواب کا تحفہ بھیجنے والوں کو نفع دیتے ہیں)۔ مزید یہ کہ ضروری ہدایات و وظائف پڑھنے سے مرید کو اپنا وہ عہد بھی یاد رہے گا جو اس نے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا تھا نیز اوراد و وظائف پڑھنے سے دین و دنیا کی برکتیں اور رحمتیں حاصل ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ نیک لوگوں کا ذکر معصیت کو دھوتا ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ " صالحین کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے"۔

عارف باللہ سید عبدالواحد بلگرامی سبع سنابل میں فرماتے ہیں، "سچے مریدوں کو اپنے مشائخ کا ذکر کرنے میں ایسے ہی ایمانی لذت حاصل ہوتی ہے جیسے انہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے میں لذت ملتی ہے، پیروں کا ذکر انکے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور انکے واقعات اس کے ایمان پر تجلیاں ڈالتے ہیں"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اخبار الاخیار کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، " اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کا تذکرہ باعث رحمت و قرب الہیٰ ہے کیونکہ عاشق کو اپنے محبوب کا تذکرہ اچھا لگتا ہے اور محبوب بھی عاشق کا ذکر کرنا پسند کرتا ہے ان بزرگوں کا تذکرہ ایسی عبادت ہے جسے ہر آدمی بغیر محنت کے ہر حال میں ادا کر سکتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب اسے نصیب ہو سکتا ہے"۔

18 **** سوال: اوراد و وظائف پڑھنے کے لیے کسی شیخ سے اجازت لینے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ایسا وظیفہ جو ثواب کے لیے پڑھا جائے، جائز ہے اسکے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو وظیفہ کسی خاص عمل کے لیے ہو اسکے لیے شیخ سے اجازت ضروری ہے۔ چونکہ شیخ روحانی معاملات کو اچھی طرح جانتا

marfat.com

ہے اسلیے وہ بتائے گا کہ یہ وظیفہ جلالی ہے یا جمالی، اسکے پڑھنے میں کن آداب و شرائط کا خیال رکھنا ہوگا، نیز شیخ اس وظیفے سے متعلق تمام ظاہری و باطنی امور کی تعلیم دینے کے علاوہ روحانی توجہ بھی دے گا اور یہ روحانی توجہ بعض وظائف میں کیمیا کا اثر کرتی ہے۔ بعض اوقات لوگوں نے بزرگوں سے پوچھا کہ فلاں مشکل درپیش ہے. بزرگ نے الہام الہیٰ سے بتایا، فلاں وظیفہ پڑھو کام ہو جائے گا۔ اس وظیفہ میں ساری برکت اسی بزرگ کی ہوتی ہے ۔ لیکن ایک بات یاد رہے کہ وظائف پڑھنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہونا چاہیے جب وہ راضی ہوگا تو سب کام سنور جائیں گے ۔ من کان للہ کان اللہ لہ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ہوگیا اللہ تعالیٰ اس کا ہوگیا۔

19 **** سوال: تصور شیخ سے کیا مراد ہے؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں شیخ مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "الیاقوتۃ الواسطہ" میں تصور شیخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو خدا تک پہنچنے کا راستہ قرار دیا ہے، تصوف میں "تصور شیخ کے ذریعے روحانی تربیت کیسے ہوتی ہے؟

جواب: قرآن پاک کی سورہ یوسف میں مذکور ہے کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ ارادہ کر لیا اور وہ یعنی یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے۔ اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تفسیر صاوی میں موجود ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی صورت ظاہر ہوئی جب اس آیت میں

marfat.com

رب کی برہان کہا گیا ہے اور اسی کے باعث آپ اس ارادے سے معصوم و محفوظ رہے۔ اس آیت سے اولیاء و صوفیہ نے تصور شیخ یا رابطہ کا ثبوت لیا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے کہ انہوں نے اپنے ماموں ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ پوچھا تاکہ وہ اپنے ذہن میں محفوظ کر سکیں۔ یہ حدیث بھی تصور شیخ کی دلیل ہے۔ متعدد احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام حدیث بیان کرتے وقت فرماتے، کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، "گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں"۔ مواہب الدنیہ اور کتب فقہ میں بھی اس بات کی تصریح موجود ہے کہ روضہ رسول کی حاضری کے وقت زائر کو چاہیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا تصور کرے۔ ان تمام دلائل سے تصور شیخ کا ثبوت ملتا ہے۔

مزید گفتگو سے قبل ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ تصور شیخ عام لوگوں کے لیے نہیں ہوتا۔ مریدین پہلے تمام تربیتی مراحل پورے کرتے ہیں اس کے بعد شیخ ان میں سے صاحب استعداد مریدوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے یوں سمجھ لیجیے کہ آفیسرز ٹریننگ کے لیے بھرتی سینکڑوں ہوتے ہیں مگر پاسنگ آؤٹ چند کی ہوتی ہے۔ آج تو شیخ ہے کل نہیں ہوگا تو کچھ لوگ ضرور ہونے چاہئیں جو اس سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات جلد سوم میں فرماتے ہیں، "تصور شیخ بلا کسی تکلف کے حاصل ہو جانا پیر و مرید کے درمیان کامل نسبت کی علامت ہے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور بارگاہ الہٰی میں پہنچنے

marfat.com

کا کوئی راستہ اس سے زیادہ قریب کا نہیں ہے۔ جسے طریقت کی بڑی دولت ملی ہو اسے یہ سعادت بھی عطا کی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فقرات میں ارشاد فرمایا، "پیر کا سایہ ذکر الہیٰ سے بڑھ کر ہے"۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی القول الجمیل میں فرماتے ہیں، "جب مرشد موجود نہ ہو تو اسکی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت و تعظیم سے خیال کرتا رہے پس اسکے تصور سے وہی فائدہ پہنچے گا جو اس کی صحبت سے پہنچتا ہے"۔ الیاقوتہ الواسطہ میں اعلیٰ حضرت نے آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "ہماری صحبت (اور تصوف کی تعلیم) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ خاص یہ آداب واشغال ثابت نہیں"۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ ملفوظات حصہ دوم میں فرماتے ہیں، "خلوت میں صورت شیخ کا تصور کرے اور یہ خیال کرے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو شیخ کے قلب کے نیچے تصور کرکے اس طرح سمجھے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیوض وانوار شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں اس تصور کو قائم کرے یہانتک کہ تکلف کی حاجت نہ رہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر اور درو دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی بلکہ کسی حال میں بھی جدا نہ ہوگی اور ہر کام میں مددگار ہوگی"۔

اس بارے میں اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حافظ الحدیث سیدی احمد سلجماسی کہیں تشریف لے جارہے تھے راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسین عورت پر پڑگئی پہلی نظر بلا ارادہ تھی دوبارہ پھر آپکی نظر اٹھی تو دیکھا کہ پہلو میں آپ کے مرشد حضرت سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ

marfat.com

عنہ تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں، " احمد! عالم ہو کر یہ حرکت " آپ فوراً تائب ہوئے۔

عارف کامل حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ سراج العوارف میں فرماتے ہیں " اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور خبردار جانے یعنی حقیقتاً اپنی صفت علمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ در حقیقت شیخ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے۔ وہی صفت علمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما رہا ہے اور ہمارے حال سے آگاہ و خبردار ہے اور شیخ اس کے اسم علیم کا مظہر ہے اور بس۔ تو ہدایت کرنا اور خبردار رہنا سب اسی کے لیے ہے اور شیخ تو بس مظہر ہے ہاں ہدایت علمی اور علامی کی نسبت مجازاً شیخ کی جانب کر دی جاتی ہے حقیقتاً نہیں کہ حقیقتاً تو وہ خود ہی فنا ہونے والوں میں ہے۔

برزخ انتہا میں مرشد کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علمی کا مظہر جانے اور برزخ کا آخری درجہ یہ ہے کہ نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ، جو کچھ ہو صرف ایک وہی ذات ہو تو جب اس طرح متواتر کرے گا تو طالب کا دل صفت روح کے ساتھ جڑ جائے گا اور دل صاف ہو کر تجلیات کے قابل بن جائے گا اور رفتہ رفتہ وہ برزخی صورت کلام کرنے لگے گی اور سالک کو زبان حال و قال کے ہر سوال کا جواب سن لینے کی لیاقت پیدا ہو جائے گی اور صورت ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کے تمام مقامات سالک پر ظاہر کر دے گی اور اسی صورت

marfat.com

کے ذریعے تمام ارواح سے عالم ملکوت میں ملاقات ہوگی یہاں تک کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی حضوری نصیب ہوگی۔ ملکوت میں کوئی روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح جیسی یا اس سے مشابہ ہنیں ہے اس روح مبارک کی حضوری سے اس راہ کے علوم کی گہرائیاں اور باریکیاں طالب کے علم میں آئیں گی۔ اور یہ صورت عالم مثال میں ہے اور یہ عالم ملکوت کی کنجی۔ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عالم مثال میں ہر شخص کی ایک صورت ہے اور یہ صورت موت کے بعد باقی رہتی ہے اس کے برخلاف صورت جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عام طور پر فنا ہو جاتی ہے خواب میں جو صورت نظر آتی ہے وہ بھی صورت مثالی وروحانی ہوتی ہے اور جو کامل ہوتے ہیں وہ اسی صورت مثالی کی قوت سے ایک آن میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے اور دکھائی دیتے ہیں اور ہزاروں جگہ کسی شکل میں آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ برزخ کی اس مشق کے مکمل ہو جانے کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی ہمیشہ سالک کے دائیں بازو، ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے نظر میں موجود رہے گی اور اس کے کام بنائے گی، مشکلیں حل کرے گی اور حیوانیت کے درجے سے انسانیت کی بلندی پر پہنچائے گی پس اگر انسانی صورتوں اور درندہ سیرتوں کو کسی اصلی و کامل انسان کی صحبت کا اتفاق پڑ جائے تو اسے غنیمت جانے کہ اسکی صحبت کے فیض و برکت سے اپنی بھولی ہوئی اصلیت یاد آجائے گی اور یہ بھی انسان کامل بن جائے گا ورنہ مدتوں اپنی غلطی میں پڑے پڑے مر جائیں گے۔ اللہ ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکالے اور

marfat.com

بلند مرتبے کی روشنی تک پہنچادے آمین آمین آمین۔

اس مسئلے پر ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک گڈریے نے کسی شیر کے بچے کی پرورش کی اور اسے بکریوں کی رکھوالی کی تربیت دی یہانتک کہ وہ شیر کا بچہ اپنے آپ کو گڈریے کا کتا سمجھنے لگا۔ ایک روز جنگل کا شیر ادھر آنکلا اور اسنے بکری کو لے جانا چاہا، شیر کے بچے نے اس شیر کا مقابلہ کیا جنگل کا شیر بولا بھائی کیا کرتے ہو ہم دونوں ایک ہی نسل سے ہیں اور یہ بکریاں ہماری خوراک ہیں یہ بولا نہیں نہیں میں شیر نہیں ہوں میں تو گڈریے کا کتا ہوں۔ شیر نے کہا تم غلط کہتے ہو دراصل یہاں کی پرورش اور تربیت سے تمہیں دھوکا ہوا ہے اسلیے تم شیر ہونے کے باوجود خود کو کتا سمجھتے ہو، آؤ میں تمہاری رہبری کروں اور تمہیں ہلاکت کے اس گڑھے سے نکال کر سلامتی کے کنارے پر پہنچاؤں۔ پھر جنگل کا شیر اسے دریا کے کنارے پر لے گیا اور اپنے برابر کھڑا کر کے کہا، پانی میں دیکھ! میری اور تیری شکل و صورت ایک سی ہے یا الگ الگ؟ جب اس نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ میں تو شیر ہوں اور یہ غیر جنس کی صحبت و تربیت کا اثر تھا کہ میں اپنے آپ کو کتا سمجھتا رہا پھر وہ دونوں واپس آئے اور بکریوں پر حملہ کر کے چیرا پھاڑا اور کھا گئے۔

گڈریا دیکھ کر چلایا تو کیا کرتا ہے؟ اسنے جواب دیا بس خاموش! تو نے مجھے میری اصلیت بھلا کر کتا بنا دیا تھا خدا کا شکر ہے کہ میرے ایک بھائی نے مجھے راستہ دکھایا اور میں ہلاکت سے بچ گیا۔ اس حکایت کو بیان کر کے عارف کامل فرماتے ہیں، میرے بھائی! اس حکایت پر غور کر، اور اپنے آپ کو پہلی تین صفتوں سے نکال کر اپنی اصلی صورت میں لا تاکہ تو کامل انسان بن جائے۔ تو شیر ہے ارے کتوں میں کیوں پڑ گیا ہے؟ اٹھ کسی شیر کے پیچھے لگ تاکہ وہ تجھے

marfat.com

تیرا شیر ہونا بتلادے اور تجھے کتے پن کی ذلت سے چھٹکارا دلائے۔

20 **** سوال: آپ نے مکتوبات مجدد الف ثانی کے حوالے سے فرمایا کہ "پیر کا سایہ ذکر الہیٰ سے بڑھ کر ہے" بظاہر یہ قول خلاف شرع معلوم ہوتا ہے، ازراہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں۔

جواب: یہ قول شریعت کے عین مطابق ہے۔ دیکھیے ایک آدمی ذکر کرتا ہے اور دوسرا پیر کے زیر سایہ ذکر کرتا ہے۔ اول الذکر تو محض ذکر کا ثواب پائے گا جبکہ دوسرے کو پیر کی صحبت عالم بنادے گی۔ پیر کامل نہ صرف ذکر کی تعلیم دے گا بلکہ ذکر کے آداب و مسائل اور طریقت کے نکات بھی سکھائے گا۔ پس ان دونوں میں وہی فرق ہوگا جو عالم اور عابد میں ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے "عالم کی فضیلت عابد پر وہی ہے جو چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر" (ترمذی، ابو داؤد) دوسری حدیث میں ارشاد ہوا، ایک عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (مشکوٰۃ) اسی لیے مولانا روم فرماتے ہیں،

یک زمانہ صحبت با اولیاء      بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

21 **** سوال: مراقبہ و محاسبہ سے کیا مراد ہے؟ قرآن و حدیث اور اقوال صوفیہ کی روشنی میں اس کی اہمیت بیان فرمائیں۔

جواب: ولی، کامل حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراقبہ کے لغوی معنی نگرانی اور حفاظت کرنے کے ہیں اور تصوف کی اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کو ہر وقت اس بات کا شعور

marfat.com

اور یقین رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ مراقبہ گردن جھکا کر اور آنکھیں بند کر کے بیٹھنے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک قلبی عمل ہے جو ہر وقت جاری رہنا چاہیے۔ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات میں مراقبہ کی تعلیمات بیان ہوئی ہیں۔

1 - بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے (النساء: ۱)

2 - اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے (الاحزاب: ۵۲)

3 - تو کیا وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہداشت رکھتا ہے (الرعد: ۳۳)

4 - کیا یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے (العلق: ۱۴)

5 - بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں (الفجر: ۱۴)

6 - اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (الحدید: ۴)

7 - اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے (مومن: ۱۹)

ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سب کو دیکھ رہا ہے وہ آنکھوں کی چوری اور سینوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی جانتا ہے اور اس کا علم ہر شے پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر مستحکم یقین پیدا کرنے اور اس یقین کے ذریعے اصلاح احوال کرنے کا نام ہی مراقبہ ہے جو کہ صوفیہ کی تعلیمات کا اہم جزو ہے۔ حدیث جبریل جو پہلے بیان کی جا چکی، اس میں احسان سے اکابر صوفیہ نے مراقبہ مراد لیا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ (بخاری، مسلم)

ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، تم اللہ تعالیٰ کے حق کی نگرانی کرو اور فکر کے ساتھ اسکی رضا طلب کرتے رہو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے، اللہ سے ڈرو تم جہاں کہیں بھی ہو (مسلم) ان احادیث سے بھی مراقبہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے، مراقبہ یہ ہے کہ ہمیشہ ایسے رہو گویا خدا کو دیکھ رہے ہو۔ ابن عطا فرماتے ہیں کہ بہترین اطاعت ہر وقت اللہ تعالیٰ کا مراقبہ ہے۔ جریری کا قول ہے کہ تصوف کی اصل دو باتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کا مراقبہ لازم کر لو دوم یہ کہ تمہارے ظاہری اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔

مراقبہ اس لیے ہوتا ہے کہ بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو ایسے یاد رکھے کہ خلاف شرع کوئی کام اس سے سرزد نہ ہو جبکہ محاسبہ اعمال سے قبل اور بعد میں بھی ان کا احتساب کرنے اور انہیں جانچنے کا نام ہے۔ ارشاد ربانی ہے، "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے" (الحشر: ۱۸) دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا، "اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے" (البقرہ: ۱۱۰) ایک اور جگہ فرمایا گیا، "اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی" (البقرہ: ۴۸) مزید فرمایا گیا، "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں" (البقرہ: ۴۴) ایک اور جگہ ارشاد ہوا، "تو کیا تم غور نہیں کرتے" (الانعام: ۵۵)

ان آیات مقدسہ میں گذشتہ و آئندہ اعمال کا محاسبہ کرنے کی تعلیم و ترغیب

marfat.com

دی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حاسبوا قبل ان تحاسبوا یعنی "اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال تولو اس سے پہلے کہ ان کا وزن کیا جائے"۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کا انجام سوچ لے اگر انجام اچھا ہو تو وہ کام کر اور اگر انجام خراب ہو تو اس سے باز رہ (مشکوٰۃ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر رات کو اپنی ٹانگوں پر درہ لگاتے اور فرماتے اے نفس تو نے آج کیا کچھ کیا؟ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بندہ متقین سے نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے نفس سے اس طرح حساب نہ کرے جیسے کاروباری شریک سے کیا کرتے ہیں۔ حضرت ذوالنون سے کسی نے پوچھا کہ بندہ جنت میں کن باتوں سے پہنچتا ہے؟ فرمایا، پانچ باتوں سے اول دین پر ایسی استقامت سے جس میں ٹیڑھا پن نہ ہو، دوم ایسے اجتہاد سے جس میں سہو نہ ہو، سوم ظاہر و باطن میں مراقبہ سے، چہارم موت کے بعد کے لیے تیاری کرنے سے، پنجم نفس کا محاسبہ کرنے سے قبل اس کے کہ اسکا حساب شروع ہو۔

صوفیہ فرماتے ہیں کہ ہر دن کے آخر میں سونے سے قبل ایک لمحہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جس میں بندہ اپنے نفس کا محاسبہ اور باز پرس کرے اور اپنے آپ سے وہ حساب لے جو قیامت میں اس سے کوئی اور لے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ بندہ اگر ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک کنکر ڈال لیا کرے تو تھوڑے ہی دنوں میں اسکا گھر بھر جائے۔ بندہ باوجود کثیر گناہ کرنے کے انہیں بھول جاتا ہے مگر کراماً کاتبین کچھ نہیں بھولتے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "اللہ نے انہیں گن

marfat.com

رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں" (المجادلہ: ۶) اگر ہم روزانہ اپنا احتساب کرنے کی عادت ڈال لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے روزانہ ہمارے گناہوں میں بتدریج کمی ہوتی جائے گی۔

سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، " جس نے مخلوق کو توحید کے ذریعے، دنیا کو زہد کے ذریعے اور ماسوی اللہ کو بے رغبتی کے ذریعے فنا کر دیا اس نے پوری کامیابی حاصل کر لی اور دنیا و آخرت کی بھلائی کو پا لیا، قبل اسکے کہ تمہیں موت آئے اپنے نفس، خواہشات اور شیاطین کو مار دو اور عام موت سے پہلے خاص موت کو اختیار کر لو یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو دل سے نکال پھینکو" ۔ (الفتح الربانی)

خانہء خالی نما تا منزل جاناں شوی
کایں ہوسناکاں دل و جاں جائے دیگر می کنند

" دل کا گھر غیر سے خالی کر تا کہ یہ محبوب کی جلوہ گاہ بن جائے۔ اہل حرص و ہوس کے دل و جاں غیروں کا ہی مسکن ہوتے ہیں"۔

22 **** سوال: تزکیہ نفس یا مجاہدہ کسے کہتے ہیں؟ قرآن و سنت اور اقوال صوفیہ کی روشنی میں اس کی اہمیت بیان فرمائیں۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، " اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ" (المائدہ: ۳۵) دوسری جگہ ارشاد ہوا، " اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا" (الحج: ۷۸) ایک اور جگہ ارشاد ہوا، " اور جنہوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے " (العنکبوت: ۶۹) بعض مفسرین نے ان آیات میں جہاد سے مجاہدہ مراد لیا ہے خصوصاً آخر الذکر آیت میں مجاہدہ سے مراد مجاہدہ نفس ہے

marfat.com

(تفسیر صاوی) کیونکہ یہ آیت جہاد کفار کا حکم آنے سے پہلے نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک بھی مجاہدہ کی دلیل ہے کہ مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا (ترمذی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ "سارا مجاہدہ ان آیات کریمہ میں جمع فرما دیا ہے کہ " جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے " (النزعٰت: ۴۰، ۴۱) یہی جہاد اکبر ہے حدیث میں ہے کہ ایک غزوہ سے واپسی پر حضور علیہ السلام نے فرمایا، " اب ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں "۔

ایک صاحب کو انار کھانے کی خواہش ہوئی۔ تیس سال گزر گئے مگر نہ کھایا اس کے بعد خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے نفس کا بھی تجھ پر کچھ حق ہے۔ صبح اٹھے انار کھایا اب نفس نے دودھ کی خواہش کی۔ فرمایا، تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور تشریف لائیں اور فرمائیں اب بھی بہتر ہے کہ صبر کر۔ فوراً خواہش دور ہو گئی۔ اس قسم کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی، جسے پہچاننے کی دو علامات ہیں ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلدی کا تقاضا ہوتا ہے کہ فوراً کر لو جبکہ نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جما رہتا ہے جب تک کہ وہ خواہش پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں جبکہ شیطانی خواہش کی پہچان یہ ہے کہ ایک خواہش پوری نہ ہوئی تو دوسری ناجائز بات کی خواہش ہو گئی وہ نہ پوری ہوئی تو تیسری خواہش پیدا ہو گئی کیونکہ شیطان کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔ ایک صاحب کسی

marfat.com

بزرگ کے یہاں آئے دیکھا کہ پانی کا مٹکا دھوپ میں رکھا ہے انہوں نے کہا پانی گرم ہو گیا آپ سائے میں رکھ لیتے۔ فرمایا، صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آگئی میں نے اللہ تعالیٰ سے شرم کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔ (ملفوظات اول)

ممکن ہے کہ آپ یہ سوال کریں کہ انار کھانے یا ٹھنڈے پانی کی خواہش کرنا گناہ تو نہیں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اولیاء کرام تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں کہ اگر انہیں کسی چیز کے بارے میں شبہ ہو جائے کہ یہ نفس کا تقاضا ہے تو وہ اس سے گریز کرتے ہیں۔ آپ دیکھیے کہ اول الذکر واقعہ میں بھی پرہیز اور تقویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب بنا۔ یہی وجہ ہے کہ جب نفس کی اطاعت کے خوف سے وہ ایسی پاک اشیاء سے گریز کرتے ہیں تو حرام و ناجائز چیزوں سے یقیناً وہ بدرجہا نفرت کرتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ وصل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، خواہشات ترک کر دینا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ مومن کے ایمان کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی) اور یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ شیطان جب کسی کو گمراہ کرتا ہے تو پہلے اس سے مستحب چھڑواتا ہے پھر رفتہ رفتہ اسے سنتوں کا تارک بنا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سنتوں کو ہلکا سمجھنے لگ جاتا ہے اور پھر وہ واجبات و فرائض میں بھی غفلت کرنے لگتا ہے اور آخر کار بدعقیدہ و گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اہل اللہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے تزکیہ نفس پر زور دیتے ہیں تاکہ نفس ہمیشہ مطیع و فرمانبردار رہے۔

marfat.com

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو ان کی خدمت میں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ بہت اچھا ہے مگر مجھے قرآن پاک کی یہ آیت یاد آرہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی خواہشات دنیا ہی میں پوری ہونے کا ذکر فرمایا ہے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے "تم اپنی پسندیدہ چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں لے چکے اور ان سے نفع حاصل کر چکے"۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہمیں، ہماری نیکیوں کے بدلے کے طور پر یہ نعمتیں جلدی نہ دے دی گئی ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ پانی نہ پیا۔ (مشکوٰۃ) یہ مجاہدہ ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، "خواہشات کا غلام دنیا و آخرت میں عذاب میں مبتلا رہتا ہے دنیا میں انکے حصول کی وجہ سے اور آخرت میں انکے حساب و کتاب کے باعث۔ جس کی خوراک زیادہ ہوگی اس کے پیٹ کا گوشت بھی زیادہ ہوگا اور اسکی شہوات بھی زیادہ ہونگی اور آخر کار اس کے گناہ بھی زیادہ ہونگے۔ پس جس کے گناہ زیادہ ہوں گے اس کا دل سخت ہوگا اور جس کا دل سخت ہوگا وہ خوف خدا نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نافرمان ہوگا اور جہنم میں جائے گا"۔

پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ الفتح الربانی میں فرماتے ہیں، "تو اپنے باطن میں رب تعالیٰ کے ساتھ تنہائی اختیار کر اگرچہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ رہ۔ اپنے نفس کو حملہ کے لیے سر نہ اٹھانے دے اور اس پر سوار ہو جا ورنہ وہ تجھ پر سوار ہو جائے گا اور اسے زیر کر لے ورنہ وہ تجھے زیر کر لے گا اگر تیرا نفس اطاعت الٰہی میں تیرا فرمانبردار ہو جائے تو بہتر ورنہ اس کو بھوک و پیاس اور تذلیل و تنہائی سے سزا دے اور جب تک تو مطمئن نہ ہو جائے اور نفس ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنے لگے اس وقت تک تو یہ کوڑا اس سے نہ

marfat.com

اٹھا اور اسے ہمیشہ شکستہ و کمزور رکھ ۔ ان سب امور پر تجھے جبھی مدد مل سکتی ہے کہ تو رضائے الہیٰ کا طالب رہے اور گناہوں سے بچے، تیرا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے اور احکام الہیٰ سے موافقت ہو نہ کہ مخالفت، اطاعت ہو نہ کہ معصیت، شکر ہو نہ کہ ناشکری، ذکر ہو نہ کہ نسیان اور خیر ہو نہ کہ شر"۔
امید ہے کہ ان دلائل سے تزکیہ نفس و فلاح حقیقی کے لیے مجاہدات کی اہمیت واضح ہو گئی ہو گی۔

23 **** سوال: قرآن پاک میں ہے نماز بے حیائی سے روکتی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ نماز پڑھنے کے باوجود وی سی آر اور گانے بجانے کی بے حیائیوں میں مبتلا ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: اس کے دو اہم اسباب ہیں، اول یہ کہ ان کی نماز کامل نہیں ہوتی وہ نہ نماز کی ظاہری شرائط کا خیال کرتے ہیں نہ باطنی شرائط کا۔ بس وہ سر سے بوجھ اتارنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا، "تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نمازوں سے بھولے بیٹھے ہیں" (الماعون) یعنی نہ تو پابندی سے نمازیں ادا کرتے ہیں اور نہ ہی نمازوں کو صحیح طریقے کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا، "جس شخص کی نماز اسے بے حیائی اور برے کاموں سے نہ روکے وہ درحقیقت نماز ہی نہیں"۔ (الدر المنثور) معلوم ہوا کہ جب تک پورے حقوق ادا نہ کیے جائیں نماز کامل نہیں ہوتی۔
دوم یہ کہ جب تک وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں کم از کم اتنی دیر تک تو یقیناً وہ بے حیائی اور برے کاموں سے بچے رہتے ہیں اور بے شک یہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ایک بڑا فائدہ ہے جو نہیں حاصل ہوتا ہے۔ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ نماز میں وسوسے اور دنیاوی خیالات بہت آتے ہیں اس لیے نماز

marfat.com

پڑھنے کا کیا فائدہ؟ تو یہ بات بھی شیطان ہی کا دھوکا ہے۔ وہ عبادت سے دور کرنے کے لیے وسوسے ڈالتا ہے اور عبادت کا اثر زائل کرنے کے لیے نماز کے فوراً بعد گناہ کے کاموں کی طرف راغب کرتا ہے۔ لیکن ان وجوہ کی بنا پر نماز ہرگز نہیں چھوڑنی چاہیے۔ مثنوی مولانا روم میں ہے کہ ایک ذکر الہٰی کرنے والے کو شیطان نے بہکایا، تم نے اتنا ذکر کیا اس سے کیا فائدہ ہوا، اس وسوسہ کی وجہ سے اس نے ذکر و عبادت سب چھوڑ دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی علیہ السلام کو وحی کی کہ اس ذاکر و عابد سے کہہ دو کہ جب بادشاہ کسی پر خفا ہوتا ہے تو اس کو اپنی بارگاہ میں نہیں آنے دیتا۔ بارگاہ میں حاضری کی سعادت دینا ہی اس کی رضا کی علامت ہے۔ اسی طرح میرا اپنے ذکر کی توفیق دینا ہی میری رضامندی ہے۔

صحابہ کرام جب نماز پڑھتے تو اردگرد سے بے نیاز ہو کر سکون و اطمینان سے نماز ادا کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز سکون سے پڑھتے ہیں۔ جامع صغیر میں ہے کہ نماز اس شخص کی طرح پڑھا کرو جسے یقین ہو کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ حضرت حاتم بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا، جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو اچھی طرح وضو کر کے جائے نماز پر اطمینان سے کھڑا ہو جاتا ہوں اور یہ تصور کرتا ہوں کہ کعبہ میرے سامنے ہے جنت میرے دائیں طرف اور دوزخ میرے بائیں طرف ہے اور میں پل صراط پر کھڑا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے پھر میں نہایت عاجزی سے اللہ اکبر کہتا ہوں معانی کو ذہن میں رکھ کر تلاوت کرتا ہوں نہایت خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتا ہوں

marfat.com

پھر اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال کے ناقص ہونے کی وجہ سے اس کے ٹھکرا دیے جانے کا خوف کرتا ہوں ۔ اللہ اکبر یہ ہے اللہ والوں کی نماز! باری تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ خشوع و خضوع کے متعلق غیب بتانے والے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۔(بخاری، مسلم)

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تصور ہمارے دلوں میں راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے (اور صرف نمازہی میں نہیں بلکہ خلوت و جلوت میں ہم یہ تصور رکھیں) تو ہم گناہ چھوڑ دیں گے اور ہماری زندگیوں میں روحانی انقلاب آ جائے گا۔ اسی کو حدیث پاک میں احسان کی کیفیت سے تعبیر فرمایا گیا جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا۔یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ نماز میں احسان کی تکمیل اور حقیقی روحانیت کا حصول جبھی ممکن ہے کہ جان کائنات رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بارگاہ میں حاضری دی جائے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات جلد اول میں فرماتے ہیں، " بعض اہل معرفت نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں السلام علیک ایھا النبی کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ہر ذرے اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کیے ہوئے ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم (روحانی طور پر) نمازیوں کی ذوات میں موجود اور حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے روشن اور کامیاب ہو جائے"۔

marfat.com

24 **** سوال: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نماز کی مسلسل پابندی کر لیں تو بڑائی کا احساس پیدا ہونے لگتا ہے صوفیہ نے خود پسندی کو تکبر کی ایک قسم قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ اس مرض کا کیا علاج ہے؟

جواب: اس مرض کا علاج تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ میں موجود ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "جب تم میں سے کوئی اپنے سے اعلیٰ کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے سے ادنیٰ کو بھی دیکھ لے"۔ اب اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ یوں سمجھیے کہ جب آدمی عبادات کی پابندی کرے تو ان محبوبان خدا کو یاد کرے جو ایک لمحہ بھی یاد خدا سے غافل نہ رہے، امام اعظم نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر ادا فرمائی امام احمد بن حنبل دن بھر فقہی تعلیم و تدریس کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے امام ابو یوسف قاضی القضاہ ہونے کی مصروفیات ہونے کے باوجود دو سو رکعات نفل پڑھتے۔ حافظ حدیث حضرت ثابت بنانی نے پچاس برس شب بیداری کی۔ حضرت سعید بن مسیب نے پچاس برس عشاء کے وضو سے فجر پڑھی امام اعظم رمضان میں61 قرآن پاک تلاوت کرتے جبکہ حضرت سعید بن جبیر ایک رکعت میں پورا قرآن پاک تلاوت فرماتے۔ اور بارگاہ الٰہی میں ساری ساری رات رونے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اب جو شخص پانچ نمازوں کی پابندی کرے اور ساتھ ہی ان بزرگان دین کے واقعات بھی پڑھتا رہے تو بڑائی کا احساس پیدا نہیں ہوگا بلکہ نیکی کی طرف مزید ذوق و شوق اور رغبت پیدا ہوگی۔ اور اسی طرح آدمی جب اپنے سے ادنیٰ کو دیکھے تو خدا کا شکر کرے، شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بارگاہ الٰہی میں

marfat.com

آفات روزگار پر شکوہ نہ کیا لیکن ایک بار تنگدستی کی وجہ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا میرے پاس جوتی خریدنے کی بھی استطاعت نہ تھی میں ننگے پاؤں جا رہا تھا اور دل ہی دل میں کڑھتا تھا کہ میری نظر ایسے شخص پر پڑی جس کے پاؤں ہی نہیں تھے میں نے فوراً خدا کا شکر ادا کیا کہ جوتی نہ سہی اللہ تعالیٰ نے مجھے پاؤں تو دیے ہیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو عبادات سے غافل ہوں ان کو حقیر نہ سمجھے بلکہ ان کی اصلاح کے لیے خلوص دل سے کوشش کرے اپنے عیبوں پر نظر رکھے اور بزرگان دین کے حالات زندگی پڑھے اس سے آدمی غرور و تکبر سے بھی بچے گا اور مزید نیک بننے کے لیے جستجو بھی کرے گا۔ امام غزالی منہاج العابدین میں فرماتے ہیں، اپنے نیک اعمال کو عظیم اور بڑے سمجھنے کا نام خود پسندی یا عجب ہے۔ اس سے بچنا دو وجہ سے ضروری ہے اول یہ کہ اس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید سے محروم ہو جاتا ہے اور دوم یہ کہ اس سے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ اس سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اپنے اعمال کو حقیر جانے، لوگوں کی تعریف و توصیف کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار رہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ہماری برائیوں، ہمارے عیوب اور گناہوں کی گندگی کے باوجود اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت عطا فرمائی بلاشبہ اسے اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل جانے۔ اور پھر اپنے نیک اعمال کی قبولیت کے بارے میں فکر مند رہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ عطا سلمی علیہ الرحمہ نے نہایت اچھا کپڑا بنا پھر اسے فروخت کے لیے بازار میں لے گئے اور بزاز کو دکھایا اس نے بہت کم قیمت لگائی اور اس کپڑے کے بہت سے عیب بتا دیے، عطا رونے لگے۔ بزاز آپ سے

marfat.com

معذرت کرنے لگا اور آپکی مانگی ہوئی قیمت دینے پر راضی ہو گیا آپ نے فرمایا، میں اس لیے نہیں رویا بلکہ میرے رونے کا اصل سبب یہ ہے کہ میں کپڑے کی صنعت جانتا ہوں میں نے مضبوط، عمدہ اور خوبصورت کپڑا بنانے کے لیے بہت محنت کی اور میرے نزدیک اس میں کوئی عیب نہیں تھا لیکن جب میں یہ اس کے عیوب جاننے والے کے پاس لایا تو اس نے سارے عیوب ظاہر کر دیے جن سے میں بے خبر رہا مجھے یہ فکر ہوئی کہ ہمارے ان اعمال کا کیا ہو گا جو کل اللہ تعالیٰ علام الغیوب کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے تو معلوم نہیں کہ ان میں کتنے عیوب اور کتنی خامیاں ظاہر ہوں گی جن سے آج ہم بے خبر اور غافل ہیں۔ پھر امام صاحب نے فرمایا، ایسے اخروٹوں کی کثرت کوئی نفع نہیں دیتی جن میں گری اور مغز نہ ہو اور ایسے مکانوں کی بلندی کوئی فائدہ نہیں دیتی جن کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں۔ لہذا ان حقائق کو ذہن نشین رکھنا چاھیے۔

25 **** سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غوث اعظم کہنا شرک ہے اس بارے میں ائمہ دین کے اقوال ارشاد فرمائیے نیز یہ بھی بتلئیے کہ غیر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غوث اعظم کے معنی ہیں بڑا فریادرس اور غوث الثقلین کے معنی ہیں جن و انس کے فریادرس۔ جیسے مددگار و حاجت روا حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسکی دی ہوئی طاقت سے اسکے محبوب بندے بھی مددگار و حاجت روا ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عطا سے سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ غوث اعظم ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الامن والعلیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دافع بلا و مشکل کشا ہونے کے ثبوت میں ۶۰ آیات اور ۳۰۰ —

marfat.com

احادیث پیش فرمائی ہیں ان میں حدیث نمبر ۱۸۹ میں ہے کہ خلافت فاروقی میں جب قحط پڑا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مصر میں فرمان بھیجا اور اس میں یہ بار بار تحریر کیا، فیا غوثاہ ثم غوثاہ یعنی ارے فریاد کو پہنچو ارے فریادرسی کرو۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غوث کا لفظ مخلوق کے لیے بولنا جائز ہے، اب ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ دین میں سے کن ائمہ نے یہ لفظ سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے لیے استعمال فرمایا۔

مرزا مظہر جانجاناں نے اپنے ملفوظات میں غوث الثقلین اور غوث اعظم کے لقب آپ کے لیے تحریر فرمائے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں متعدد بار غوث الثقلین کا لقب ارشاد فرمایا، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ہمعات میں غوث اعظم لکھا جبکہ انفاس العارفین میں انکے والد اور نانا نے بھی غوث اعظم ہی کے لقب سے پیران پیر کو یاد کیا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں غوث اعظم تحریر فرمایا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی مکاشفات غیبیہ میں غوث الثقلین اور مکتوبات میں غوث اعظم کے لقب سے یاد فرمایا، شیخ نور الدین ابو الحسن علی نے بہجۃ الاسرار میں غوث الوریٰ کا لقب ارشاد فرمایا، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور مولانا عبد الرحمن جامی نے غوث الثقلین فرمایا اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں غوث اعظم اور غوث الثقلین فرمایا۔ ائمہ دین کے حوالے پیش کرنے کے بعد اب دیو بندی وہابی حضرات کے پیشوا اور امام مولوی اسماعیل دہلوی کا حوالہ پیش کرتا ہوں کہ ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

marfat.com

انکی کتاب صراط مستقیم (اردو) مطبوعہ سعید اینڈ سنز کراچی ملاحظہ فرمائیے ص ۱۹۸ پر اور ص ۲۱۸ پر سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم کہا گیا ہے جبکہ ص ۲۴۲ پر غوث الثقلین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ ثابت ہو گیا کہ پیران پیر دستگیر سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم یا غوث الثقلین کہنا ہر گز شرک یا ناجائز ہنیں ہے۔

اب آپ کے دوسرے مسئلے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، سورہ البینۃ کی آخری آیت میں ارشاد ہے، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابی ہو یا غیر صحابی جو خشیت الہٰی رکھتا ہو اسکے لیے رضی اللہ عنہ کا اطلاق جائز ہے علامہ شامی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ " صحابہ کرام کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کے لیے رحمۃ اللہ علیہ۔ اور اس کا الٹ یعنی صحابہ کے لیے رحمۃ اللہ علیہ اور تابعین اور انکے بعد کے علماء و اولیاء کے لیے رضی اللہ عنہ بھی جائز ہے "۔ امام قاضی عیاض مالکی کتاب الشفا میں فرماتے ہیں کہ " انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ علماء و اولیاء کو غفران و رضا سے یاد کیا جائے یعنی غفر اللہ تعالیٰ لھم اور رضی اللہ عنھم کہا جائے "۔ (شرح شفا) اکابرین امت کا اسی پر عمل ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر کی جلد ۶ میں امام اعظم کو جبکہ محدث علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ میں امام اعظم، امام شافعی اور کئی اولیاء کرام کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ج ۱ میں امام شافعی کو اور امام بخاری کو بھی رضی اللہ عنہ لکھا ہے نیز اخبار الاخیار میں ۱۵ جگہ حضور غوث پاک کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے فقیہہ اعظم علامہ شامی

marfat.com

نے فتاویٰ شامی کی پہلی جلد میں امام اعظم ابو حنیفہ (تابعی) کو ۶ جگہ اور امام شافعی کو ۷ جگہ رضی اللہ عنہ تحریر فرمایا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں حضرت غوث اعظم کے نام کے ساتھ کئی جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے نیز القول الجمیل میں بھی حضور غوث اعظم، خواجہ نقشبند اور خواجہ غریب نواز کے اسماء گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہم تحریر کیا ہے۔ اسی طرح کی بیشمار مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن سب سے اہم گواہی معترضین کے گھر سے ملاحظہ فرمائیں، تذکرۃ الرشید جلد ا صفحہ ۲۸ پر اکابرین دیوبند مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے ناموں کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہما لکھا گیا ہے، غیر مقلدوں کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کی کتاب "الداء والدواء" کے صفحہ ۱۵۳ پر ختم خواجگان و ختم مجدد کے ساتھ رضی اللہ عنہم جبکہ صفحہ ۱۵۴ پر شیخ عبدالقادر جیلانی کے اسم گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ تحریر کیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ غیر صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا ہر مکتبہ فکر کے نزدیک جائز ہے۔

26 **** سوال: گیارھویں شریف کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فاتحہ پڑھنے سے کھانا حرام ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارھویں شریف تو اعلیٰ حضرت بریلوی نے شروع کی اس سے پہلے کسی نے نہ کی تھی، راہنمائی فرمائیے۔

جواب: حضور غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی، ذکر و اذکار اور فاتحہ و لنگر وغیرہ پر مشتمل محفل عموماً کسی بھی دن اور خصوصاً چاند کی ۱۱ تاریخ کو منعقد ہوتی ہے اسے گیارھویں شریف کہا جاتا ہے۔ اسکی اصل ایصال ثواب ہے جو کہ قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں

marfat.com

بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے"۔ (الحشر: ۱۰) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا دوسرے مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا قرآن سے ثابت ہے اور ایصال ثواب بھی دراصل دعا ہی کی ایک صورت ہے۔

ابو داؤد اور نسائی نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ام سعد کا انتقال ہوگیا اب انکے ایصال ثواب کے لیے کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا، پانی۔ لہذا حضرت سعد نے کنواں کھدوا کر فرمایا، "یہ ام سعد کے لیے ہے"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شے کو میت کی طرف منسوب کرنا نہ تو گناہ ہے اور نہ ہی اس طرح وہ شے حرام ہوتی ہے جیسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنوئیں کو اپنی والدہ کی طرف منسوب کیا اسی طرح، ہم گیارھویں شریف کو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث پاک بخاری و مسلم میں ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے صدقہ خیرات کا انہیں ثواب پہنچے گا۔ ترمذی کی ایک حدیث میں ایک شخص کا اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لیے باغ کا صدقہ دینا بیان ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، ہم اپنے مردوں کے لیے دعائیں، صدقات و خیرات اور حج کرتے ہیں کیا یہ چیزیں انکو پہنچتی ہیں؟ فرمایا، ہاں ضرور پہنچتی ہیں اور وہ ان سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے تم ایک دوسرے کے ہدیے سے خوش ہوتے ہو۔ (مسند احمد) حضرت علی کرم اللہ وجھہ ہمیشہ حضور صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے (ترمذی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی (مسلم، ابو داؤد، ترمذی) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب سنت سے ثابت ہے، نیز مالی و بدنی عبادات کا ایصال ثواب ارواح مسلمین کو ہوتا ہے اور وہ ایصال ثواب کا ہدیہ پاکر خوش ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں، " حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور انکی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد کی طرح سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہی سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ، درود، صدقات اور انکے نام کی نذریں مسلمانوں میں رائج و معمول ہیں چنانچہ تمام اولیاء سے بھی یہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ (الامن والعلیٰ بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۹۶) آپ اپنے فتاویٰ کی پہلی جلد میں فرماتے ہیں، " نیاز کا وہ کھانا جس کا ثواب امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل اور درود پڑھا جائے تو وہ کھانا برکت والا ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے "۔ شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے پر فاتحہ پڑھتے وقت سورہ فاتحہ، چاروں قل اور درود شریف پڑھا جاتا ہے اور اس سے طعام متبرک ہو جاتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف میں اسکی حکمت یوں بیان فرماتے ہیں کہ " تلاوت کرنے سے کھانے کے اجزاء ذکر کے انوار سے معمور ہو جاتے ہیں اور کھانے میں کوئی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی اور ایسا طعام کھانے سے دل کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے "۔

کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا اور دعائے برکت کرنا متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ غزوہ تبوک کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

کھانے پر برکت کی دعا فرمائی، بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھا اور دعا فرمائی۔ بخاری و مسلم ہی کی ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلوہ پر دعائے برکت فرمانا مذکور ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر تلاوت کرنا اور دعا مانگنا بلاشبہ جائز ہے۔ بلکہ مسلم شریف میں ہے کہ جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے شیطان اسے اپنے لیے حلال سمجھتا ہے یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا چاہیے سورۃ الانعام آیت ۱۱۸ میں ارشاد ہوا، "تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اسکی آیتیں مانتے ہو"۔ آپ بتائیے کہ فاتحہ میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ کیا چاروں قل اور سورہ فاتحہ پڑھنے سے کھانا حرام ہو جاتا ہے؟ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھنے سے شیطان اس کھانے کو حلال نہیں سمجھتا اور قرآن سے معلوم ہوا کہ جس طعام پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے وہ کافر نہیں کھاتے۔ سچ ہے کہ پاک چیزیں پاک لوگوں کے لیے اور ناپاک چیزیں ناپاک لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین

اکابرین دیوبند کے پیرو مرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۲۳ پر لکھتے ہیں، "ثواب پہنچانے کی جو شکل اس زمانے میں رائج ہے کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے حضرت غوث پاک قدس سرہ کی گیارھویں، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، برسی وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شب برات کا حلوہ اور ایصال ثواب کے دوسرے طریقے اسی قاعدے پر مبنی ہیں"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، "بیشک ہمارے شہروں میں غوث اعظم کی گیارھویں شریف مشہور ہے اور یہی تاریخ اہل ہند میں سے آپکی اولاد

marfat.com

مشائخ میں متعارف ہے"۔ (ماثبت بالسنۃ) شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ماہ ربیع الاخر کی گیارہ تاریخ کو غوث الثقلین کا عرس کیا کرتے تھے (اخبار الاخیار) امام عارف کامل شیخ عبد الوہاب متقی مکی قدس سرہ بھی غوث الثقلین کا عرس کیا کرتے تھے (ماثبت بالسنۃ) محدث دہلوی قدس سرہ اسی کتاب میں عرس کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "بعض متاخرین مشائخِ مغرب نے فرمایا ہے کہ جس دن اولیاء کرام وصال فرما کر بارگاہ قدس میں پہنچتے ہیں اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید ہے اور یہ متاخرین ہی کے بتائے ہوئے مستحسن اعمال میں سے ہے"۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارھویں تاریخ کو بادشاہ اور اکابرین شہر وغیرہ جمع ہوتے، نماز عصر تا مغرب تلاوت قرآن کرتے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف میں قصائد اور منقبت پڑھتے بعد مغرب سجادہ نشین مریدین و حاضرین کے درمیان بیٹھ کر انہیں ذکر بالجہر کراتے اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی پھر طعام و شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء ادا کر کے لوگ رخصت ہوتے۔ (ملفوظات عزیزی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اپنی کتاب کلمات طیبات میں جمع فرمائے ہیں اس کا فارسی نسخہ مطبوعہ دہلی ص ۷۷ ملاحظہ ہو، مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک وسیع چبوترہ پر بہت سے اولیاء کرام حلقہ کی صورت میں مراقبہ میں ہیں جن میں خواجہ نقشبند اور حضرت جنید بغدادی بھی تشریف فرما ہیں، پھر یہ حضرات

marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے استقبال کو چل دیے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجھہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ چادر اوڑھے برہنہ پاؤں ایک صاحب بھی تھے جن کا ہاتھ تعظیم سے آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ایک صاف و شفاف حجرہ مبارک ظاہر ہوا جس پر نور کی بارش ہو رہی تھی یہ تمام بزرگ اس میں داخل ہوگئے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا عرس یعنی گیارھویں شریف ہے اور یہ تمام بزرگ اس عرس کی تقریب میں تشریف لے گئے ہیں"۔

اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالوہاب متقی مکی، شیخ امان اللہ پانی پتی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مرزا مظہر جانجاناں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور اکابر اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ نہ صرف گیارھویں شریف کے جواز کے قائل تھے بلکہ خود گیارھویں شریف کیا کرتے تھے اور یہ سب اعلیٰ حضرت سے پہلے زمانے کے بزرگ ہیں بلکہ ماثبت بالسنۃ کی عبارت سے تو یہ ثابت ہوا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے زمانے یعنی ۹۵۸ ھ تا ۱۰۵۲ھ میں گیارھویں شریف تمام شہروں میں مشہور ہو چکی تھی۔ جبکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ ۱۲۷۲ ھ میں پیدا ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ گیارھویں شریف اور اعراس اولیاء کرام امت مسلمہ کا صدیوں سے معمول رہے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک بنیادی اصول حدیث پاک کے حوالے سے سن لیجیے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے"۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) یعنی کوئی جائز کام جو

marfat.com

نیا ہو اور مسلمانوں میں رائج ہو جائے تو اسے ناجائز یا گناہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ بدعت سیئہ بھی ہوتی ہے اور حسنہ بھی۔ فتاویٰ عزیزی ج اول سے زیر بحث موضوع پر ایک عبارت پیش کیے دیتا ہوں، فرماتے ہیں "صورت مروجہ جس میں بہت سے لوگ جمع ہو کر قرآن پاک ختم کرتے ہیں پھر طعام و شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر حاضرین میں تقسیم کی جاتی ہے یہ صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں معمول نہ تھی لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس طریقے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ زندوں اور مردوں دونوں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے"۔

27 **** سوال: اولیاء اللہ کے لیے نذر ماننا کیسا ہے؟ بعض لوگ اسے شرک گردانتے ہیں اس مسئلہ کی بھی وضاحت فرما دیجیے۔

جواب: قرآن مجید کی سورہ دھر آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے، "(وہ) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جسکی برائی پھیلی ہوئی ہے"۔ (کنزالایمان) سورہ حج آیت ۲۹ میں ارشاد ہوا، "پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں"۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ صالحین اپنی منتوں اور نذروں کو پورا کرتے ہیں۔

نذر کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ایسی عبادت اپنے اوپر واجب کرنا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب نہ کی ہو جیسے کوئی یہ منت مانے کہ فلاں کام ہونے پر سو رکعات

---

بدعت کی تفصیل جاننے کے لیے جاء الحق مصنفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی اور اہل بدعت کون مصنفہ انجینیر عبدالمصطفیٰ قادری کا مطالعہ فرمائیں۔ ادارہ

marfat.com

نفل پڑھوں گا۔ یہ نفل اس نے نذر کے ذریعہ اپنے اوپر واجب کر لیے۔ عرف میں نذر کا مفہوم ہے کسی بزرگ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا مثال کے طور پر کوئی یہ نذر مانے کہ فلاں کام ہو جانے پر داتا دربار پر کھانا تقسیم کروں گا یا گیارھویں شریف کروں گا وغیرہ۔ اس نذر کا مقصد ان بزرگ کو ایصال ثواب کرنا ہوتا ہے یہ نذر بلاشبہ جائز ہے اور ایصال ثواب کے مسنون ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر کی دو قسمیں ارشاد فرمائیں ہیں چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسے پورا کرنا چاہیے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہو وہ شیطان کے لیے ہے اسے پورا نہیں کرنا چاہیے۔ اس حدیث سے نذر کی دو قسمیں نذر فی طاعۃ اللہ اور نذر فی معصیۃ اللہ معلوم ہوئیں۔

نذر فی طاعۃ اللہ کی مزید دو قسمیں ہیں: ۱۔ نذر مجازی ۲۔ نذر حقیقی

نذر مجازی یہ ہے کہ لغوی معنوں میں یا عرف میں کوئی شے بطور ہدیہ و نذرانہ کسی کی خدمت میں پیش کی جائے یا کسی ولی کے ایصال ثواب کے لیے کوئی جانور نامزد کر دیا جائے اور اس نذر کا مقصد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور ثواب عطا فرمائے تو یہ نذر بالکل جائز اور باعث خیر و برکت ہے جبکہ نذر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ انکی والدہ نے ایک نذر مانی تھی اور وہ نذر پوری کرنے سے قبل ہی انتقال کر گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اپنی والدہ کی طرف سے نذر کو پورا کرو۔ ابو داؤد کے حوالے سے مشکوٰۃ میں یہ

marfat.com

حدیث موجود ہے کہ ایک صحابی نے مقام بوانہ پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی تھی انہوں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ بات عرض کی تو آپ نے فرمایا، کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے جسکی پوجا کی جاتی ہو؟ عرض کی، نہیں پھر فرمایا، کیا وہاں مشرکوں کا کوئی میلا لگتا ہے؟ عرض کی نہیں تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ کسی ولی کے مزار پر یا کسی خاص جگہ جا کر بھی کوئی منت پوری کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہاں بتوں کی پوجا نہ ہوتی ہو، مشرکوں کا میلہ نہ لگتا ہو اور وہ منت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام منت مانتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان منتوں کو پورا کرنے کی تعلیم ارشاد فرماتے تھے۔ علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں، جو نذر اولیاء اللہ کے لیے مانی جاتی ہے اور اسے مریض کے شفا حاصل کرنے اور غائب کے آنے پر معلق کیا جاتا ہے وہ نذر مجازی ہے اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اولیاء کے مزارات پر خادمین کے لیے صدقہ کیا جائے"۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے وہ فرماتے ہیں، "اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کھانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جائے اور یہ مسنون ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ام سعد رضی اللہ عنہا کا حال بخاری و مسلم میں مذکور ہوا، مقصد یہ ہے کہ نذر کا ثواب کسی ولی کی روح کو پہنچایا جائے اور ولی کا ذکر جس عمل کی نذر مانی ہے اسکے لیے ہے نہ کہ مصرف کے لیے، اور طعام و مال کا مصرف اس ولی کے عزیز و اقارب، اسکے

marfat.com

خدام اور اسکے متوسلین ہیں بلاشبہ ان نذر کرنے والوں کا بھی مقصود ہے اور اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اسکا پورا کرنا واجب ہے کیونکہ شرعاً یہ معتبر اور باعث قرب الٰہی ہے"۔(فتاویٰ عزیزی (فارسی) جلد ا ص ۱۲۱)

نذر پورا کرنے سے متعلق ایک واقعہ یاد آیا ہے جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں تحریر کیا ہے اسکا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کیونکہ شاہ ولی اللہ وہ ہستی ہیں کہ جنہیں دیوبندی اور اہلحدیث حضرات بھی اپنا پیشوا کہتے ہیں جبکہ وہ خالص اہلسنت عقائد رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ میرے والد شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل پیش آئی اسنے نذر مانی کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر میری مشکل حل ہو گئی تو اتنے روپے ان حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہ مشکل حل ہو گئی اور وہ شخص نذر دینا بھول گیا کچھ دنوں بعد اسکا گھوڑا شدید بیمار ہو گیا اور مرنے کے قریب تھا کہ ہمیں علم ہوا تو ایک خادم کے ذریعہ اسے پیغام بھیجا کہ یہ پریشانی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے ہے اگر اپنا گھوڑا سلامت چاہتے ہو تو جو نذر تم نے فلاں جگہ مانی تھی وہ بھیج دو۔ فرہاد بیگ نے وہ نذر بھیج دی اسی وقت اسکا گھوڑا صحتیاب ہو گیا۔

---

## سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت

"اگر بنیاد مضبوط نہ ہو تو اوپر کی عمارت مضبوط ہونے کا فائدہ نہیں اگر بنیاد مضبوط ہو اور اوپر کی تعمیر میں نقص آجائے تو اس نقص کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اعمال کی بنیاد توحید و اخلاص ہے جسکی یہ بنیاد کمزور ہو اسکے پاس کچھ نہیں"۔

marfat.com

## باب ہفتم: ترک دنیا اور تصوف

28 **** سوال: موجودہ دور میں جبکہ برائیاں تیزی سے رگ و پے میں سرایت کرتی جارہی ہیں اور ہر شخص دنیا کی محبت اور زیادہ سے زیادہ مال کمانے کی فکر میں مبتلا ہے فلاح اور روحانیت عملی طور پر کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، "(قیامت کے دن) مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دیدے اپنے بیٹے اور اپنی جورو اور اپنا بھائی اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے اور جتنے زمین میں ہیں سب، پھر یہ بدلہ دینا اسے بچالے! ہرگز ہنیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتارلینے والی، بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور (حق سے) منہ پھیرا اور جوڑ کر (مال کو) محفوظ کر لیا"۔ (المعارج: ۱۱ - ۱۸، کنزالایمان) ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن منکرین حق کو پیش آنے والی حالت بیان فرما دی ہے تاکہ مسلمان دنیا کی محبت میں آخرت کو فراموش نہ کردیں اور اخروی زندگی کے لیے نیکیوں کو جمع کرتے رہیں۔

یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ دنیا عمل کی جگہ ہے اور آخرت سزا و جزا کی۔ اس پر یقین کامل کر کے پہلے علم دین حاصل کیجیے کہ علم بہت سی روحانی بیماریوں کا علاج ہے اور پھر تمام حرام کاموں سے بچیے خصوصاً حرام کمائی سے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، دنیا سے بے رغبت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا، حلال کمائی اور چھوٹی امیدیں۔ (مشکوٰۃ)

حلال مال کمانا کوئی بری بات ہنیں ہے بس یہ حلال مال راہ خدا میں دل کھول کر خرچ کریں خوب خیرات کریں آپ دیکھیں گے کہ مال کی محبت دل سے

marfat.com

نکل جائے گی۔ یہاں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے آپ نے فرمایا، "گذشتہ زمانے میں مال جمع کرنا ناپسندیدہ کام تھا لیکن آج مال مومن کے لیے ڈھال ہے یعنی بہت سے گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، اگر یہ مال نہ ہوتا تو حاکم وامراء ہمیں رومال بنا لیتے یعنی اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے پس جس کے پاس کچھ مال ہو اسے چاہیے کہ اسکی حفاظت کرے اور بڑھائے کیونکہ اس پرفتن دور میں اگر کوئی محتاج ہو جائے تو عجب نہیں کہ وہ جو چیز پہلے خرچ کرے وہ اسکا دین ہو لہذا حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں"۔ (مشکوٰۃ)

آپ غور فرمائیں کہ رہائش، لباس اور طعام یہ ضروریات زندگی ہیں جس کے پاس اتنا مال بھی نہ ہو وہ بقدر ضرورت مال ضرور جمع کرے البتہ جسے اللہ تعالیٰ نے خوب نوازا ہو اور وہ اپنا مال وی سی آر اور ڈش انٹینا خریدنے میں لگائے اور ایسی ہی دیگر عیاشیوں کے لیے مزید کمانے کی فکر میں رہے تو وہ یقیناً دنیا کا بندہ اور نفس کا غلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے تو جو کچھ مال و اولاد انکے پاس ہو سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی امانت سمجھتے ہیں۔ ایک صحابی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بچے کا انتقال ہو گیا رات جب وہ گھر آئے تو بیوی نے نہ بتایا۔ انہوں نے کھانا کھایا، صحبت بھی کی پھر بیوی نے کہا اگر کوئی امانت رکھوائے اور پھر واپس لے لے تو ہمیں شکوہ اور افسوس کرنا چاہیے یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا، نہیں۔ اب انہوں نے بچے کے انتقال کا بتا دیا۔ صبح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے تو آپ نے فرمایا، رات جو صحبت کی تھی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں لڑکا عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ

جب بندہ سب کچھ اپنا سمجھنے لگ جائے تو پھر کاروبار میں نقصان پر بھی پریشانی

marfat.com

ہوگی راہ خدا میں دینے پر بھی پریشانی ہوگی ٹھوکر لگنے پر بھی پریشانی ہوگی اور اگر وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا سمجھنے لگ جائے تو پھر بندہ ہر مصیبت و نقصان پر یہی کہے گا، بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہمارے مال اولاد بھی، جو گیا اسی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ اس طرح غم محسوس نہ کرے گا لیکن یہ جذبہ بتدریج آئے گا اس جذبہ کی ترقی کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے۔ یہی صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اس سے دنیا کی محبت دل سے نکلتی ہے اور روحانیت سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ دنیا کا غم دل میں تاریکیاں لاتا ہے جبکہ آخرت کی فکر اور اس کے لیے کوشش کرنا دل میں نورانیت پیدا کرتا ہے"۔ (المنبہات) اس کے ساتھ ساتھ فرائض، واجبات اور سنتوں کی پابندی کرے، تمام حرام کاموں سے بچے اور اپنے پیر و مرشد سے مجاہدہ اور ذکر و فکر کے لیے راہنمائی لے پھر روزانہ اپنا محاسبہ بھی کرے اور کوشش کرے کہ لہو و لعب اور شیطانی تفریحات سے دور رہے کہ یہ چیزیں غفلت کا باعث بنتی ہیں۔

صوفیہ فرماتے ہیں، " جو گناہوں کو چھوڑ دے اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور جو حرام سے بچے اور حلال رزق کھائے اس کی فکر میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے"۔ یہ بات فراموش نہ کرے کہ دین کے راستے میں مشکلات اور آزمائشیں آیا کرتی ہیں تکلیف دہ باتیں بھی سننی پڑتی ہیں خصوصاً داڑھی رکھنے پر مغرب پرست لوگوں کے طعنے اس معاشرے میں عام سی بات ہو گئی ہے۔ بہرحال جتنی آزمائش زیادہ ہوگی اس میں صبر کرنے کا اجر بھی اتنا زیادہ ہوگا۔ بس مومن کو چاہیے کہ اعتراف شکست نہ کرے اور رحمت الٰہی سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام بت پرستوں میں رہ کر بھی توحید کا درس دیتے

marfat.com

رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ بھی ہمارے لیے روشن مثال ہے۔

ایک ایمان افروز حدیث مبارکہ بیان کرتا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک آزمائش اور امتحان ہے۔ ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گذار ہوئے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں فرمایا، سوچ لے تو کیا کہہ رہا ہے اس نے عرض کی اللہ تعالیٰ کی قسم میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں یہ بات تین بار کہی۔آپ نے فرمایا، اگر تو سچا ہے تو فقیری کے مقابلے کے لیے اچھی طرح تیار ہو جا یقیناً مجھ سے محبت کرنے والے کی طرف فقیری سیلاب کے بہنے سے بھی زیادہ تیز دوڑتی ہے۔ (ترمذی) یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ مصائب و آفات سے محبت کرتے تھے امام غزالی نے مکاشفۃ القلوب میں سیدنا ضحاک علیہ الرحمہ کا یہ قول بیان فرمایا ہے کہ "جس نے ہر چالیس راتوں میں ایک بار بھی کوئی مصیبت اور پریشانی نہ دیکھی اسکے لیے رب تعالیٰ کے ہاں کوئی بھلائی نہیں"۔ بلکہ بخاری شریف میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے مصائب میں بتلا فرماتا ہے"۔ تاکہ یہ مصائب اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں اور صبر کرنے پر اسے بیش بہا اجر و ثواب عطا کیا جائے۔

جب بندہ خود نیک ہو جائے تو اپنے گھر والوں کو دین کی تعلیمات سکھائے اور پھر اپنے احباب کو دین کی طرف راغب کرے۔ سورہ والعصر میں دنیا و آخرت کی فلاح حاصل کرنے کی یہی چار شرائط بیان ہوئی ہیں۔ ارشاد ہوا، "اس زمانہ محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو

marfat.com

لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق (بات) کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی (ان تکلیفوں اور مشقتوں پر جو دین کی راہ میں پیش آئیں)"۔ (کنزالایمان)

کامیابی کا فلسفہ ایک حدیث پاک میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ تمام تعلیمات تصوف کا خلاصہ سامنے آجاتا ہے۔ مختار کل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، "وہ شخص کامیاب ہوگیا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے خالص کر دیا، اسکی زبان کو سچائی اور دل کو سکون عطا فرمایا، اسکے مزاج کو سیدھا اور درست رکھا، اسکے کانوں کو حق سننے والا اور آنکھوں کو حق دیکھنے والا بنایا، ان دونوں کے ذریعے سے ہی ہدایت دل میں اترتی ہے اور پھر دل اس کی حفاظت کرتا ہے پس جس نے اپنے دل کو ہدایت کی حفاظت کرنے والا بنایا بیشک وہ کامیاب ہوگیا"۔ (مسند احمد بیہقی) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

29 **** سوال: صوفیہ کرام دنیا کی بہت مذمت کرتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ حدیث شریف میں ارشاد ہے، "دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے" اس حدیث کی شرح بھی بیان فرمادیجیے۔

جواب: دنیا کے معنی ہی حقیر اور ادنیٰ چیز کے ہیں۔ دنیا کو حقیر جاننا اور اس کی بے ثباتی پر یقین رکھنا تصوف کی روح ہے اور دراصل یہ قرآن حکیم ہی کی تعلیم

marfat.com

ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۳۲ میں ارشاد ہوا، "اور دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل اور کود، اور بے شک پچھلا گھر بھلا ان کے لیے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تمہیں سمجھ نہیں "۔(کنزالایمان)

سورہ حدید آیت ۲۰ میں فرمایا گیا، "جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل اور کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاھنا، اس مینہہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن (بھوسہ) ہوگیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اسکی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال"۔(کنزالایمان)

پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ دنیا کیا ہے، دنیا اشیاء کا نام نہیں دنیا مال و دولت کا نام نہیں بلکہ خدا کی یاد سے غفلت کا نام دنیا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے وہ دنیا ہے اور یہ یقیناً قابل نفرت و مذمت ہونی چاھیے۔ قرآن مجید کی ان آیات میں دنیا کی زندگی کو کھیل کود اس لیے فرمایا گیا کہ جیسے بچے کچھ دیر کے لیے کھیل کود میں شریک ہوتے ہیں اور اسکے بعد ایک دوسرے کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں یہی حال اہل دنیا کا ہے اور دنیا کی زندگی کو دھوکا اس لیے قرار دیا گیا کہ سانس کا سلسلہ کس وقت منقطع ہو جائے گا کوئی نہیں جانتا۔ بقول شاعر ۔ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں، لہذا دنیا کی رنگینیوں اور آسائشوں کو ہی مقصد حیات بنا کر آخرت سے غافل رہنا بہت بڑی نادانی ہے۔

ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ فرماتے ہیں، "اے عزیز یاد رکھ کہ

marfat.com

تیری پیدائش کے وقت سب خوش تھے مگر تو رو رہا تھا ایسا جی نا جی کہ تیری موت کے وقت سب رو رہے ہوں مگر تو خوشی محسوس کرے۔ تو اگر اخلاص سے یادالہیٰ میں گریہ وزاری کرتا رہے، ہجر حبیب و فراق محبوب میں دل تپاں، سینہ بریاں، گریہ کناں رہے تو ضرور ضرور وقت انتقال وصال محبوب پاکر تو شاد و فرحاں ہوگا اور تیرے فراق پر مخلوق نالاں و پریشاں ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے بچالیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بیمار (یعنی استسقا کی بیماری والے) کو پانی سے بچاتا ہے (احمد، ترمذی) آپ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کی کم سے کم چیزوں کو استعمال فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مجھے میرے رب نے اختیار دیا کہ میں چاہوں تو احد پہاڑ سونا بن جائے مگر میں نے یہ پسند کیا ایک دن کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں (ترمذی) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر چٹائی پر سونے کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا ہم نے عرض کی آپ ہمیں اجازت دیتے کہ ہم بستر بچھا دیتے آپ نے فرمایا، مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ بس میرا تعلق دنیا سے ایسا ہے جیسے کوئی سوار درخت کے سائے میں کھڑا ہو اور پھر درخت کو چھوڑ کر چلا جائے (ترمذی، ابن ماجہ)

اب ہم سوال میں مذکور حدیث پاک پر گفتگو کرتے ہیں، محسن انسانیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے"۔ یہ بات قابل غور ہے کہ کوا بھی مردار کھاتا ہے لیکن اس حدیث پاک میں دنیا دار کو کوے سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ دنیا کو مردار سے اور اس کے طلبگاروں کو

marfat.com

کتوں سے تشبیہہ دی گئی کیونکہ دنیا پرستوں میں بھی وہی صفات موجود ہوتی ہیں جو مردار کھانے والے کتوں میں پائی جاتی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ کتا مردار اکیلے ہی کھاتا ہے خواہ وہ مردار گائے وغیرہ بڑا جانور ہی کیوں نہ ہو بلکہ جب کوئی اور کتا اس کے ساتھ شریک ہونا چاہے گا تو وہ فوراً اس پر غرانا اور بھونکنا شروع کردے گا۔ یہی حال دنیا دار کا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی اور اسکی دنیا میں شریک و حصہ دار بنے جبکہ کوا مردار دیکھ کر کائیں کائیں کر کے اپنی برادری جمع کرلیتا ہے دوسری بات یہ کہ کتا مردار رات دن کھاتا ہے جبکہ کوے کی خصلت یہ ہے کہ وہ دن ہی میں کھاتا ہے رات میں نہیں۔ آپ دیکھ لیجیے مال و دولت کمانے کی ہوس دنیا دار پر ایسی سوار ہوتی ہے کہ رات دن کماتا ہے نہ دن کو سکون اور نہ رات کو آرام، ہر وقت دنیا جمع کرنے کی فکر اس پر مسلط رہتی ہے۔
تیسری بات یہ کہ کتا مرے ہوئے کتے کو بھی کھالیتا ہے یعنی اپنے مردار بھائی کو بھی نہیں چھوڑتا جبکہ کوا مردہ کوا نہیں کھاتا۔ دنیا دار کا حال دیکھ لیں وہ بھی اپنے بھائی سے حسد کرتا ہے دنیا کمانے کی خاطر وہ مسلمان بھائیوں کو تو عموماً اور بعض اوقات سگے بھائیوں کو بھی دھوکا دینے سے باز نہیں رہتا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ارشاد ہے، "دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے"۔ یہاں دنیا کو قید خانہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ دیکھیے کہ جب تک کوئی آدمی جیل سے باہر ہے وہ اپنی آزادی سے گھوم پھر سکتا ہے جب چاہے کھا پی سکتا ہے جب چاہے سو سکتا ہے لیکن جو آدمی جیل میں ہو وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اسے وہاں کے نظام الاوقات کے مطابق عمل کرنا ہو گا، فلاں وقت کھانا ہے فلاں چیز کھانے کو ملے گی فلاں وقت سونا ہے فلاں وقت فلاں کام کرنا ہے وغیرہ۔ مومن کے لیے دنیا کی مثال ایسی ہی ہے۔ یہاں مومن کی اپنی

marfat.com

مرضی نہیں چلے گی اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور احکام کے مطابق زندگی گزارنا ہو گی۔ جب انکا حکم ہو گا نیند سے بیدار ہونا ہو گا جب انکا حکم ہو گا نماز پڑھنی ہو گی جب انکا حکم ہو گا روزے رکھنا ہوں گے جو چیزیں وہ حرام قرار دیں گے ان سے بچنا ہو گا جن امور کی وہ اجازت دیں گے وہی کام کرنے کا اختیار ہو گا۔ گویا مخصوص حدود میں رہتے ہوئے زندگی گزارنا ہو گی۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ ان حدود کو پامال کریں گے، دینی تعلیمات کا مذاق اڑائیں گے اور آزادی چاہیں گے اور دنیا کو کافروں کی جنت کی طرح اپنی "جنت" بنانا چاہیں گے انکا آخرت میں وہی ٹھکانا ہو گا جو کہ کافروں کا ہو گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

مجدد دین و ملت مصلحِ امت امام احمد رضا قادری بریلوی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے فرماتے ہیں، اے مسلمان! گمراہی کی ظلمتیں، شیاطین جن وانس کی مکاریاں، بدمذہبوں کی فریب کاریاں اور نفس کا گناہوں کی طرف مائل ہونا وغیرہ اتنے سارے خطرات کے ہوتے ہوئے تو اپنی دولت ایمان سے بے فکر نہ رہ بلکہ اس کی حفاظت کر اور خواب غفلت سے بیدار ہو جا۔ آپ فرماتے ہیں،

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

marfat.com

سونا پاس ہے سُونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
آنکھیں ملنا، جھنجلا پڑنا لاکھوں جمائی انگڑائی
نام پر اٹھنے کے لڑتا ہے اٹھنا بھی کچھ گالی ہے
وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے اور ان سے مدد مانگنے کی تعلیم دیتے ہیں جو کہ تصوف کا اہم جزو ہے۔ فرماتے ہیں،

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بے کس پر سب نے کیسی آفت ڈالی ہے
مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

30 **** سوال: دنیا کی مذمت کے بارے میں آپ کی ایمان افروز باتیں تو دل قبول کرتا ہے لیکن عرض یہ ہے کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے رغبتی کیسے اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا"۔

جواب: اس حدیث پاک میں بھی دنیاداری سے مراد وہ دنیاداری ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل اور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے غافل رکھے۔ ایک حدیث پاک میں یہ ارشاد ہے کہ "دنیا لذتوں اور خواہشوں سے گھری ہوئی ہے پس دنیا کی لذتیں اور خواہشیں تم کو آخرت سے غافل نہ کر دیں" (طبرانی) ایک

marfat.com

اور حدیث میں فرمایا گیا کہ " دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے " (مشکوٰۃ) گویا ہر برائی کا آغاز دنیا کی محبت سے ہوتا ہے اور دنیا نام ہے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی چیزوں کا، بقول اکبر الہ آبادی

اسے ہم آخرت کہتے ہیں جو مشغول حق رکھے
خدا سے جو کرے غافل اسے دنیا سمجھتے ہیں

پس دنیا سے بے رغبت ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ جائز طریقے سے دنیا کی نعمتیں استعمال کریں لیکن دل میں دنیا کی محبت نہ آنے دیں۔ یعنی وہ محبت ہر گز نہ آنے دیں جو یاد الہیٰ سے اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غفلت کا سبب بنے۔ اسی لیے قرآن کریم میں مال و اولاد کو آزمائش بتایا گیا ہے اور یہ نصیحت کی گئی ہے کہ " اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں، اور ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا" (المنافقون ۹۔۱۰، کنزالایمان)

صوفیہ فرماتے ہیں، دنیا رحمت ہے جب تک اسکی محبت دل سے باہر ہو جیسے سمندر میں کشتی چلے اور پانی کشتی سے باہر رہے تو رحمت ہے ورنہ تباہی و بربادی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو دنیا سے بے رغبت ہو جائے دنیا اس کی طرف دوڑتی ہے۔ آپ دنیا کو سائے کی طرح سمجھ لیجیے کہ اگر آپ سائے کی مخالف سمت چلیں گے تو وہ آپ کے پیچھے آئے گا اور اگر آپ سائے کی طرف دوڑنے لگ جائیں تو ہر گز سائے کو قابو نہ کر پائیں گے اور وہ آپ سے بھر

marfat.com

صورت آگے ہی رہے گا۔

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں ایک عورت دیکھی جو عمدہ زیورات اور خوبصورت لباس سے آراستہ و پیراستہ تھی جو اسکے قریب سے ہو کر گزرتا وہ اس پر حملہ آور ہو کر اسے زخمی کر دیتی۔ وہ عورت جب سامنے آتی تو ہنایت مکروہ اور خبیث و بد صورت بڑھیا لگتی مگر جب منہ پھیرتی تو پیچھے سے بہت حسین و جمیل اور جوان نظر آتی۔ اس شخص نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے تجھ سے محفوظ رکھے وہ۔ بڑھیا بولی اللہ تعالیٰ تجھے مجھ سے صرف اسی صورت میں بچائے گا جب کہ تو مال و دولت سے بغض رکھے اس نے سوال کیا آخر تو ہے کون؟ بڑھیا نے جواب دیا، میں دنیا ہوں۔ (روض الریاحین)

اعلیٰ حضرت دنیا کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں،

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ بعض صحابہ کرام باوجود کثرت مال کے زہد و تقویٰ کا پیکر بنے رہے اور کبھی بھی انہوں نے دنیا کی محبت کو دل میں جگہ ہنیں دی۔ اسی طرح ائمہ و اولیاء کرام نے بھی تجارت کی اور مال کمایا جو دین کے لیے خرچ کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہم عمدہ لباس پہنتے لیکن اخلاص اور للہیت انکے پیش نظر رہتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کی فتح کے وقت تشریف

marfat.com

لے گئے تو آپ کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے تھے کسی نے عرض کی آج کوئی عمدہ سی پوشاک زیب تن فرمائیے تاکہ کافر مرعوب ہوں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عمدہ پوشاک اور گھوڑوں سے نہیں دی بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و غلامی کی وجہ سے عزت سے نوازا ہے پس ہم جب بھی اسلام کے سوا کسی اور ذریعہ سے عزت چاہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں رسوا کر دے گا۔ (ترغیب و ترہیب)

قرآن کریم میں ایسے ہی مخلص مومنوں کی تعریف میں فرمایا گیا ہے، " وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت، اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں " ۔ (النور ۳۷، کنزالایمان)

پس ہمیں چاہیے کہ نہ اتنی پرآسائش زندگی گزاریں کہ نفس مغرور اور غافل ہو جائے اور نہ اتنی غربت و تنگی کے ساتھ زندگی گزاریں کہ شیطان ہمیں تقویٰ کا جھانسہ دے بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق درمیانی راہ اختیار کریں۔

---

## ایک ایمان افروز نصیحت

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے ایک شخص کو آواز سے ہنستے دیکھا تو فرمایا، کیا تو پل صراط سے گذر چکا ہے؟ اسنے کہا نہیں، پھر پوچھا کیا تجھے علم ہے تو جنتی ہے یا جہنمی؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا، جب تجھے اپنا انجام معلوم نہیں تو پھر یہ ہنسی کیسی ہے؟ پھر وہ شخص زندگی بھر نہیں ہنسا۔ (احیاء العلوم)

marfat.com

# باب ہشتم: وسیلہ اور زیارت قبور

31 **** سوال: وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ دعا میں وسیلہ اختیار کرنا کیسا ہے؟

جواب: لغوی طور پر کسی شے کو کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانا توسل ہے جبکہ شرعاً توسل یہ ہے کہ کسی ایسی شے کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بھی اس آیت کریمہ کے بارے میں ہم نے گفتگو کی، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو"۔ اس آیت میں وسیلہ اختیار کرنے کا حکم موجود ہے، علماء فرماتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تکمیل ایمان کا وسیلہ ہے نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات ظاہری میں، بعد وصال اور قیامت کے دن وسیلہ بنانا صحابہ کرام اور دیگر اہل ایمان کا طریقہ ہے جو کہ مضبوط دلائل و براہین سے ثابت ہے اسی طرح محبوبان خدا کو وسیلہ بنانا بھی امت مسلمہ کا معمول رہا ہے۔

بعض لوگ اعمال صالحہ ہی کو وسیلہ قرار دیتے ہیں حالانکہ کوئی شخص ہرگز یہ نہیں جانتا کہ اس کے اعمال بارگاہ الٰہیٰ میں مقبول ہیں یا نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ الٰہیٰ میں مقبول ہونے میں کسی مومن کو شبہ نہیں ہو سکتا تو جب ان اعمال صالحہ کو جو کہ مخلوق ہیں اور جن کی مقبولیت مشکوک ہے، وسیلہ بنایا جا سکتا ہے تو سب سے بہتر مخلوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جا سکتا، جو اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندے ہیں۔

marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اپنے لیے دعا کی، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، اے آدم (علیہ السلام) تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا، عرض کی اے رب تعالیٰ جب تو نے مجھ میں روح پھونکی تو میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا پایا، لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس ہستی کے نام کو ملایا ہے وہ یقیناً تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ارشاد ہوا "تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے سب مخلوق میں زیادہ محبوب ہیں، مجھے انکے وسیلے سے پکارو میں بخش دوں گا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا"۔ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں، امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، امام قسطلانی نے مواہب الدنیہ میں اور امام سبکی رحمہم اللہ تعالیٰ نے شفاء السقام میں بیان کیا اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا۔

اہل کتاب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں آمد سے قبل آپ کو وسیلہ بنانا قرآن سے ثابت ہے، ارشاد ہوا "اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے"۔ (بقرہ: ۸۹) صحابہ کرام اپنی حاجات اور مشکلات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مشکل کشائی فرماتے۔ اس بارے میں فقیر کی کتاب "ضیاء الحدیث کا پہلا باب ایمانیات ملاحظہ فرمائیں کہ صحاح کے حوالے سے متعدد احادیث وہاں ملیں گی۔ بعد از وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنے سے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی معروف حدیث جس میں روضہ مطہرہ کی چھت میں سوراخ کر کے بارش کے لیے توسل کیا گیا اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں انہوں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم

marfat.com

گرامی کا وسیلہ پیش کیا، یہ دونوں احادیث بھی وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد آپ کو وسیلہ بنانے کے متعلق ایک اہم حدیث بیان کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت کے لیے بار بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاتا لیکن آپ توجہ نہ فرماتے اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو اس نے شکایت کی، حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ تم وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرو پھر یہ دعا مانگو، اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو کہ نبیء رحمت ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کے دربار میں اس لیے متوجہ ہوا ہوں کہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے، یا اللہ! حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما (پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنا)۔

چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان اس کا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کی خدمت میں لے گیا آپ نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور اسکی حاجت پوچھی اس نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا آپ نے اسے پورا کر دیا پھر فرمایا، جب بھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آجانا۔ وہ شخص وہاں سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپکو جزا دے اگر آپ امیر المومنین سے میرے بارے میں بات نہ کرتے تو وہ کبھی میری طرف متوجہ نہ ہوتے اور میری حاجت پوری نہ کرتے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان سے کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نابینا شخص خدمت اقدس میں آیا اور اپنی بینائی کے لیے دعا کی درخواست کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہی طریقہ اور یہی دعا تعلیم فرمائی (جو کہ مذکور ہو چکی) اور خدا کی قسم ابھی ہم مجلس سے جدا نہ ہوئے تھے کہ وہ نابینا شخص ایسے ہمارے پاس آگیا کہ گویا وہ نابینا ہی نہ تھا۔

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ امام طبرانی نے اسے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (الترغیب والترہیب) جبکہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ نابینا صحابی والی حدیث ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے بھی روایت فرمائی ہے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ جب اس شخص نے یہ خیال ظاہر کیا کہ شاید اسکی حاجت کے سلسلے میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سے کوئی بات کی ہے، تو صحابی رسول نے اسکے خیال کو غلط قرار دیتے ہوئے فوراً وہ حدیث بیان فرمائی جس میں انکے سامنے ایک نابینا صحابی کو آنکھیں مل گئی تھیں تاکہ اس پر واضح ہو جائے کہ اسکی حاجت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنے، انکو پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کی وجہ سے پوری ہوئی ہے الحمد للہ، اہلسنت کا عقیدہ بھی صحابہ کرام کے عقیدے کے عین مطابق ہے۔

اب رہا تبرکات انبیاء کرام سے توسل کرنا تو اس بارے میں متعدد احادیث ضیاء الحدیث کے ایمانیات کے باب میں بیان کر دی ہیں ایک دلیل قرآن کریم سے سن لیجیے، ارشاد ہوا "اور ان سے نبی نے فرمایا اسکی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکے کی، اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے"۔ (البقرہ: ۲۴۸) تفاسیر میں ہے کہ اس تابوت

marfat.com

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، آپکے کپڑے، نعلین پاک اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا اور دیگر تبرکات تھے۔ اس صندوق کو بنی اسرائیل جنگ کے موقع پر آگے رکھتے اور اسکی برکت سے فتح پاتے (تفسیر خزائن العرفان) اس آیت سے واضح ہے کہ اس تبرکات والے صندوق کا وسیلہ اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ کی رضا تھی اسی لیے انہیں فتح حاصل ہوتی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بزرگوں کے تبرکات کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور حاجات روا ہوتی ہیں اور یہی نہیں بلکہ بخاری شریف میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ "تمہارے کمزور لوگوں کی برکت سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے"۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات تھے آپ نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی کہ مجھے کفن میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا کرتا اور آپ کا تہبند پہنا کر حضور کی چادر میں لپیٹ دیا جائے میرے گلے، منہ اور اعضائے سجدہ پر سرکار کے موئے مبارک اور ناخن مبارک کے تراشے رکھ دیے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دیا جائے۔

ایک ایمان افروز بات یہ بھی عرض کر دوں کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے (جیسا کہ آپ کے جبہ سے شفا حاصل کرنا (مسلم)، روضہ مطہرہ سے توسل کرنا (مشکوٰۃ)، ایک صحابی کا کفن کے لیے آپکی چادر مانگنا (بخاری)، وضو کے پانی سے توسل کرنا (بخاری) وغیرہ) مگر خاص بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی برکتیں اپنے غلاموں کو عطا فرماتے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے خود برکت کے لیے آٹے میں لعاب دہن

marfat.com

ڈالا، برتن میں انگلیاں ڈال دیں ان سے پانی کے چشمے جاری ہوئے، آپ خود اپنی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر میں لیٹے اور یہ دعا فرمائی "اے اللہ تعالیٰ میری چچی کو بخش دے، اسے اسکی دلیل سکھا دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کے حق کے سبب اسکی قبر کشادہ فرمادے بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے"۔ اس دعا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زندہ کے علاوہ وصال کیے ہوئے لوگوں کا توسل بھی جائز ہے۔ جیسا کہ انبیاء کرام کے حق سے توسل مذکور ہوا اور بھی بے شمار دلائل ہیں جن کی اس مختصر وقت میں گنجائش نہیں۔

32 **** سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کا وسیلہ جائز ہے مگر مردہ کا جائز نہیں اسکی دلیل کے طور پر بخاری شریف کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کرنے کا ذکر ہے؟ اس مسئلہ کی بھی وضاحت فرمادیجیے۔

جواب: انبیاء کرام سے بعد انکے وصال کے توسل کرنا اس حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے جسے فقیر نے ابھی بیان کیا۔ اس حدیث پاک کو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ ابن حبان اور حاکم نے بھی اسے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، ابن عبد البر، دیلمی اور ابو نعیم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، نورالدین ہیثمی نے بھی مجمع الزوائد میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اسی حدیث کے حوالے سے جذب القلوب میں شیخ عبد الحق محدث دھلوی قدس سرہ فرماتے ہیں، "اس حدیث سے زندگی اور بعد وصال دونوں حالتوں میں وسیلہ چاھنے کا ثبوت ملتا ہے جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے بعد ـــــ

marfat.com

وصال توسل جائز ہے تو سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے توسل بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا بلکہ اس حدیث کی رو سے اولیاء سے انکی وفات کے بعد وسیلہ چاھنے کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ بعد وصال کے لیے صرف انبیاء کرام کی تخصیص ہنیں اگر یہ انہی کی خصوصیت ہو تو پھر اسکی دلیل کہاں ہے ؟" ۔

بعد وصال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور مدد چاھنا، اس بارے میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صحیح حدیث ابھی بیان کی گئی ۔ اس حدیث کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ نے بھی اپنے رسالہ " انوار الانتباہ فی حل ندائے یارسول اللہ " کے آغاز ہی میں نقل فرمایا ہے ۔ اسی رسالے میں امام اہلسنت مزید دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں، امام بخاری کتاب الادب المفرد میں اور امام ابن السنی اور امام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا، کسی نے کہا، انہیں یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں حضرت نے با آواز بلند کہا یا محمداہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! فوراً پاؤں صحیح ہوگیا، امام نووی شارح مسلم نے کتاب الاذکار میں ایسی ہی حدیث بیان فرمائی ہے ۔ دور فاروقی ۱۸ھ میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے انکی قوم بنی مزینہ نے بکری ذبح کرنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا، بکریوں میں کچھ ہنیں رہا بہت اصرار کیا تو بکری ذبح کی جب کھال اتاری تو نیچے سے سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال مزنی رضی اللہ عنہ نے فریاد کی یا محمداہ ۔ رات کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی بشارت دی (تاریخ کامل ابن اثیر) یہ واقعہ حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ ج ۷ میں بیان کیا ہے ۔ ان احادیث سے ندائے یارسول اللہ کا بھی ثبوت ملتا ہے ۔

marfat.com

اب ہم بخاری کی اس حدیث کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے، اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے اور تو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو بارش عطا فرما، پس بارش ہو جاتی (بخاری ج ۱)

اس حدیث پاک سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے،

۱۔ بارگاہ الہیٰ میں صرف نیک اعمال ہی نہیں بلکہ صالحین سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ امتی کا وسیلہ بھی جائز ہے۔

۳۔ صالح امتی کا وسیلہ پیش کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع بھی ثابت ہو گیا کیونکہ کسی نے اعتراض نہ کیا۔ بلکہ طبقات ابن سعد کی ساتویں جلد میں یہ واقعہ موجود ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جب قحط پڑا تو حضرت یزید بن الاسود الجرشی رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور دعا کی تو فوراً بارش شروع ہو گئی۔ اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے۔ اس سے بھی محبوبان خدا کا وسیلہ پیش کرنے پر صحابہ و تابعین کا اجماع ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہی وسیلہ بنایا کسی اور صحابی کو وسیلہ نہ بنایا کیونکہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں مزید یہ کہ حضرت عباس کا بطور وسیلہ ذکر نہ کیا بلکہ فرمایا بعم نبینا یعنی تیرے نبی

marfat.com

کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، ثابت ہوا کہ یہ وسیلہ دراصل نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وسیلہ ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا گیا تو آپ نے یہ دعا کی، اے اللہ تعالیٰ! بلا گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور توبہ سے ہی دور ہوتی ہے یہ لوگ میرے وسیلے سے اسلیے تیری بارگاہ میں متوجہ ہوئے ہیں کیونکہ میرا تیرے نبی سے تعلق ہے"۔

اسی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے مکۃ المکرمہ کے مشہور محقق ڈاکٹر علامہ محمد علوی مالکی مدظلہ اپنی کتاب "مفاھیم یجب ان تصحح" میں فرماتے ہیں، "جو شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ سمجھے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل نہ کیا کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ زندہ تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا، اس شخص کی عقل مر چکی ہے اس پر وہم غالب آ چکا ہے اور اس نے اپنے بارے میں کوئی اچھا تاثر نہیں دیا کیونکہ وہ سخت تعصب میں مبتلا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل صرف اسی لیے تھا کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب حاصل ہے"۔ امید ہے کہ ان دلائل سے اہل باطل کے فریب کی حقیقت واضح ہو گئی ہوگی۔

33 **** سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں تشریف آوری سے قبل وسیلہ بنایا گیا، ظاہری حیات میں بھی اور وصال ظاہری کے بعد بھی، جیسا کہ آپ نے دلائل پیش فرمائے۔ اب عرض یہ ہے کہ مزارات پر جانا اور وہاں جا کر دعا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: بیہقی، ابن خزیمہ اور دار قطنی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

marfat.com

فرمان عالیشان روایت کیا ہے کہ "جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے، جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی (مشکوٰۃ) اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی زیارت سب سے افضل سنتوں سے ہے (جذب القلوب) اب عام مسلمانوں کی قبور پر حاضری کے بارے میں حدیث شریف سنیے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ انکی زیارت کرو کیونکہ زیارت قبور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے"۔ (ابن ماجہ) ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے (شامی باب زیارۃ القبور)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کی قبور کی زیارت مستحب و مسنون ہے اور محبوبان خدا کے مزارات کی زیارت تو اہتمام سے کرنی چاہیے جیسا کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، علامہ عبد الغنی نابلسی کشف النور عن اصحاب القبور میں فرماتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں قبروں کی زیارت فرماتے اور انکے پاس کھڑے ہو کر دعا فرماتے یہ بھی بعد وصال کرامت کا ثبوت ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام نہ جانتے کہ مومنوں کی قبروں کے پاس دعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے تو ان قبروں کے پاس یہ دعا نہ مانگتے کہ اسئال اللہ لی ولکم العافیۃ یعنی" میں اپنے اور تمہارے لیے عافیت مانگتا ہوں"۔ مومنوں کی قبروں کی برکت سے دعا کا

marfat.com

قبول ہونا بعد از وصال کرامات سے ہے یہ عام مومنوں کی قبروں کے بارے میں ہے خواص، مقربین و محبوبان خدا کی شان تو بہت بلند ہے"۔

قاضی عیاض مالکی کتاب الشفا میں فرماتے ہیں کہ عباسی خلیفہ منصور جب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو وہاں امام مالک رضی اللہ عنہ موجود تھے خلیفہ نے پوچھا، میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا مواجھہ اقدس کی طرف رخ کروں؟ امام مالک نے فرمایا، "تو اپنا چہرہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ خدا میں تیرا اور تیرے جدا مجد آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں اس لیے حضور علیہ السلام ہی کی طرف رخ کر، آپ سے شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا"۔

ایک مرتبہ خلیفہ مروان روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا تو ایک صاحب کو قبر اطہر پر منہ رکھے ہوئے دیکھا خلیفہ نے اسکی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ صاحب جب مڑے تو خلیفہ نے دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جلیل القدر صحابی نے فرمایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا اور میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دین پر اس وقت نہ رونا جب اس کا والی اہل ہو لیکن اس وقت ضرور رونا جب اس کا والی نا اہل بن جائے۔ (مستدرک للحاکم)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بیان کیا ہے اور تفسیر مدارک التنزیل میں بھی یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین دن بعد روضہ اطہر پر

marfat.com

حاضر ہو کر اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور یوں عرض گذار ہوا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اللہ تعالیٰ کا جو کلام ہمیں سنایا ہے اس میں یہ بھی ہے (پھر سورہ نساء کی آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے) "اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاھیں اور رسول بھی انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہ کیے ہیں اب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میرے لیے مغفرت فرمائیں، قبر انور سے آواز آئی "قد غفر لک" تحقیق تیرے گناہ بخش دیے گئے۔ سبحان اللہ، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں،

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہوں کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

امام ابن ہمام قدس سرہ (م ۸۶۱ ھ) فتح القدیر ج ۳ باب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں، "اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے بارے میں اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپکی شفاعت چاھتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں"۔ ان دلائل سے صریحاً یہ بات ثابت ہے کہ مزار پر جاکر اللہ تعالیٰ سے صاحب مزار کے وسیلے سے بھی دعا مانگنا جائز ہے اور صاحب مزار کو مخاطب کر کے اسے بارگاہ الہیٰ میں وسیلہ بنانا بھی جائز ہے۔ اور ہر دو امور پر محبوبان خدا کا عمل رہا ہے۔

علامہ سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ میں سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ ۵۵۵ ھ میں حج کے بعد زیارت کے لیے مدینہ شریف حاضر ہوئے تو

marfat.com

روضہ انور کے سامنے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے " میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا اور وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارکہ چوما کرتی تھی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے آپ اپنا دست اقدس عطا فرمائیں تاکہ میرے ہونٹ اسے بوسہ دیں " ۔ اس عرض پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روضہ مطہرہ سے اپنا دست اقدس باہر نکالا جسے سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ نے بوسہ دیا ۔ یہ واقعہ دیوبندی فرقے کے مولوی زکریا صاحب نے بھی فضائل حج میں نقل کیا اور لکھا کہ اس وقت مسجد نبوی میں نوے ہزار کا مجمع تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا (اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی زیارت کی) ان میں محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے ۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

جذب القلوب سے ایک اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں، سیدنا ابن جلاء فرماتے ہیں کہ میں فاقے کی حالت میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا مہمان ہوں ۔ پھر مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، حضور نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے آدھی روٹی کھائی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود تھی ۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ایسے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں ۔

اب چند باتیں اولیاء اللہ کے مزارات سے متعلق عرض کرتا ہوں ۔ امام

marfat.com

ترمذی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگا لیا انہیں علم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ انہوں نے قبر میں کسی کو سورہ ملک تلاوت کرتے سنا تو بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ سورت عذاب کو روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔ اسی طرح ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بیان کیا ہے کہ حضرت ثابت بنانی کی قبر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آتی تھی۔ علامہ عبدالغنی نابلسی کشف النور عن اصحاب القبور میں فرماتے ہیں کہ ابو نصر نیشاپوری جو متقی گورکن تھا، سے روایت ہے کہ میں نے ایک قبر کھودی تو اسکے پہلو میں دوسری قبر کھل گئی میں نے اس قبر میں ایک بہترین لباس اور عمدہ خوشبو والے خوبصورت نوجوان کو دیکھا کہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے، اس نوجوان نے میری طرف دیکھ کر پوچھا کیا قیامت قائم ہو گئی میں نے کہا نہیں اس نے کہا اینٹ اسی جگہ رکھ دو تو میں نے اینٹ اسی جگہ رکھ دی۔ اس طرح کے کئی واقعات بیان کر کے علامہ نابلسی فرماتے ہیں، ایمان والوں کے لیے اولیاء کرام کی قبروں کا احترام، انکی تعظیم اور زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا کس طرح نامناسب ہو سکتا ہے جبکہ وہ جانتے ہیں کہ انکی ارواح مقدسہ ان طیب و طاہر اجسام سے متعلق ہیں اگرچہ بظاہر وہ مٹی ہو چکے ہوں جیسے کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

بعض گمراہ فرقوں کا مذہب یہ ہے کہ وصال کے بعد اولیاء کرام مٹی ہو کر خاک میں مل جاتے ہیں، انکی روحیں چلی جاتی ہیں اسلیے انکے مزارات کی عزت نہیں کرنی چاہیے اور اسی وجہ سے وہ مزارات کی توہین و تحقیر کرتے ہیں انکی زیارت کرنے والوں اور ان سے برکت حاصل کرنے والوں پر انکار کرتے ہیں۔ میں

marfat.com

نے خود ایک دن اپنے کانوں سے سنا جبکہ میں شیخ ارسلان دمشقی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کے لیے جا رہا تھا کہ ایک شخص نے کہا، تم مٹی کی زیارت کیوں کرتے ہو یہ تو بیوقوفی ہے مجھے انتہائی تعجب ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کسی مسلمان کا قول نہیں ہو سکتا"۔

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں، "اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص انکی زیارت کے لیے جاتا ہے ان کی برکت سے اسے روحانی امداد حاصل ہوتی ہے اور اکثر مشکلات و پیچیدگیاں بارگاہ الہیٰ میں انکی حرمت کے وسیلہ سے دور ہو جاتی ہیں"۔ (تفسیر روح المعانی) محبوبان خدا کے مزارات پر حاضری سے متعلق آخری بات عرض کرتا ہوں، امام ابن حجر شافعی نے الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان میں اور علامہ خطیب بغدادی نے بھی تاریخ خطیب بغدادی میں ایسا ہی بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں، ہمیشہ سے علماء و اہل حاجت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے اور اپنی حاجات پوری ہونے کے لیے بارگاہ الہیٰ میں انہیں وسیلہ بناتے ہیں اور انکی مرادیں جلد پوری ہوتی ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھکر ان کی قبر پر آتا ہوں اور ان کے وسیلے سے بارگاہ الہیٰ میں سوال کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہوتی ہے"۔

ان دلائل و براہین سے واضح ہو گیا کہ محبوبان خدا کے مزارات پر حاضری دینا، اپنی حاجت روائی کے لیے انہیں وسیلہ بنانا، ان سے دعا کی درخواست کرنا اور ان کے وسیلے سے دعا کرنا یہ سب امور بالکل جائز و مستحب ہیں اور امت مسلمہ کا ہر دور میں ان پر عمل رہا ہے۔

marfat.com

34 **** سوال: کسی ولی کے مزار پر جاکر دعا کیسے مانگنی چاہیے؟

جواب: پہلے بھی یہ بات عرض کی گئی کہ صاحب مزار کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے یا صاحب مزار سے بارگاہ الہیٰ میں دعا کی درخواست کی جائے دونوں طرح جائز ہے۔ اس بارے میں امام ابن ہمام کا قول فتح القدیر کے حوالے سے پیش کیا جا چکا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بدگمانی حرام ہے۔ اگر مسلمان یہ کہے کہ بارش نے سبزہ اگایا تو اسے مجازی معنی میں لیا جائے گا کیونکہ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ سبزہ اگانے کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے بارش تو محض ذریعہ و وسیلہ ہے لیکن جب یہی بات کافر کہے گا تو اسے حقیقی معنی میں سمجھا جائے گا کہ وہ خدا کے وجود کا منکر ہے۔ اسی طرح جب مسلمان یہ کہتا ہے کہ داتا دربار میں دعا مانگنے سے اولاد ہو گئی تو اس کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ داتا صاحب قدس سرہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرما دی۔ بلکہ یہ بات تو قرآن سے ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں۔

سورہ مریم آیت ۱۹ میں ارشاد ہے "بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں"۔ اسی طرح قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ملک الموت وفات دیتے ہیں، سورہ السجدہ آیت ۱۱ میں ارشاد ہوا "تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ"۔ جبکہ سورہ زمر آیت ۴۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے انکی موت کے وقت"۔ قرآن مجید تو شرک کی تعلیم دے نہیں سکتا پس ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اسکے محبوب بندے بھی تصرف و اختیار رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد برحق قدس سرہ "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا" میں یہ دلائل تحریر کر کے فرماتے ہیں، "اے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی و عطائی کے فرق پر

marfat.com

ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر و تصرف و استمداد و استعانت و دافع البلا و حاجت روا و مشکل کشا و علم غیب و ندا و غیرہا سب کافور ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک منصور بندے منصور نظر آئیں گے"۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "مدد مانگنے کی صرف یہی صورت ہے کہ حاجتمند اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب و مکرم ہے اور یوں کہے کہ اے رب! اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے رحمت واکرام فرمایا ہے میری حاجت پوری فرما۔ یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے اللہ کے ولی اے خدا کے مقرب بندے! میرے لیے شفاعت کیجیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔ ان دونوں صورتوں میں بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ حقیقی قدرت والا اور دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے اس میں شرک کا شائبہ بھی نہیں ہے جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے ان سے دعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو وفات کے بعد یہی بات کیوں ناجائز ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وصال کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ اب نہیں اور زیادہ کمال حاصل ہو جاتا ہے"۔ (فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۱۰۲)

یہی شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، اولیاء اللہ بعد وصال تصرف فرماتے ہیں اور انکے استغراق کا کمال اور مدارج کی رفعت انکو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسیان اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے ہیں اور

marfat.com

حاجتمند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں"۔(الامن والعلیٰ)

اب آپ اشعۃ اللمعات سے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے دلائل ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں، "آخر مانگنے والے استمداد سے کون سا ایسا معنی مراد لیتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے، ہمارے نزدیک تو یہی ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس مقرب بندے کو وسیلہ بناتا ہے یا اس مقرب بندے کو پکارتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اسکے ولی! میرے لیے شفاعت کیجیے اور خدا سے دعا کیجیے کہ میری مراد پوری ہو اور میرا مطلوب مل جائے۔ اگر یہ معنی شرک ہے جیسا کہ منکر گمان کرتا ہے تو چاہیے کہ زندگی میں بھی خدا کے دوستوں سے توسل اور دعا مانگنا منع ہو جبکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں رائج ہے۔ ارواح کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں اہل کشف سے جو واقعات مروی ہیں وہ گنتی سے باہر ہیں، انکے رسائل انکی کتابوں میں مذکور اور انکے درمیان مشہور ہیں، یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں شاید متعصب منکر کے لیے انکے کلمات مفید بھی نہ ہوں خدا ہمیں اس سے عافیت میں رکھے۔ ہم نے اس جگہ طویل کلام کیا منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے کیونکہ ہمارے زمانے میں چند لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور اولیاء اللہ کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست سمجھتے ہیں اور جو منہ میں آئے بک دیتے ہیں"۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد وصال محبوبان خدا سے مدد مانگنے کے منکر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے زمانے میں پیدا ہوئے ورنہ امت مسلمہ میں

marfat.com

کبھی اس کا انکار نہیں پایا گیا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی، امام غزالی اور امام رازی رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں، "اسلیے کہا گیا کہ جب تم اپنے کاموں میں متحیر ہو جاؤ تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا اور اس لیے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف انکے فساد کی فریاد ہے"۔ (الامن والعلیٰ) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اکابرین امت بھی مزارات اولیاء سے توسل و استمداد کے منکرین کو ملحد و بے دین سمجھتے تھے۔

مولانا روم مثنوی شریف ج ۵ میں فرماتے ہیں،

"مرد خدا سے اسکی قبر کی مٹی بھی شرف پالیتی ہے یہانتک کہ اسکی قبر پر دل منہ اور ہاتھ رکھ دیتا ہے،

اے مخاطب! بہت سے مٹی کی طرح قبر میں سوئے ہوئے نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سینکڑوں زندوں سے بہتر ہیں،

وہ سایہ تھا اور اسکی مٹی بھی سایہ دار ہو گئی لاکھوں زندے اب بھی اس کے سائے میں ہیں"۔

---

## تصوف و سلوک کی چار باتیں

حضرت سہل فرماتے تھے، تمام بھلائی ان چار باتوں میں ہے۔ پیٹ کو بھوکا رکھنا، خاموش رہنا، لوگوں سے تنہائی اختیار کرنا اور شب بیداری کرنا۔

marfat.com

## باب نہم: استمداد و استعانت

35 **** سوال: رجال الغیب کون ہیں؟ اور ان سے مدد مانگنے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: رجال الغیب سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے ہیں جو لوگوں سے مخفی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی مدد کرتے ہیں۔ رجال الغیب کا اطلاق اقطاب، ابدال، اخیار اور اوتاد وغیرہ کیا جاتا ہے جن میں ابدال کی جماعت زیادہ مشہور ہے۔ علامہ سیوطی نے طبرانی کے حوالے سے جامع صغیر میں یہ حدیث شریف روایت کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت روائی و مشکل کشائی کا منصب عطا فرمایا ہے لوگ اپنی حاجات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔ علامہ سیوطی نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے حسن کا درجہ دیا ہے۔ محدث عبدالرؤف منادی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مخلوق میں اپنی نیابت عطا فرمائی ہے اور انکو اپنی دینی اور دنیاوی نعمتوں کے خزانے کا مالک بنا دیا ہے تاکہ وہ ان خزانوں کو محتاجوں پر خرچ کریں"۔ (فیض القدیر ج ۲)

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الامن والعلیٰ میں تفسیر بیضاوی کے حوالے سے سورۃ النزعت کی ابتدائی آیات کے تحت ایک مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے مبارک جسموں سے انتقال فرماتی ہیں تو جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں غوطہ زنی کرتی ہوئی

marfat.com

بارگاہ قدس کے مخصوص مقامات (حظائر القدس) تک جلد رسائی پاتی ہیں اور پھر وہ اپنی بزرگی اور طاقت کے باعث کاروبار عالم کی تدبیر کرنے والوں میں سے ہو جاتی ہیں۔

تین احادیث پیش خدمت ہیں جن میں رجال الغیب سے مدد مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محافظ فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اور فرشتے بھی مقرر فرمائے ہیں اگر درخت کا پتہ بھی گرے تو وہ لکھتے ہیں تو جب تمہیں کسی سفر میں کوئی تکلیف پہنچے تو تمہیں پکارنا چاہیے "اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے"۔

۲۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا اسے مدد کی ضرورت ہو اور وہ ایسی جگہ ہو، جہاں کوئی ساتھی نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ کہے اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہیں، ہم نہیں دیکھتے وہ اسکی مدد کریں گے۔

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسی کا جانور جنگل وغیرہ میں بھاگ جائے تو وہ پکارے اے اللہ کے بندو اسے روک دو اے اللہ کے بندو اسے روک دو، تحقیق اللہ تعالیٰ کے بندے زمین میں موجود ہوتے ہیں جو اسے روک دیں گے۔

یہ تینوں احادیث جلیل القدر ائمہ حدیث نے روایت کیں ملاحظہ فرمائیں،

marfat.com

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰، طبرانی کبیر ج ۱۰، مسند ابی یعلیٰ ج ۵، مجمع الزوائد ج ۱۰، حصن حصین، الحرز الثمین اور برکات الامداد لاھل الاستمداد وغیرہ۔ پہلی حدیث کے تحت امام ھیثمی مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں کہ "اس کے تمام راوی ثقہ ہیں"۔ تیسری حدیث کی شرح میں محدث علی قاری الحرز الثمین میں فرماتے ہیں" یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اسکی بہت حاجت ہے اور مشائخ کرام سے مروی ہے کہ یہ مجرب ہے اس سے حاجت روا ہوتی ہے"۔

36 **** سوال: بدمذہب کہتے ہیں، انبیاء و اولیاء کو بعد وصال پکارنا شرک ہے؟ نیز یہ کہ اولیاء کرام بعد وصال کوئی فائدہ نہیں دے سکتے اور نہ ہی مشکل کشائی کر سکتے ہیں، اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ آپ اس اعتراض پر روشنی ڈالیے تاکہ حق واضح ہو جائے۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کی جو تم میں حکم والے ہیں (یعنی علماء حق کی) (النساء: ۵۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آج سے قیامت تک جو معاملہ کسی کو درپیش ہو وہ قرآن کے مطابق اسکا فیصلہ کرے اگر قرآن میں اسکا فیصلہ نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس کا فیصلہ کرے اور ان دونوں میں اسکا فیصلہ نہ ملے تو پھر صالحین کے مطابق اس معاملے کا فیصلہ کرے۔ (دارمی)

یہ تو اصولی باتیں تھیں جو ذہن میں رکھنی چاہییں۔ اب پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ دعا کیا ہے؟ کیونکہ بدمذہب قرآنی آیات کے الفاظ دعا، یدعوا، تدعون وغیرہ کے من گھڑت معانی بنا کر اہلسنت کو دھوکا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں مذکورہ الفاظ چھ معنوں میں وارد ہوئے ہیں۔ اول: عبادت (القصص: ۸۸) دوم: استعانت

marfat.com

(البقرہ: ۲۳) سوم: مانگنا (المومن: ۶۰) چہارم: کلام (یونس: ۱۰) پنجم: ندا کرنا (بنی اسرائیل: ۱۷) ششم: پکارنا (النور: ۶۳) اب اگر تدعون کا ترجمہ "تم پکارتے ہو" کیا جائے تو پھر بتائیے کون مسلمان رہے گا؟ ہم صبح و شام ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

انبیاء کرام اور اولیاء عظام نے بھی لوگوں کو پکارا اور دین کے لیے بلایا۔ بلکہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (الاعراف: ۱۵۸) یقیناً حضور علیہ السلام نے تمام انسانوں کو پکارا۔ ابراھیم علیہ السلام کو تمام مسلمانوں کو پکارنے کا حکم ہوا، "اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے" (الحج: ۲۷) تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا "انہیں انکے باپ ہی کا کہہ کر پکارو"۔ (الاحزاب: ۵) ان آیات میں صرف پکارنے کا ذکر ہے جبکہ متعدد آیات ایسی ہیں جن میں مطلقاً مدد کے لیے پکارنا مذکور ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو مدد کے لیے پکارا (الصف: ۱۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت بلقیس منگوانے کے لیے درباریوں سے مدد مانگی (النمل: ۳۸) حضرت سکندر ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے خلاف دیوار بناتے وقت لوگوں سے مدد مانگی (الکہف: ۹۵) اسی طرح بیشمار مثالیں دی جا سکتی ہیں مختصر یہ کہ تمام اکابر مفسرین کی تعلیمات کا خلاصہ بھی ہے جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ قرآن بعنوان "کنزالایمان" میں تحریر فرمایا ہے۔

محبوبان خدا سے خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وصال توسل، استغاثہ اور استمداد طلب کرنے سے متعلق دلائل پہلے بھی عرض کیے گئے۔

marfat.com

ایک ایمان افروز واقعہ مزید عرض کرتا ہوں جسے امام رازی نے تفسیر کبیر کی پانچویں جلد میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ حضور علیہ السلام کے حجرہ اقدس کے دروازے پر لے جاکر عرض کرنا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپکا غلام ابو بکر حاضر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب صحابہ کرام نے یہ عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور روضہ انور سے آواز آئی ادخلوا الحبیب الی الحبیب، حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔ دیکھیے یہ ہے صحابہ کرام کا عقیدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف واختیار۔ یہ وسوسہ دل میں نہ آنے دیجیے گا کہ روضہ مطہرہ پر تو مانگنے والے کو ملتا ہے مگر دور والوں کی حضور علیہ السلام کو خبر نہیں ہوتی۔ امام قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں،

"ہمارے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں، وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور انکی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور یہ سب امور آپ پر بالکل ظاہر ہیں اور اس میں کوئی شے مخفی نہیں"۔ (مواہب الدنیہ ج ۲) الحمد للہ یہی اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ امام سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ میں مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ ابن ثابت کا روح پرور واقعہ بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ لگاتار ساٹھ سال تک ہر سال صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضری دیتے رہے ایک سال کسی عارضہ کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے ایک دن یہ اپنے حجرہ میں کچھ غنودگی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے سرکار نے ارشاد فرمایا، ابن ثابت تم ہماری زیارت کو نہ آسکے اسلیے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔ سبحان اللہ

marfat.com

آہیں دل اسیر سے لب تک نہ آئیں تھیں
اور آپ دوڑے آئے گرفتار کی طرف

آپ نے محبوبان خدا کو مددگار و مشکل کشا سمجھنے سے متعلق بھی پوچھا ہے، اس سلسلے میں قرآن کریم سے چند آیات اسی سوال کے جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ دو آیات مزید ملاحظہ فرمائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، بیشک تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں (المائدہ: ۵۵) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء صالحین کو مسلمانوں کا مددگار قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ مددگار سے ہی مدد مانگی جاتی ہے۔ سورہ تحریم آیت ۴ میں ارشاد ہوا، " بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اسکے بعد فرشتے مدد پر ہیں"۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے اور جبریل علیہ السلام و ملائکہ اور اولیاء و صالحین بھی۔ فرق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار و مشکل کشا ہے اور اسکی صفات ازلی، ابدی اور لامحدود و لامتناہی ہیں جبکہ بندوں کا مددگار و مشکل کشا اور داتا ہونا اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور بندوں کی صفات حادث، فانی اور اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اہلسنت کے پیشوا جنہیں دیوبندی حضرات بھی اپنا مقتدا مانتے ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایاک نستعین کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ " یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے ایسی استعانت حرام ہے جس میں غیر پر ہی اعتماد ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہو اور غیر کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے غیر سے ظاہری طور پر مدد مانگے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ

marfat.com

ہو گا اور یہ استعانت شریعت میں جائز ہے اسی قسم کی استعانت انبیاء کرام و اولیاء عظام نے غیر سے کی ہے اور در حقیقت یہ استعانت غیر اللہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے"۔ (تفسیر عزیزی)

اس مسئلہ پر غیر مقلدوں کے پیشوا نواب وحید الزماں نے لکھا ہے، "جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ از خود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کا دست لانے کا سبب بننا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اسکے اذن و ارادے سے ہے تو وہ توحید پرست ہے مشرک نہیں"۔ آگے چل کر مزارات اولیاء پر دعا مانگنے کے متعلق لکھا "زیارت کرنے والے کے لیے میت کو دعا کرنے سے کون سی چیز روکتی ہے؟ حالانکہ سوال مردوں سے نہیں ہے بلکہ اولیاء کی روحوں سے ہے اور روحیں موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں بلکہ انکا احساس و ادراک باقی رہتا ہے"۔ (ہدیۃ المہدی) تعصب سے بالاتر ہو کر اگر اہلحدیث حضرات اس کتاب کا مطالعہ کریں جو کہ انکے معروف پیشوا کی لکھی ہوئی ہے تو اختلافات ختم کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

علامہ نابلسی کشف النور عن اصحاب القبور میں اولیاء کے تصرفات کے متعلق فرماتے ہیں، "یہ لوگ فریب میں مبتلا ہیں جنہیں ابھی تک یقین نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو محبوب رکھتا ہے اور انکی زندگی میں انکے ذریعے وہ تمام امور پیدا فرماتا ہے جو مقدر ہو چکے کہ اولیاء کرام انکا ارادہ کریں گے بشرطیکہ وہ امور خلاف شرع نہ ہوں اور انکے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ غیر معمولی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کا ارادہ اولیاء کرام کی روحیں کرتی ہیں"۔ مزید فرماتے ہیں، "یہ غافل لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ فلاں دوا جلاب لاتی ہے فلاں چیز

marfat.com

قبض کرتی ہے فلاں مرض میں فلاں دوا فائدہ دیتی ہے یہ کہتے ہوئے انہیں توحید و شرک کی پرواہ نہیں ہوتی لیکن اگر تاثیر اور استمداد کی نسبت اولیاء کرام و صالحین کی طرف کر دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر دوا سے افضل ہیں تو انہیں تنقید بھی یاد آجاتی ہے اور پرہیز بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے غافل لوگوں کا نور بصیرت بجھ چکا ہے اور راہ حق دیکھنے والی بصارت ختم ہو چکی ہے"۔

محدث علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں، " اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں یعنی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں اس لیے انکی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں"۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں فرماتے ہیں، " اولیاء کرام اپنے دوستوں اور معتقدین کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں"۔

علامہ نابلسی کشف النور میں فرماتے ہیں، " حضرت معروف کرخی فرمایا کرتے تھے کہ اگر بارگاہ خدا میں تمہاری کوئی حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ کو میری قسم دو اسکی ذات کی قسم نہ دو، جب وجہ پوچھی گئ تو فرمایا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتے اس لیے وہ انکی دعا قبول نہیں فرماتا، اگر اسکی معرفت انہیں حاصل ہو جائے تو انکی دعائیں قبول ہوں۔ اسی طرح سیدی محمد حنفی شاذلی سے منقول ہے، وہ ایک جماعت کے ساتھ مصر سے روضہ کی طرف پانی پر چلتے ہوئے جا رہے تھے اور انہیں فرماتے تھے کہ یا حنفی کہتے ہوئے میرے پیچھے چلتے رہو اور تم یا اللہ نہ کہنا ورنہ ڈوب جاؤ گے۔ ان میں سے ایک شخص نے انکی نصیحت نہ مانی اور یا اللہ کہا تو وہ حلق تک پانی میں چلا گیا، شیخ نے اسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بیٹے تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے کہ تو اسکا نام لے کر

marfat.com

پانی پر چل سکے۔ اب میں اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا کرتا ہوں یہ فرما کر تمام حجابات اس کے سامنے سے اٹھا دیے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہو سکے تو زندہ شیخ ورنہ وصال شدہ بزرگ کا دامن پکڑنا بہتر ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو انشاء اللہ ہدایت پاؤ گے اور معترض نہ بنو کہ ہلاک ہو جاؤ گے"۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے رسالے برکات الامداد لاھل الاستمداد میں فرماتے ہیں، "اس استعانت ہی کو دیکھیے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے یعنی قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا۔ ان معنوں میں ہی اگر بیماری کے علاج میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا فقیری کی حاجت میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو یقیناً تمام وہابی حضرات روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے سب قطعی شرک ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر و شرک میں کیا شبہ رہا؟ اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر، واسطہ، وسیلہ اور سبب جان کر تو انہی معنوں میں انبیاء کرام و اولیاء عظام سے مدد مانگنا شرک کیونکر ہوگا؟"۔

اس موضوع پر برکات الامداد، اعلیٰ حضرت کا ایک جامع رسالہ (۱) ہے جس میں اس اعتراض کے جواب میں کہ زندوں سے مدد مانگنا جائز اور مردوں سے

---

(۱) اس رسالے کو آسان اردو میں ڈاکٹر محمد بلال نوری نے ترتیب دیا ہے اور بزم قادریہ رضویہ نے شائع کیا ہے ۸ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

marfat.com

ناجائز. اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، "جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا شرک ہو گا اور ایک کے لیے شرک نہیں تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہو سکتا۔ کیا اللہ کے شریک مردے نہیں ہو سکتے زندے ہو سکتے ہیں؟ دور کے نہیں ہو سکتے پاس کے ہو سکتے ہیں؟ انبیاء نہیں ہو سکتے حکیم ہو سکتے ہیں؟ انسان نہیں ہو سکتے فرشتے ہو سکتے ہیں؟ حاشا للہ! اللہ عزوجل کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں، "امام شافعی فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے۔ امام غزالی کا ارشاد ہے کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے چار مشائخ کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔ ان بزرگوں میں شیخ معروف کرخی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو اولیاء دوسرے ہیں"۔

اب آپ معترضین و منکرین کے گھر کی گواہی ملاحظہ فرمائیے، اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کے مسلمہ پیشوا مولوی اسماعیل قتیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں، "اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقام ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور ان ہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لیکر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں"۔ (ص ۹۸،

marfat.com

مطبوعہ سعید اینڈ سنز کراچی، مترجم حبیب الرحمن صدیقی دیوبندی)
دیکھیے کتنے صاف لفظوں میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت، آپکے روحانی تصرفات اور قیامت تک آپ کا نفع پہنچانا بیان کیا گیا ہے جو کہ تبصرہ کا محتاج نہیں۔

چالیس ابدال اور گرد آلود بالوں والے محبوبان خدا سے متعلق احادیث مسند احمد اور مسلم و ترمذی کے حوالے سے اولیاء اللہ کے تعارف میں بیان کی جا چکی ہیں۔ اب صحیح بخاری کی حدیث بھی سنیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی سے عداوت رکھے میرا اسکے خلاف اعلان جنگ ہے اور میرے کسی بندے کا فرائض کے مقابلے میں دوسری عبادتوں کے ذریعے میرے قریب ہونا مجھے پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اسکے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسکو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو اسکو پناہ دیتا ہوں"۔

اس حدیث کی شرح میں امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں، "جب اللہ تعالیٰ کا نور جلال بندے کی سماعت بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب اور دور سے یکساں سنتا ہے اور جب یہ نور اسکی بصارت ہو جاتا ہے تو بندہ قریب اور دور سے یکساں دیکھتا ہے اور جب یہی نور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ خشکی و تری میں، دور و نزدیک میں یکساں تصرف کر سکتا ہے"۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

marfat.com

مقرب بندوں کو تصرف و قدرت و اختیار عطا فرمایا ہے۔

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ دعا کے معنی عبادت کے بھی ہیں اور پکارنے کے بھی۔

۲۔ محبوبان خدا کو مشکل کشا اور مددگار سمجھنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہتے ہیں اور جس کی چاہتے ہیں حاجت روائی فرماتے ہیں۔

۴۔ محبوبان خدا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مدد فرماتے ہیں۔

۵۔ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وصال بھی مدد مانگنا جائز ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کا منصب عطا فرمایا ہے اور اسکی طاقت بھی عطا کی ہے۔

---

## اولیاء اللہ کی پیاری پیاری باتیں

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ہم نے تصوف کا علم قیل وقال کے ذریعے حاصل نہیں کیا بلکہ دنیا اور اسکی لذتوں کو ترک کر کے اور بھوکے رہ کر اسکی تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت ابو محمد مروزی فرماتے ہیں، ابلیس پانچ باتوں کی وجہ سے ملعون ہوا، اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا، اس پر نادم نہ ہوا، اپنے نفس کو ملامت نہ کی، گناہ سے توبہ نہ کی اور رحمت الہیٰ سے مایوس ہو گیا۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اطاعت الہیٰ میں بھرپور کوشش کرے اور تعریف و مذمت کی پرواہ نہ کرے۔

marfat.com

## باب دہم: روحانی تصرفات بعد از وصال

37 **** سوال: اولیاء کرام سے بعد وصال استعانت و توسل کے بارے میں بیشمار دلائل آپ نے ارشاد فرمائے اسی موضوع پر مزید ایک عرض یہ ہے کہ اولیاء کرام کی توجہ و روحانی تصرفات اور فیوض و برکات بعد از وصال کے متعلق بھی کتب معتبرہ کے حوالے سے راہنمائی فرمائیے۔

جواب: اس بارے میں اکابر ائمہ دین نے اپنی تصانیف میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اس میں سے چند نکات عرض کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات میں فرماتے ہیں، " مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہوانکے لیے فاتحہ پڑھے یا انکے مزار کی زیارت کے لیے جائے اور ان سے جذب کی بھیک مانگے "۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں، جب کوئی شخص قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات و فیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اسمیں اختلاف ہے کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا صاحب مزار کی، بعض محققین نے صاحب مزار کی امداد کو قوی قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔ شیخ اجل شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ کتاب و سنت اور اقوال سلف میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس کے مخالف و منافی ہو اور اس بات کو رد کرے "۔ (فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۱۰۲)

معلوم ہوا کہ کسی ولی کے مزار پر حاضری دینے سے بھی روحانی توجہ حاصل ہوتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں ایسے بیشمار واقعات و

marfat.com

احوال بیان کیے ہیں انکے والد شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمہ نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر خواجہ بختیار کاکی اور خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہما کی روحوں کی ملاقات کا واقعہ بیان کیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ جب میں دوسری بار انکے مزار کی زیارت کے لیے گیا تو انکی روح ظاہر ہوئی اور فرمایا، تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اسکا نام قطب الدین احمد رکھنا چونکہ میری بیوی سن ایاس کے قریب تھی اسلیے میں نے سوچا کہ شاید اس سے مراد پوتا ہے وہ اس خیال سے آگاہ ہوگئے اور فرمایا، میری مراد پوتا نہیں بلکہ بیٹا ہے۔ ایک مدت بعد دوسری شادی کی تو شاہ ولی اللہ پیدا ہوئے اسوقت وہ واقعہ یاد نہیں تھا جب یاد آیا تو دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔ (انفاس العارفین)

غور فرمائیں کہ یہ واقعہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے جو کہ دیوبندی حضرات کے دعوے کے مطابق انکے پیشوا ہیں۔ اسی کتاب میں شاہ صاحب ایک صاحب مزار کا تصرف یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد ماجد مخدوم شیخ اللہ دیہ کے مزار کی زیارت کے لیے ڈاسنہ گئے رات ہوگئی مخدوم صاحب نے مزار میں سے فرمایا کچھ کھا کر جائیے گا والد صاحب مع احباب رک گئے۔ جب لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی تو احباب پر ملال طاری ہوا اچانک ایک عورت میٹھے چاولوں کا تھال لے کر آئی اور بولی میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند گھر آئے گا میں اسی وقت کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیہ کی درگاہ میں فقراء میں تقسیم کروں گی ابھی شوہر پہنچا ہے تو میں اپنی منت پوری کرنے آئی ہوں۔ یہ ہے اولیاء کرام کا تصرف۔ اور یہ روحانی تصرف ہی تھا جس نے سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار مبارک کے پاس مراقبہ کرنے والے خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو

marfat.com

یہ کہنے پر مجبور کردیا،

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

واقفِ اسرارِ حقیقت، محرمِ رازِ معرفت، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں تصرفات اور فیوض اولیاء بعدالوصال کے بارے میں کثیر دلائل دیے ہیں انہی میں سے چند پیش خدمت ہیں، شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں "جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا سے گم ہوگیا حالانکہ خدا کی قسم وہ گما نہیں بلکہ اور جوہر دار و قوی ہوگیا"۔ آپ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں، "جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الہیٰ کا فیض اسکے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے"۔ آپ ہمعات میں لکھتے ہیں، "اولیاء امت اور اصحاب طریقت میں کامل وہ شخص ہوتا ہے جو راہ سلوک کو کامل طریقہ پر طے کرے اور کامل طور پر اس راہ کو طے کرنے والے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ اور دیگر اولیاء اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرفات کرتے ہیں"۔

شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، اولیاء کرام میں سے بعض خواص بنی نوع انسانی کی تکمیل حالت برزخ میں یعنی قبروں میں رہ کر بھی کرتے رہتے ہیں اور دنیا میں بھی انکا تصرف جاری رہتا ہے اگرچہ وہ متوجہ الی اللہ ہونے میں مستغرق بھی ہوتے ہیں لیکن کامل وسعت و ادراک کی وجہ سے دنیا میں تصرفات سے انکے لیے کوئی مانع نہیں پایا جاتا"۔ مرزا مظہر جانجاناں اپنے

marfat.com

ملفوظات میں فرماتے ہیں، "حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں انکا کوئی مرید ایسا نہیں ملا جس کی طرف آنجناب کی توجہ نہ ہو"۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات میں فرماتے ہیں، "آج اگر کسی شخص کو کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ اکثر اوقات اس سے فیضان حاصل کرے تو یہ اس سے باہر نہیں کہ وہ فیضان حاصل کر رہا ہے اس بزرگ کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔ بس یہی مناسبت تمام ارواح میں ہے جوان خصوصی اسباب سے جاری رہتی ہے ایک شخص کو کسی صاحب مزار سے زیادہ محبت ہو اور وہ انکی قبر پر اکثر جاتا رہے تو وہ انکی توجہ کا مرکز بن جائے گا کیونکہ اس بزرگ کو یہ قوی ہمت برزخ میں بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے ساتھ نسبت رکھنے والوں کی تربیت کرے اور یہ ہمت و طاقت اس کی روح کو حاصل رہتی ہے دراصل یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہی اسے حاصل رہتا ہے"۔

شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمہ کا حال لکھتے ہیں کہ تقریباً دو سال وہ بغداد میں سیدی عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی قبر کی طرف متوجہ رہے اور یہ ذوق (ولایت) انکو وہیں سے حاصل ہوا"۔ اسی کتاب میں اپنے نانا ابو الرضا محمد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے بیداری میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے اس جگہ مجھے بڑے بڑے اسرار تعلیم فرمائے۔ قول الجمیل میں شاہ صاحب نے لکھا،

marfat.com

"ہمارے مرشد شیخ عبد الرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث الاعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اوران سے اجازتیں لیں"۔

مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں، "شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے دو قسم کے طریقے حاصل کیے گئے ایک طریقہ قادریہ اور دوسرا نقشبندیہ۔آپ نے فرمایا، جس نے مجھ سے طریقہ قادریہ حاصل کیا اسے اپنے ساتھ مرید کے طور پر لے جانے کے لیے حضرت غوث الاعظم کی روح خود تشریف لائی جو اسے مثالی صورت میں اپنے ساتھ لے گئی اور جس نے مجھ سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے خواجہ نقشبند کی روح خود تشریف لائی اور اسے مثالی صورت میں ساتھ لے گئی"۔

مولوی اسماعیل قتیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا، کہ "جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روح مقدس آپکے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپکے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضہ کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تاآنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپکے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پرزور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپکو نصیب ہوئی"۔ مزید لکھا ہے، "ایک دن آپ حضرت خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور انکی مرقد مبارک پر

marfat.com

مراقب ہو کر بیٹھ گئے اسی اثنا میں انکی روح پر فتوح سے آپکو ملاقات حاصل ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی کہ اس توجہ کے سبب سے ابتدا حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہوگیا"۔ (مذکورہ دونوں اردو عبارات جیب الرحمن صدیقی دیوبندی کے ترجمہ صفحہ ۲۴۲ سے لی گئی ہیں جسے سعید اینڈ سنز کراچی نے شائع کیا ہے)

پھر اسکے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اولیاء کرام سے استمداد و التجا اور انکو پکارنے کے بارے میں دلائل تحریر کیے ہیں، فرماتے ہیں، شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا، " انکی قبر کی زیارت کے لیے جاتے وہاں سے ہی آپ نے فیضان حاصل کیا"۔ آپ اور مولوی خرم علی نے بھی یوں لکھا کہ " میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح"۔ تفسیر عزیزی میں ہے، " مزارات میں مدفون اولیاء سے فائدہ حاصل ہوتا ہے"۔ شاہ عبد العزیز سیدی احمد زروق رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ انکا ارشاد ہے " تو اگر کسی مصیبت و پریشانی میں ہو تو یا زروق پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا"۔ شاہ ولی اللہ " الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں لکھتے ہیں کہ " اس فقیر نے حضرت شیخ ابو طاہر کردی سے خرقہ ولایت حاصل کیا اور آپ ہی نے اس عمل کی اجازت عطا فرمائی"۔ جس کا ذکر جواہر خمسہ میں ہے"۔ شاہ صاحب خود بھی اس عمل کی دوسروں کو اجازت دیا کرتے تھے۔ اسی جواہر خمسہ میں دعائے سیفی کی ترکیب ملاحظہ فرمائیے، " ناد علی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھنی چاہیے اور وہ یہ ہے " علی رضی اللہ عنہ کو پکار کہ وہ عجائبات کے مظہر ہیں تو انہیں مصیبتوں میں اپنا مددگار پائے گا ہر پریشانی اور غم آپکی ولایت کے صدقے فوراً دور ہو جاتا ہے یا علی یا علی یا علی"۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، اگر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو

marfat.com

مشکل کشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگام غم و تکلیف میں اس جناب کو ندا کرنا، یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں اور سب سے بڑھکر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذاً باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے، اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے۔ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے، مدتوں ان کی خدمت گاری و کفش برداری کی داد دیتے، انہیں شیخ ثقہ عادل بتاتے، انکی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغہ، حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل - کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل - انا للہ وانا الیہ راجعون "- (حیات الموات ص ۱۶۳ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

38 **** سوال: جب کوئی مشکل یا پریشانی پیش آئے تو اولیاء کرام کو پکارنے سے ہی انکو خبر ہوتی ہے یا انہیں بغیر ہمارے عرض کے بھی علم ہو جاتا ہے - اولیاء کرام ہی کے اقوال سے وضاحت فرمائیے -

جواب: فقیر کے پیر و مرشد عالم اسلام کے مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی نور اللہ مرقدہ کے قصیدہ "الاستمداد علیٰ اجیاد الارتداد" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ " امام سیدنا عبد الوہاب شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا ہے کہ بیشک سب ائمہ و اولیاء و علماء اپنے پیروکاروں اور مریدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب انکے مرید کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے قبر میں سوال کرتے ہیں، جب حشر میں اسکا نامہ اعمال کھلتا ہے، جب اس سے حساب لیا جاتا ہے، جب اسکے اعمال تولے جاتے ہیں، جب وہ پل صراط پر چلتا ہے ان تمام مراحل ـــ

marfat.com

میں وہ اسکی نگہبانی کرتے ہیں اور کسی جگہ غافل ہنیں ہوتے "۔ صحیح بخاری کی حدیث قدسی اس سے قبل بیان کی گئی جس میں اولیاء کاملین کا صفات الہیٰ کا مظہر ہونا مذکور ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔ " مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے " ۔ (ترمذی)

سیدی محمد حنفی قدس سرہ کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار الانتباہ میں امام شعرانی کے حوالے سے فرمایا کہ سیدی محمد حنفی اپنے حجرہ میں وضو فرمارہے تھے کہ اچانک ایک کھڑاؤں (جوتی) ہوا میں پھینکی اور وہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرہ میں سے باہر جانے کی کوئی راہ نہ تھی دوسری کھڑاؤں خادم کو عطا فرمادی کہ پہلی واپس آنے تک اسے اپنے پاس رکھے۔ ایک مدت کے بعد ایک شخص ملک شام سے وہ کھڑاؤں تحائف کے ساتھ لایا اور عرض کی جزاک اللہ تعالیٰ جب چور میرے سینہ پر بیٹھا اور مجھے قتل کرنا چاہا تو میں نے اپنے دل میں کہا " یا سیدی محمد حنفی " اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اسکے سینے پر لگی اور وہ بیہوش ہوکر گر گیا اور مجھے آپ کی برکت سے اللہ عزوجل نے نجات بخشی " ۔ آپ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا، " جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہوکر حاجت مانگے میں پوری کروں گا کہ مجھ میں اور تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے وہ مرد کس بات کا؟ " ۔ (طبقات الکبریٰ)

اعلیٰ حضرت انوار الانتباہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، " جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے اسکی وہ تکلیف دور ہوگی، اور جو کسی مصیبت یا سختی میں میرا نام پکارے وہ مصیبت دور کی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا

marfat.com

وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے اسکی حاجت پوری کی جائے گی۔ اور جو شخص دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے سلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے پھر عراق کی طرف ۱۱ قدم چلے اور میرا نام لے کر اپنی حاجت بیان کرے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسکی حاجت پوری کر دی جائے گی"۔ امام اجل سیدی ابوالحسن نور الدین علی بن جریر شطنونی نے بہجۃ الاسرار میں، امام یافعی مکی نے خلاصۃ المفاخر میں، محدث علی قاری نے نزہۃ الخاطر میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زبدۃ الاثار اور اخبار الاخیار میں ان کلمات رحمت کو روایت فرمایا۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت کی تصانیف انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ اور اہنار الانوار من یم صلوۃ الاسرار ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے پکارنے اور توسل اختیار کرنے اور نماز غوثیہ پڑھنے کی تعلیم دی جبکہ بہجۃ الاسرار میں آپکا ارشاد موجود ہے کہ" اگر میرا مرید مشرق میں کہیں بے پردہ ہو جائے اور میں مغرب میں ہوں تو بھی میں اسکی ستر پوشی کرتا ہوں"۔ مزید فرمایا،" میں ہر خوف والی چیز سے اپنے مرید کی حفاظت کرتا ہوں اور ہر قسم کے شر اور فتنہ سے اسکی نگہبانی کرتا ہوں"۔ مرزا مظہر جانجاناں فرماتے ہیں،" حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں انکا کوئی مرید ایسا نہیں ملا جسکی طرف آپکی توجہ نہ ہو" (حیات المموات)

حضور غوث اعظم کا ارشاد ہے، آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک مجھے سلام نہ کر لے نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اسمیں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتا ہے تو مجھے سلام کر کے خبر دیتا ہے جو کچھ اسمیں

marfat.com

ہونے والا ہے اور نیا دن جو آتا ہے مجھے سلام کرکے خبر دیتا ہے جو کچھ اسمیں ہونے والا ہے۔ مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! تمام سعید و شقی مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں لوح محفوظ میری نظروں کے سامنے ہے۔ میں اللہ عزوجل کے علم و مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور کا وارث ہوں"۔ (الامن والعلیٰ)

تفسیر عزیزی میں سورہ جن کے تحت مرقوم ہے۔ "لوح محفوظ پر مطلع ہونا اور جو کچھ وہاں لکھا ہے اسکا مطالعہ کرنا بعض اولیاء کرام سے تواتر سے ثابت ہے"۔ امام شعرانی فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ اپنے ولی کو غیب پر مطلع فرماتا ہے یہانتک کہ جو درخت اگتا ہے اور جو پتا بھی سرسبز ہوتا ہے اسکی آنکھ کے سامنے ہوتا ہے"۔ (طبقات الکبریٰ) مولانا روم مثنوی شریف جلد ۴ میں فرماتے ہیں۔ تم قرآن میں پڑھ لو کہ شیطان اور اسکا قبیلہ انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر جان لیتا ہے۔ جب شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود ہمارے باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں تو پھر روشن و نورانی نفوس قدسیہ کیونکر ہمارے پوشیدہ حال سے بے خبر ہونگے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، کیا شیطانوں سے سرایت کرنے میں وہ روحیں کم تر ہیں جنکا مقام آسمان پر ہے۔ اے منکر! اگر تو لنجا، لنگڑا، اندھا اور بہرا ہے تو بزرگ روحوں پر ہرگز ایسا گمان نہ کر کہ وہ تیری ہی طرح ہوں۔

ان ارشادات سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عطائے الٰہی سے اولیاء کرام بغیر ہمارے فریاد کیے بھی ہمارے احوال سے واقف ہوتے ہیں جبکہ ہمارا پکارنا انکی توجہ اور نظر کرم کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔ مجدد برحق اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ مرزا مظہر جانجاناں کے ملفوظات کے حوالے سے

marfat.com

فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میری حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نسبت خاص وجہ سے ہے کہ فقیر کو آنجناب سے خاص نیاز حاصل ہے اور مجھے جب کوئی پریشانی یا جسمانی بیماری درپیش ہوتی ہے میں آنجناب کی طرف توجہ دیتا ہوں جو باعث شفا ہو جاتی ہے"۔(الامن والعلیٰ)

روحانی توجہ کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انفاس العارفین میں لکھتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا، میں اکبر آباد میں ایک جگہ سے گزر رہا تھا اور بڑے ذوق سے شیخ سعدی کی ایک رباعی پڑھ رہا تھا،

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوئے لوح دل از نقش غیر حق
علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

"دوست کی یاد کے سوا جو کچھ کرے سب بیکار ہے، عشق کے اسرار کے سوا جو کچھ پڑھے بیکار ہے، سعدی! غیر حق کو دل کی تختی سے دھو دے جو علم اللہ تعالیٰ کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے"۔

تین مصرعے پڑھے لیکن چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے نکل گیا کوشش کے باوجود یاد نہ آیا تو دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا اچانک ایک نورانی صورت بزرگ ظاہر ہوئے اور چوتھا مصرعہ بتا دیا میں نے شکریہ ادا کیا کہ آپ نے مجھے پریشانی اور اضطراب سے نجات دی پھر پان پیش کیا انہوں نے مسکرا کر فرمایا، کیا یہ یاد دلانے کی اجرت ہے عرض کی نہیں یہ ہدیہ ہے فرمایا میں پان نہیں کھاتا پھر فرمایا مجھے جلدی جانا چاہیے پھر قدم اٹھا کر راستے کے آخر میں رکھا تو میں سمجھ گیا کہ کوئی مجسم روح ہے میں نے آواز دی حضرت اپنا نام تو بتا دیجیے

marfat.com

تاکہ فاتحہ پڑھ سکوں فرمایا، فقیر کو شیخ سعدی کہتے ہیں۔ غور فرمائیے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا کیا عالم ہو گا"

تفسیر عزیزی میں ہے کہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے درجے کو جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اسکی ترقی میں رکاوٹ ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو اچھی طرح جانتے ہیں اسی لیے انکی گواہی امت کے حق میں شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے"۔

---

برکات الامداد لاھل الاستمداد سے اقتباس

" مخالفین ناحق مسلمانوں پر بہتان لگاتے ہیں کہ وہ انبیاء و اولیاء کو قادر بالذات و مالک مستقل جان کر ان سے استعانت کرتے ہیں۔ مخالفیں صریح جھوٹے ہیں اگر آپ ان کے سامنے یوں کہیے" یارسول اللہ نظر رحمت فرمائیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری مدد و اعانت فرمائیے" اب ان لفظوں میں تو واضح طور پر ذاتی قدرت کا انکار اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مدد کرنے کا اقرار ہے ان میں تو شرک کے ناپاک گمان کی بو بھی ہنیں آسکتی، یہ کہتے جائیں اور ان کے چہروں کو بغور دیکھتے جائیں اگر بکشادہ پیشانی سنیں اور آثار کراہت ظاہر نہ ہوں جب تو خیر اور اگر دیکھیں کہ صورت بگڑی، ناک بھوں سمٹی، منہ پر دھوئیں کی مانند تاریکی دوڑی تو جان لیجیے کہ دل کی آگ اپنا رنگ لائی"۔

marfat.com

# باب یازدہم: اسرار تصوف و طریقت

39 **** سوال: سلسلہ قادریہ میں مقامات سلوک کون سے ہیں؟ان روحانی مقامات کی علامات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے؟

جواب: سلسلہ قادریہ میں مقامات سلوک پانچ ہیں اول: ناسوت، دوم: ملکوت سوم: جبروت، چہارم: لاہوت، پنجم: ہاہوت۔

ناسوت کو عالم اجسام، عالم خلق اور عالم شہادت بھی کہا جاتا ہے، ملکوت کو عالم ارواح، عالم امر، عالم ملائکہ اور عالم آخرت بھی کہا جاتا ہے۔جبروت کو عالم اسماء صفات باری تعالیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ لاہوت اور ہاہوت سے عالم ہویت اور عالم ذات بحت باری تعالیٰ مراد لیا جاتا ہے۔ صوفیہ کرام نے سالک کے لیے ان تمام عالموں کی سیر کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ہمارے مشائخ میں سے عارف کامل حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں اس موضوع پر نہایت جامع گفتگو فرمائی ہے۔ان کی گفتگو کا خلاصہ عرض کردیتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور اسکے سوا جو کچھ بھی ہے وہ عالم کبیر ہے۔ اس عالم صغیر میں عالم کبیر کے تمام اجزاء شامل ہیں چنانچہ جو کچھ قلم میں مجمل ہے وہ انسان کی روح میں مجمل ہے جو لوح میں مفصل ہے وہ اسکے دل میں مفصل ہے جو کچھ عرش پر ہے وہ انسانی جسم میں ہے اور جو کچھ کر ی میں ہے وہ انسان کے نفس میں ہے اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اگر انسان اپنے وجود کے بارے میں ہی غور و فکر کرلے تو یہ اسکے لیے کافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ اعمال پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت

marfat.com

ہے" (بنی اسرائیل: ۱۴) پس جو اس کتاب کو پڑھتا ہے وہ تمام آنے والی اور گزری ہوئی باتوں کو جان لیتا ہے اور جو اسے پورا نہ پڑھ سکے تو اسے جتنا ملے اتنا ہی پڑھ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے، "ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور خود انکے آپے (یعنی نفسوں) میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے" (حم سجدہ: ۵۳) اور ارشاد فرمایا، "اور خود تم میں (نشانیاں ہیں) تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں" (الذریت: ۲۱)

مختصر یہ کہ جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ عالم صغیر میں پایا جاتا ہے مثلاً عالم کبیر میں ایک شہنشاہ ہے جسکا حکم سارے جہان میں نافذ ہے یعنی اللہ تعالیٰ، عالم صغیر میں روح شہنشاہ ہے کیونکہ یہ عالم امر ہے اور بدن کے ملک میں اس کا اختیار ہے۔ عالم کبیر میں شہنشاہ کا ایک نائب کل اور خلیفہ مطلق ہوتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل ذات پاک ہے۔ عالم صغیر میں عقل ہے جو حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عکسوں میں سے ایک عکس اور انہیں کا پرتو ہے۔ وہاں شہنشاہ حقیقی کا عرش عظیم ہے کہ اسے باری تعالیٰ سے خاص نسبت ہے اور یہاں دل ہے کہ روح کا مقام خاص ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت والی بلند کرسی ہے اور یہاں دماغ کا درجہ عظیم اور بلند ہے۔ وہاں لوح محفوظ ہے جس میں ماضی حال مستقبل کا علم درج ہے یہاں قوت خیالی ہے کہ تمام صورتیں، شکلیں اور رنگتیں اور حواس خمسہ سے محسوس کی جانے والی ہر شے اسمیں محفوظ ہے وہاں باری تعالیٰ کی قدیم حقیقت کا معلوم کر لینا ناممکن اور محال ہے یہاں روح کی حقیقت سمجھنا ناممکن ہے وہاں تمام کائنات میں باری تعالیٰ غالب وقادر ہے اور اپنے علم وقدرت سے ہر جگہ موجود ہے اور زمان ومکان کی قیود سے مبرا اور پاک ہے یہاں روح تدبیر وتصرف کے ساتھ بدن

marfat.com

میں ہر جگہ موجود ہے لیکن کسی خاص عضو میں مقید نہیں۔

وہاں باری تعالیٰ جب زید کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو ارادہ فرماتا ہے اور اسکے نتیجے میں اس ہیئت و شکل اور رنگ و روپ میں زید کی پیدائش لوح محفوظ میں ظاہر ہو جاتی ہے وہاں سے فرشتوں کو خبر ہوتی ہے اور وہ زید کے ماں باپ کے جسموں کی طاقتوں کو حرکت دے کر دونوں کو اکٹھا کرتے ہیں پھر زید کی وہ صورت جو ارادہ الہیٰ کے مطابق لوح محفوظ میں نقش ہے ماں کے رحم میں قرار پکڑتی ہے اور چونکہ اس حکم کو ٹلنے والا کوئی نہیں لہذا زید پیدا ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک نہیں پہنچانا چاہتا، تو حمل گر جاتا ہے یا کوئی اور نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عالم صغیر کو سمجھنا چاہیے مثلاً اگر تو بسم اللہ لکھنا چاہے تو پہلے ارادہ پیدا ہوگا پھر اسکی صورت تیرے دماغ کی تختی پر نقش ہوگی کہ میں اسطرح لکھوں گا اس کے بعد ارواح حیوانیہ اور پٹھوں اور پھر انگلیوں اور پوروں میں حرکت ہوگی اور بسم اللہ لکھنے کا عمل پورا ہو جائے گا بشرطیکہ کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی اور اگر لکھتے وقت یہ خیال آیا کہ اسے ادھورا لکھوں یا کسی اور طرح لکھوں تو تجھے اس پر بھی اختیار ہے۔ عالم کبیر میں قیامت ہے جو ساری مملکت کو فنا کر دے گی اور ذات باری تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا عالم صغیر میں موت ہے جو بدن کی مملکت کو فنا کر دے گی اور سوائے روح کے کچھ باقی نہ رہے گا ان باتوں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو اپنے نفس کو جان لیتا ہے اسے معرفت الہیٰ نصیب ہو جاتی ہے۔ پھر نوری میاں قدس سرہ اسی طرح کی بہت ساری مثالیں دے کر فرماتے ہیں کہ "یہی عالم ناسوت کی سیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے اور اسکا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنی قوت کے مطابق ناسوتی

marfat.com

سیر ضروری ہے کہ اسی سے آدمی کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ جاہلوں سے بھی برا سمجھا جاتا ہے"۔

اتباع شریعت کے ساتھ معرفت الہٰی کو پا لینا سالک کو عالم ملکوت تک رسائی عطا کرتا ہے۔ اس مقام کو بعض صوفیہ کرام "فنافی الشیخ" کے مرتبے سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ سالک اس مقام پر پہنچ کر کسی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہتا اور فرشتوں کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اسکے بعد عالم جبروت کی سیر شروع ہوتی ہے سالک اسمائے الٰہیہ کی بارگاہوں کی سیر کرتا ہے اور عین الیقین کی نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے بعض صوفیہ اسے "فنا فی الرسول" کے مرتبہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس عالم کی سیر کے بعد عالم لاہوت کی سیر کا آغاز ہوتا ہے یہاں سالک تجلیات ربانی کا مشاہدہ کر کے حق الیقین کی دولت حاصل کرتا ہے اور سیر الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سیر) ختم ہو جاتی ہے اس طرح سالک کو "فنافی اللہ" کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور پھر ذات بحت یا عالم ہاہوت کی سیر شروع ہوتی ہے جسے سیر فی اللہ (اللہ تعالیٰ میں سیر) بھی کہا جاتا ہے۔

عارف کامل نوری میاں قدس سرہ فرماتے ہیں "سیدنا غوث اعظم کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے الہام ہوا کہ اگر سالک نے ملکوت اور جبروت کی سیر تو کی لیکن عالم لاہوت کی سیر کو چھوڑ دیا یعنی ذات بحت میں سیر نہ کی جبروت کی سیر پر ہی مطمئن ہو گیا تو وہ بارگاہ الہٰی کے قرب سے محروم رہے گا ایسے سالک کو مکمل تو کیا کامل بھی نہیں کہہ سکتے تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ملکوت یا ناسوت پر ہی ہمت ہار کر بیٹھ جائے وہ بڑا کم نصیب ہے۔ پس ضروری ہے کہ اول الذکر تین مقامات میں سے کسی مقام کو بھی اپنی منزل نہ جانے بلکہ ان

marfat.com

سے جلدی گزر جائے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے لاہوت کی سیر کرے تو اسے درجہ کمال حاصل ہوگا اور وہ ولی کہلائے جانے کا مستحق ہوگا اس سے پہلے تو ولایت کی خوشبو بھی اسے نہیں پہنچے گی افسوس ان لوگوں پر جو سیر ناسوتی سے بھی واقف نہیں اور خود کو اولیاء میں شمار کراتے ہیں"۔

مزید فرماتے ہیں، "اسی سیرفی اللہ کی وجہ سے اولیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے نہ کہ سیرالی اللہ کے اعتبار سے، کیونکہ قرب الہیٰ اور درجات میں ترقی سیرفی اللہ کی زیادتی سے نصیب ہوتی ہے جسکی سیر زیادہ ہے اسکو قرب بھی زیادہ نصیب ہوتا ہے۔ پس جب کوئی اللہ تعالیٰ کا محبوب اس مقام میں زیادہ سیر کرتا ہے تو وہ زیادہ مقرب و بلند درجہ ہو جاتا ہے اس مقام میں اصل شے درجات کی ترقی ہی ہے اور اسکی کوئی حد نہیں کیونکہ یہ سیر کہیں ختم نہیں ہوتی ورنہ ذات بحت محدود قرار پائے گی جو کہ شان الوہیت کے خلاف ہے۔ ما عرفناک حق معرفتک (ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا کہ تجھے پہچاننے کا حق تھا) سے اسی بات کا پتا چلتا ہے اور یہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہے، تواضع اور انکساری میں وارد نہیں ہے جیسا کہ اس زمانے کے بعض جاہل صوفی بننے والوں کا خیال ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے (آمین)"۔

عارف ربانی حضرت سید شاہ برکات اللہ قادری قدس سرہ اپنی تصنیف "چہار انواع" میں فرماتے ہیں، ہاہوت ایسا خلوت خانہ ہے کہ اس میں خود آگہی بلکہ بے خبری کی آگہی کی بھی گنجائش نہیں۔ لاہوت ایسی جگہ ہے کہ اس میں سالک اپنی خودی کی وجہ سے مصیبت میں پھنسا ہوتا ہے اور دعویٰ الوہیت کی جانب مائل ہوتا ہے۔ جبروت وہ مقام ہے۔ جہاں اسے اپنے وجود کے اجزاء کی شناسائی ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ سے ملاقات کرتا ہے۔ ملکوت وہ جگہ ہے کہ جہاں مدح

marfat.com

وثنا خود تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں جب کہ ناسوت ایسا ہنگامہ ہے کہ جہاں کثرت کے ساتھ مختلف لباس اور مختلف رنگوں کے جلوے نظر آتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں" یہ مقامات اور منزلیں نہ نیچے ہیں نہ اوپر نہ بائیں طرف ہیں نہ دائیں طرف۔ یہ سب میرے وجود کے طریقے ہیں جس وقت میں لذتوں کی طرف دوڑ لگاتا ہوں تو میرا طریقہ ناسوتی ہوتا ہے اور جب میں مدح و ثنا کی طرف مائل ہوتا ہوں تو میرا شیوہ ملکوتی ہوتا ہے اور جب میں اپنی ذات کی شناسائی حاصل کر رہا ہوتا ہوں تو میرا جلوہ جبروتی ہوتا ہے اور جس وقت میں" انادانی" (میں قریب ہوں) کے جذب وکیف میں شور کرتا ہوں تو یہ میرا لاہوتی شور ہوتا ہے اور جب میں ان تمام کیفیات سے آگے نکل جاتا ہوں تو وہ خواب ہاہوتی ہوتا ہے۔ یہ ایسا عظیم معاملہ ہے جسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ حدیث قدس ہے، اولیائی تحت ردائی لایعرفھم غیری" میرے دوست میری (قدرت کی) چادر کے نیچے ہیں ان (کے مقامات باطنی و درجات) کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا"۔

40 **** سوال: بعض لوگ یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اہلسنت اولیاء کا درجہ انبیائے کرام کے برابر بتاتے ہیں، اس الزام کی وضاحت فرمائیے۔

جواب: یہ الزام سراسر لغو ہے۔ آقا اور غلام کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ علماء فرماتے ہیں، عام انسانوں اور آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شریعت کی رو سے ۲۷ درجے کا ظاہری فرق ہے باطنی درجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس تفصیل سے آپ کو اولیائے کرام کے درجات کا فرق بھی معلوم ہو جائے گا۔ سب سے پہلا درجہ بشر کا ہے اس کے اوپر مومن کا، پھر ابرار کا، پھر اخیار کا، پھر مخلصین کا، پھر صالحین، پھر شہداء، پھر متقین، پھر مقربین،

marfat.com

پھر اولیاء، پھر اوتاد، پھر ابدال، پھر نجباء، پھر نقباء، پھر قطب، پھر غوث، پھر تبع تابعی، پھر تابعی، پھر صحابی، پھر اصحاب بدر، پھر خلفائے راشدین، پھر صدیق اکبر، پھر نبی، پھر رسول، پھر اولوالعزم، پھر اصطفیٰ اور پھر رحمۃ اللعالمین۔ (ملفوظات امیر ملت)

اب آپ غور فرمائیے کہ ولایت کا اعلیٰ درجہ غوث ہے اور جب کوئی بھی ولی تبع تابعی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا تو نبوت کا مقام تو بہت بلند و بالا ہے اور پھر مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ امام نبہانی فرماتے ہیں، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو کماحقہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا"۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

41 **** سوال: تصوف کی اصطلاح میں ترقی و تنزلی سے کیا مراد ہے یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ تنزل ناسوتی تنزل ملکوتی سے کیوں بہتر ہے؟

جواب: جب سالک سیر الی اللہ کے بعد اپنے وجود اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو فراموش کر کے سیر فی اللہ میں فنا ہو جاتا ہے تو اسے ترقی کہتے ہیں اور اس طرح کے سالک کو "کامل" کہا جاتا ہے ایسے سالک دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ حضرت شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ سراج العوارف میں فرماتے ہیں، "اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سالک کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس سے دیگر مخلوق بھی فیضیاب ہو تو پھر وہ ترقی سے تنزلی کی طرف آتا ہے تاکہ وہ دوسروں کو پستی سے بلندی کی طرف لے جائے اس لیے سالک کو پھر ماسوی اللہ کا شعور اور خود اسکے وجود کا شعور عطا کیا جاتا ہے اور اسے مقام لاہوت سے ناسوت میں پہنچا دیا جاتا ہے لیکن اس تنزلی کی وجہ سے اسکی سابقہ ترقی میں کوئی فرق نہیں آتا وہ بدستور قائم و برقرار رہتی ہے ایسے سالک کو "مکمل" کہا جاتا ہے اور یہی انکے لیے

marfat.com

تنزلی ہے کہ وہ پھر وحدت میں کثرت دیکھتے ہیں (جبکہ ترقی میں وہ کثرت میں وحدت دیکھتے ہیں) چونکہ ان سالکین کی نسبت متعددی ہوتی ہے اسلیے یہ دوسروں کو نفع پہنچانے میں معذور نہیں ہوتے۔

تنزل ناسوتی تنزل ملکوتی سے بہتر ہے کیونکہ اصل مقصد کرامات و خرق عادات کا حصول نہیں جو کہ تنزل ملکوتی میں سالک پالیتا ہے اصل مقصد تو ناقصوں کی تکمیل کرنا ہے جو کہ تنزل ناسوتی کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ ہدایت کے محتاج ناسوتی ہوتے ہیں ملکوتی نہیں لہذا تنزل ناسوتی بہتر ہے۔

42 **** سوال: فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ کے مقامات کیا ہیں آسان لفظوں میں بیان فرمادیجیے؟

جواب: سچی بات تو یہ ہے کہ تصوف کے اسرار و رموز نہ تو ہر شخص کی سمجھ میں آتے ہیں اور نہ ہی یہ ہر شخص کے لیے ہوتے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ لوگوں سے انکی عقل اور سمجھ کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ آپ کے سوال کا جواب نہایت آسان انداز میں شہباز طریقت حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے آداب السالکین میں ارشاد فرمایا ہے اسکا خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ فنا کا حصول دل کو سکون دیتا ہے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لیے جس حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی فنا سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ فنا کی تین قسمیں ہیں، پہلا درجہ فنافی الشیخ ہے یعنی سالک اپنے آپ کو مرشد کے خیال میں ایسا گم کردے کہ خود کو بھول جائے اور اپنے آپ کو مرشد سے الگ نہ سمجھے بلکہ خیال کرے کہ میرے جسم کی حرکت اور سکون میرے مرشد کے اختیار میں ہے اور میرا شیخ ہی مجھے سمجھ سکتا ہے اپنے طور طریقوں سے یہ ظاہر کرے کہ اپنے وجود پر اسکا کوئی اختیار

marfat.com

نہیں ہے اور اپنے طرز عمل میں ریا و خود پسندی سے بالکل دور رہے۔

دوسرا درجہ فنافی الرسول ہے راہ سلوک میں سالک کو جو معرفت و قرب کی نعمتیں نصیب ہوں اور مشاہدات و کیفیات حاصل ہوں ان سب کو وہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم سمجھے یہ ہرگز نہ سمجھے کہ میرے مراتب و درجات بڑھ گئے ہیں اس لیے یہ فیض حاصل ہو رہا ہے۔ پہلے سالک فنافی الشیخ ہوتا ہے اور چونکہ شیخ فنافی الرسول ہوتا ہے اس لیے سالک کو بھی یہ مرتبہ شیخ کے وسیلے سے باآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ تیسرا درجہ فنافی اللہ ہے اور جب سالک فنافی اللہ کے آخری درجہ پر پہنچتا ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔

سراج العوارف میں مولانا جامی علیہ الرحمہ کی نفحات الانس کے حوالے سے مذکور ہے کہ عام ولایت تو تمام ایمان والوں کو حاصل ہے مگر خاص ولایت اہل سلوک میں ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو فنافی اللہ ہو گئے اور انہوں نے بقا باللہ کو حاصل کر لیا۔ تو ولی فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتا ہے جبکہ فنا کے معنی ہیں سیرالی اللہ کی انتہا اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔ کیونکہ سیر الی اللہ اس وقت پوری ہوتی ہے جب سالک اپنے وجود کے صحرا کو سچائی کے قدموں سے ایک دم طے کرے اور سیر فی اللہ اسی وقت کامل ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ بندے کو فنا کے بعد تمام ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک کر دے۔

قطب الاقطاب حضرت غوث اعظم جیلانی قدس سرہ النورانی فتوح الغیب میں فرماتے ہیں، " جب بندہ مخلوق، خواہشات، نفس، ارادوں اور دنیا و آخرت کی تمام آرزوؤں سے فنا ہو جاتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں چاہتا اور دیگر سب چیزیں اسکے دل سے باہر ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسکی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور اسکو

marfat.com

مقبول بناتا ہے اور اسکے دل سے مخلوق کی محبت نکال کر اسے فنا کا مقام عطا فرماتا ہے اور پھر وہ بندہ اپنے فقر و غنا کو نہیں دیکھتا "۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کی ایک رباعی کا ترجمہ یہ ہے، " اے دل! عشق الہٰی کی شراب پی کر بے خود ہو جانے والوں کی محفل میں آتا کہ تجھے بھی اسی شراب بقا کا ایک گھونٹ مل جائے۔ اور اگر تو بقا چاہتا ہے تو فنا کے راستے سے گزر کیونکہ جب تک فنا طاری نہ ہو بقا نصیب نہیں ہوتی "۔

43 **** سوال: تصوف میں سکر اور صحو سے کیا مراد ہے بعض اکابر اولیاء کرام علیہم الرحمہ نے ایسے جملے ارشاد فرمائے جو بظاہر خلاف شرع ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اس بارے میں کتب تصوف میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن میں پھر عارف ربانی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کی کتاب سراج العوارف کے حوالے سے جواب عرض کرتا ہوں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتاب نہایت جامع دلائل پر مشتمل ہے ولی، کامل عارف باللہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے نہ صرف اس کتاب پر شاندار تقریظ لکھی بلکہ آپ کا یہ شعر مصنف موصوف ہی کے روحانی کمالات پر گواہ ہے،

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

سراج العوارف میں اسکی خاصی تفصیل مذکور ہے میں خلاصہ عرض کرتا ہوں، آپ فرماتے ہیں کہ جب سالک سیر فی اللہ میں قدم رکھتا ہے اور اپنے درجات میں ترقی پاتا ہے تو بعض اس مقام کی تجلیات کے باعث خاموش ہو جاتے ہیں اور پہاڑوں سے بڑے بڑے اسرار و رموز کو بھی ضبط کر لیتے ہیں بعض ضبط

marfat.com

ہنیں کر پاتے اور زبان سے کہہ دیتے ہیں جیسے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور میری شان کتنی بلند ہے) اور لیس فی جبتی سوی اللہ (میرے جبہ میں خدا کے سوا کچھ ہنیں) اس طرح کی باتوں سے ان پر کوئی گناہ اور وبال ہنیں آتا کیونکہ وہ معذور و مجبور ہیں کہ ضبط کی قدرت ہنیں رکھتے۔ یوں سمجھیے کہ جب جن انسان کے بدن میں حلول کر جائے تو بظاہر انسان کی زبان بولتی ہے دراصل جن کلام کرتا ہے جن اسکے ہاتھوں سے کام کرتا ہے اسکے پیروں سے چلتا ہے اور اس کے منہ سے کھاتا ہے، میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹی بچی پر آسیب آگیا وہ ایک وقت میں نو سیر پکا ہوا کھانا کھالیتی تھی میں نے اس کا علاج کیا اور وہ تندرست ہوگئی۔ تو تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ چھوٹی بچی جو آدھا پاؤ سے زیادہ ہنیں کھا سکتی ایک وقت میں نو سیر کھاکر ہضم کر سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ جن اس بچی کے منہ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ بچی کھارہی ہے۔ آسیبی قدرت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی نسبت ہنیں ہو سکتی۔ بلا تشبیہہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے کلام کا مظہر بنادے اور اسکی زبان سے کلام فرمائے تو کیا تعجب ہے تم نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی سنا دراصل یہ وہی کہتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے حالانکہ تم نے یہ بات حسین منصور اور بایزید بسطامی کی زبان سے سنی۔

اس سے زیادہ روشن وہ واقعہ ہے (جو سورہ القصص آیت ۳۰ میں بیان ہوا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے آواز سنی کہ " اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں تمام عالم کا پروردگار "۔ تو کیا اس درخت نے یہ کہا تھا اللہ کی قسم یہ درخت نے ہنیں کہا بلکہ رب العالمین نے فرمایا تھا اگرچہ درخت سے سنا گیا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ انسانی گلے سے جو درخت سے زیادہ شرافت رکھتا ہے کلام فرمائے

marfat.com

اور لوگوں کو ان کے منہ سے وہ آواز سنائی دے تو اس میں کیا تعجب ہے۔ ان بزرگوں کا کہا ہوا اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ہے اس ظاہری متکلم یعنی بزرگ نے خود کو فنا کر کے اس متکلم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے کہلانے سے وہ بات کہی اسمیں نفس کے فریب کو یا انکی خودی کو ہرگز دخل نہیں ہے۔ جبکہ فرعون کا اَنَا رَبُّکُمَ اُلاَعلیٰ (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) کہنا اپنی خودی سے تھا اسی لیے فرعون مردود ہوا جبکہ اولیاء مقبول ہوئے کیونکہ اولیاء کا کلام اپنی ہستی کو فنا کرنے کے بعد صادر ہوا۔

جب اولیاء اللہ پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ خود پہ قابو نہیں رکھ پاتے تو یہ راز ظاہر کر دیتے ہیں اسے حالت سکر کہتے ہیں۔ اگر سالک کا شعور تجلیات الہیٰ وارد ہوتے وقت برقرار رہے تو یہ حالت صحو ہے بصورت دیگر سکر ہے۔ حالت سکر کا نہ تو اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ اہل سکر سے باز پرس ہوتی ہے بلکہ اہل صحو پر اسکا دور کرنا لازمی ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ منصور کے زمانے میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی دستگیری کرتا اگر میں اس وقت ہوتا تو اس کا ہاتھ تھام لیتا یعنی اپنے باطن سے انہیں ضبط کی طاقت عطا کرتا۔ حالت سکر میں جو کلمات ادا ہوتے ہیں انہیں شطحیات کہتے ہیں اور ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ اس بارے میں دارا شکوہ نے ایک مفصل رسالہ لکھا ہے۔

بعض لوگ ساری عمر اپنے احوال ضبط کرتے ہیں جیسے خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہم اور بعض ساری عمر اسی سکر میں ڈوبے رہتے ہیں جیسے حسین منصور قدس سرہ اور بعض کبھی ضبط کی طاقت نہ پا کر راز ظاہر کرتے ہیں پھر افاقہ ہوتے ہی توبہ و رجوع کرتے ہیں۔ یہی اس

marfat.com

بات کی دلیل ہے کہ وہ ان رازوں کے اظہار پر راضی نہیں اور انکے اپنی طرف نسبت کیے جانے کو حق نہیں جانتے ورنہ توبہ و رجوع کیوں کرتے۔

حضرت بایزید بسطامی سے کہا گیا آپ بعض اوقات کیسی عجیب باتیں کہتے ہیں آپ نے فرمایا، بایزید ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے عرض کی بخدا آپ نے ایسے کہا۔ فرمایا، اگر تم اب یہ کلمے سنو تو مجھے خنجر سے ختم کردینا۔ پھر جب وہ حالت طاری ہوئی اور آپ نے سبحانی ما اعظم شانی کہنا شروع کیا تو لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق خنجر چلائے۔ جو آپ کو خنجر مارتا اسکا زخم خود اسکے جسم پر اسی جگہ لگ جاتا اور آپ کے جسم پر کوئی نشان نہ پڑا۔ جب یہ حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا، میں نہ کہتا تھا کہ وہ جملے بایزید نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہے جس کی شان کے لائق ہے۔

اگر کوئی شخص حالت صحو اور اپنے حواس کی سلامتی کے وقت اس قسم کے کلمے کہے تو وہ زندیق، مرتد اور واجب القتل ہے اسی لیے توحید وجودی کو تسلیم کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ جو فرق مراتب نہ کرے وہ زندیق ہے یعنی اگر تنزل کے مرتبوں کا خیال نہ کرے اور زید کو اسی شکل و صورت میں خدا سمجھ لے تو یہ توحید وجودی کہاں رہی کہ ممکن کو واجب سمجھنا شرک ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ گفتگو قال نہیں حال ہے اور جب تک حال وارد نہ ہو کچھ نہیں ہے، اس مسئلے میں جب تک آدمی وہاں نہ پہنچے کلام نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اسکی سمجھ سے ماورا اور عقل سے دور ہے۔

44 **** سوال صوفیہ کرام میں دو نظریات معروف ہیں وحدت الوجود اور وحدت الشہود۔ ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ کا اس بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟

marfat.com

جواب سراج العوارف میں ہے کہ وحدت کی دو قسمیں ہیں ایک وجودی دوسری شہودی۔ وجودی کے معنی یہ ہیں کہ سالک کے علم اور نظر دونوں سے اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اس کا شعور ختم ہو جائے اور اسکی نظر و علم میں اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہونے کے بعد ذات باری تعالیٰ باقی رہ جائے، یہی سالک کے مقام کی انتہا ہے۔ اس مقام پر آنے کے بعد سالک ولی ہو جاتا ہے۔ سیر الی اللہ کے ختم ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں۔ سیر و سلوک قادریہ میں یہ چوتھا مقام ہے اسکے بعد سیر فی اللہ ہے کہ اس سے مراد ذات بحت باری تعالیٰ میں (جس کی کوئی حد نہیں) ترقی حاصل کرنا ہے اور حدیث شریف "ماعرفناک حق معرفتک" (ہم نے جیسا کہ تیرا حق تھا تجھے نہ پہچانا) اسی سیر کی خبر دیتی ہے۔ قادریہ، چشتیہ و سہروردیہ وغیرہم تمام اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے۔ ایک قلیل تعداد وحدت شہود کی طرف گئی ہے اور اسکو سالک کا ابتدائی مقام جانتے ہیں۔

وحدت شہودی کے بھی یہی معنی ہیں لیکن اس میں موجودات کا انکار صرف سالک کی نظر سے ہوتا ہے اسکے علم سے نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات اسکے علم میں تو باقی رہتے ہیں صرف نظر سے ختم ہو جاتے ہیں۔ نظر میں صرف ذات باری باقی رہتی ہے باقی سب نظر سے ہلاک اور فانی ہو جاتے ہیں مگر سالک کے علم میں باقی رہتے ہیں جیسے سورج نکلنے پر ستارے، کہ سب ستارے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں نظر کے سامنے صرف سورج ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے ستاروں کا وجود ویسے ہی باقی ہے بس نظر سے چھپ گیا ہے۔ لامحالہ اس میں توحید میں نقص باقی رہتا ہے اور وہ نقص یہ ہے کہ سالک کے علم میں

marfat.com

موجودات باقی رہ جاتے ہیں یہ بات فنائے مطلق کے منافی ہے۔
ایک قلیل گروہ توحید شہودی کا قائل ہے حضرات صوفیہ کرام میں سے جیسے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور شیخ روز بہان بقلی وغیرہ اور بعد والوں میں شیخ احمد صاحب سرہندی (مجدد الف ثانی) اور انکے ماننے والے جو نقشبندی مجددی ہوتے ہیں وحدت شہودی کی طرف گئے ہیں ان حضرات میں سے کچھ وحدت وجودی کے قائل ہیں جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کہ نقشبندی مجددی ہونے کے باوجود چند مکتوب اسی مسئلہ سے متعلق شائع کیے جو شیخ احمد سرہندی نے وحدت شہود کے سلسلے میں اپنے مکاتیب میں لکھے تھے شاہ ولی اللہ صاحب نے شیخ احمد سرہندی کے کلام کی تاویلات کیں شاہ ولی اللہ کے مکاتیب کا رد مولوی غلام یحییٰ نقشبندی مجددی نے کیا جو مرزا مظہر جانجاناں کے مرید تھے ان کے رد کا رد مولوی رفیع الدین ولد شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب "دفع الباطل" میں شائع کیا۔ انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی میں کسے ترجیح ہے صوفیہ کرام کے مقالات سے توحید وجودی ہی ثابت ہوتی ہے۔

45 **** سوال: روحانی لطائف سے کیا مراد ہے؟ ان لطائف کو طاقتور بنانے اور انہیں جاری کرنے کی کیا علامات ہیں؟ اقوال صوفیہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: اصطلاح تصوف میں لطیفہ اس کیفیت کو کہتے ہیں جو لفظوں سے ظاہر نہ ہو سکے لیکن اسکا ادراک کیا جا سکے۔ صوفیہ کرام کے نزدیک لطائف انسانی جسم کے وہ پاکیزہ مقامات ہیں جن کے ذریعے سالک پر معرفت ربانی اور تجلیات الٰہی کے راز منکشف ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، الا لہ الخلق

marfat.com

والامر (الاعراف: ۵۴) " سن لو اسی کے لیے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا " ۔ اس آیت کے تحت تفسیر مظہری میں ہے، " صوفیہ فرماتے ہیں کہ عالم خلق سے مراد عالم جسمانیات ہے یعنی عرش اور اسکے نیچے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور عالم امر سے مراد عالم مجردات یعنی قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ وغیرہ یہ وہ اشیاء ہیں جنہیں کسی مادہ کے بغیر محض امر کن سے پیدا کیا گیا ہے " ۔

عالم خلق کے لطائف نفس، ہوا، پانی، آگ اور خاک ہیں صوفیہ کے نزدیک عالم خلق کے یہ لطائف خمسہ عالم امر کے مذکورہ پانچ لطائف کا عکس اور ظل ہیں۔ قلب کا مقام سینے میں بائیں جانب ہے اور روح کا مقام دائیں جانب جبکہ سر، خفی اور اخفیٰ کا مقام انکے درمیان میں ہے نفس کا مقام حواس سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے وسط پیشانی میں ہے زبدۃ الاولیاء حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری قدس سرہ سلوک مجددیہ میں فرماتے ہیں کہ عالم امر کے لطائف خمسہ تجلیات ربانی کے ظلال ہیں۔ قلب کا فعل ذکر الہیٰ ہے روح کا فعل حضوری، سر کا فعل مکاشفہ ملکوت، خفی کا فعل مشاہدہ (توجہ الی الصفات) اور اخفیٰ کا فعل معائنہ (توجہ الی الذات) و حق الیقین کا حصول ہے۔ صوفیہ کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ بعض لطائف اس قدر زبردست ہیں کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی ان کا مقابلہ ہنیں کر سکتا مگر انسان اس حقیقت سے بے خبر ہے اور وہ اپنے ان لطائف کی طاقتوں کی پرورش ہنیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ اسکا بدن ذرا سا ہے حالانکہ اسکے اندر ایک عظیم جہان چھپا ہوا ہے۔

عارف باللہ میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں، " دل کے اندر ایک سوراخ ہے جو عالم ملکوت کی جانب کھلا ہوا ہے جیسے کہ دل کے

marfat.com

پانچ دروازے (حواس خمسہ) عالم محسوسات کی طرف کھلے ہوئے ہیں دل ایک آئینہ کی مثل ہے اور لوح محفوظ ایک اور آئینہ کی مثل ہے جس میں تمام موجودات کی صورتیں موجود ہیں جسطرح ایک آئینہ کو دوسرے آئینہ کے مقابل رکھنے سے ایک کی صورت دوسرے میں نظر آجاتی ہے اسی طرح لوح محفوظ سے تمام صورتیں دل میں صاف نظر آتی ہیں بشرطیکہ وہ صاف و شفاف اور محسوسات سے فارغ ہو اور اس سے مناسبت پیدا کرلے کیونکہ جب تک دل محسوسات میں گھرا رہتا ہے عالم ملکوت سے نسبت حجاب میں رہتی ہے۔ اگر کوئی ریاضت کرے اور دل کو غضب، شہوت اور بری عادات کے جال سے آزاد کرالے، حواس کو بیکار سا کردے اور دل کو عالم ملکوت کی طرف مائل کر دے تو دل کا سوراخ زیادہ ہو جاتا ہے اور پھر دوسرے لوگ جو چیزیں خواب میں دیکھتے ہیں وہ بیداری میں دیکھ لیتا ہے۔ وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے انبیاء علیہم السلام کا دیدار کرتا اور ان سے نفع و مدد حاصل کرتا ہے آسمان اور زمین کی مملکت اسے دکھادی جاتی ہے جس کے لیے یہ راہ کھل جاتی ہے اس کے بہت سے کام سنور جاتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے علوم کی یہی راہیں ہیں نہ کہ حواس"۔

مزید فرمایا، "اگر تو پانچوں حواس کو انکے کام سے بے نیاز و بے بہرہ کر دے تو تیرے دل کا راستہ کھل جائے گا پھر تو جس صورت پر بھی نظر ڈالے گا تجھے معنی کا راز حاصل ہو جائے گا"۔ امام غزالی علیہ الرحمہ المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں، "طریقت میں آغاز ہی سے مکاشفات و مشاہدات شروع ہو جاتے ہیں یہانتک کہ اہل طریقت عین حالت بیداری میں ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ کی زیارت کرتے ہیں، انکی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے

marfat.com

اکتساب فیض کرتے ہیں"۔
سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں، "تو اپنے آپ کو ہر طرف سے اندھا بنالے کسی شے کی طرف نہ دیکھ جب تک تو چیزوں کی طرف دیکھتا رہے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و قرب کی راہ تجھے دکھائی نہیں دے گی۔ توحید کے ذریعے اور اپنے نفس، فنا، محو اور علم کے مٹادینے کے ساتھ سب جہتوں کو بند کر دے پھر تیرے دل کی آنکھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کی جہت کھل جائے گی اور تو اس جہت کو اپنے سر کی آنکھ سے قلب و ایمان و یقین کی نور کی روشنی میں دیکھ لے گا پھر اس شمع کے نور کی طرح جو اندھیری رات میں کسی تاریک گھر کے سوراخوں سے ظاہر ہوتا ہے اور جسکے اندر کی روشنی سے باہر کا گھر روشن ہو جاتا ہے، وہ نور تیرے اندر سے تیرے باہر کی طرف پیدا ہو گا پھر تیرے نفس و اعضاء غیر کی عطا اور وعدے سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور وعدے سے آرام پائیں گے"۔ اسی مقالے میں مزید فرمایا، "پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار کرتا ہے اور ارادہ الہیٰ کے ساتھ ارادہ کرتا ہے اور اسکی تدبیر کے ساتھ تدبیر کرتا ہے اور اسکی مشیت سے چاہتا ہے اور اسکی رضا پر راضی رہتا ہے اور غیر کے حکم کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم کی اطاعت کرتا ہے"۔
ان ارشادات عالیہ کی روح یہی ہے کہ حواس خمسہ کے بجائے عالم امر کے لطائف خمسہ کی پوشیدہ قوتوں کو بیدار کیا جائے اور ماسوی اللہ کی محبت کو دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے فیضیاب کیا جائے تب اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکا قرب نصیب ہوگا۔ روحانی لطائف طاقتور بنانے کے لیے اکابر صوفیہ کرام نے اذکار و اشغال اور مراقبات و مجاہدات کی تعلیم دی ہے جن

marfat.com

میں مرشد کامل کی توجہات کو خاص اہمیت حاصل ہے صوفیہ فرماتے ہیں کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ نفس بیک وقت دو جانب توجہ نہیں کر سکتا اسلیے نفس کو اذکار و مراقبات میں یکسوئی حاصل کرنے کے لیے ایسی طرف لگانا چاہیے کہ وسوسے اور خطرات پریشان نہ کریں، چونکہ پیر کامل کی شخصیت دیکھی ہوئی ہوتی ہے اور محبوب بھی، اس لیے ذرا سی کوشش سے ان کا تصور جم جاتا ہے اس طرح محبت زیادہ اور نسبت قوی ہوتی ہے یہی تصور شیخ ہے۔

قلب عالم خلق اور عالم امر کے درمیان ایک برزخ ہے۔ لطیفہ۔ قلب کی روحانیت اجاگر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تنہائی میں آنکھیں بند کر کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے صورت مرشد کو روبرو خیال کر کے بغیر زبان ہلائے قلب کی زبان سے اللہ اللہ ذکر کرے۔ اس طریقہ کو مراقبہ قلب بھی کہتے ہیں اس لطیفہ کے نور کا رنگ زرد ہے۔ زبدۃ الاولیاء حضرت سید عبد اللہ شاہ نقشبندی قادری فرماتے ہیں" جب سالک لطیفہ قلب سے ذکر کرتا ہے تو قلب کی صفائی ہو کر اس پر روحانی کیفیت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے اور وہ عالم ناسوت سے عالم ملکوت میں قدم رکھتا ہے روح اور جسم کے درمیان " مثال " ایک لطیف شے ہے اور یہ انسان کی ایک پوشیدہ حقیقت تامہ ہے جس کو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں اسی مثال کی بدولت سالک اپنے تمام مدارج عروج طے کر کے ذکر کے ثمرات حاصل کرتا ہے۔ اس مقام میں ذات الہٰی کے مرتبہ مقدسہ سے بواسطہ۔ حضرت پیر و مرشد اکتساب فیض کیا جاتا ہے جسکا مورد فیض قلب ہے"۔

جب سالک لطیفہ قلب کی روحانی کیفیات کو محسوس کرنا شروع کر دے تو پھر لطیفہ روح سے ذکر کرے۔ دو حصہ روح سے اور ایک حصہ قلب سے ذکر کیا

marfat.com

جائے۔ لطیفہ روح، روح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے یہ وہ حقیقت ہے جو مثال انسانی کو حرکت میں لاتی ہے اسی کو عالم جبروت کی سیر کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کے نور کا رنگ سرخ ہے۔ یہ روحانی کیفیت سالک پر بعض دفعہ مادی و مثالی جسم کے بغیر طاری ہوتی ہے اور وہ اسماء و صفات باری تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

لطیفہ روح کے بعد لطیفہ سر سے ذکر کیا جائے لطیفہ سر روح انسانی کے راز کو کہا جاتا ہے جسے عالم لاہوت بھی کہتے ہیں۔ اکابر صوفیہ اسے حقیقت روح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کرتے ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد سوم میں فرماتے ہیں کہ "حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ظہور اول اور تمام حقائق کی اصل حقیقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، اول ما خلق اللہ نوری جس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے اور تمام مومنوں کو میرے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اللہ تعالیٰ اور تمام حقائق کے درمیان ایک واسطہ ہے کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر اپنے مطلوب کو نہیں پا سکتا"۔ اس روحانی کیفیت میں وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ وسلم کے ذریعے سالک کو معرفت ربانی حاصل ہوتی ہے۔ اس لطیفہ کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

لطیفہ سر کے بعد لطیفہ خفی سے ذکر کرنا چاہیے۔ لطیفہ خفی سے مراد نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسے عالم ہاہوت کی سیر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کے نور کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ سالک اس روحانی کیفیت میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں میں غوطہ زن ہو کر اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ

marfat.com

کرتا ہے اور واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔

مذکورہ لطائف کی روحانیت کے ادراک کے بعد لطیفہ اخفیٰ سے ذکر کرنا چاہیے۔ لطیفہ اخفیٰ سے مراد ذات بحت و مرتبہ ہویت ہے یہ عالم ہاہوت کا درجہ کمال ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر سالک ذات باری تعالیٰ کے سوا سب کچھ فراموش کر دیتا ہے اور فنا و بقا کی کیفیات سے آشنا ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کے نور کا رنگ سبز ہے۔ اسکے بعد صوفیہ کرام لطیفہ نفسی اور لطیفہ قالب کے ذکر کی بھی تلقین فرماتے ہیں۔ اس مختصر کتاب میں انکی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لطائف جاری ہونے اور انکے پاک وصاف ہونے کی علامات کے متعلق محدث اعظم حیدرآباد دکن، مصنف الزجاجہ علامہ سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری قدس سرہ سلوک مجددیہ میں فرماتے ہیں، تین بڑی علامات یہ ہیں:

اول: اطاعت و عبادت کے لیے سالک سستی اور کاہلی محسوس نہ کرے، گناہوں کی رغبت اسکے دل سے مٹ جائے اور معرفت ربانی و قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذوق و شوق دل میں بڑھ جائے۔

دوم: بلا قصد و ارادہ سالک کے لطائف ذکر کرتے رہیں اور ان میں سالک کو نور الٰہی کا مشاہدہ بھی ہو اور وہ عبادات میں بے مثل لذت محسوس کرنے لگے۔

سوم: سالک کو اپنے لطائف سے ذکر الٰہی کی آواز سنائی دے، قلب وسوسوں سے پاک ہو کر عبادات میں مشغول رہے اور محبت الٰہی و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح غالب ہو جائے۔

جب یہ روحانی لطائف جاری ہو جاتے ہیں تو سالک کی غفلت ہمیشہ کے لیے دور ہو جاتی ہے اور وہ اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جانب زیادہ راغب ہو جاتا ہے۔

marfat.com

46 **** سوال: ذکر و شغل سے کیا مراد ہے؟ سلسلہ قادریہ رضویہ میں ذکر الٰہی کرنے کا طریقہ اور اسکے آداب بیان فرمادیجیے۔

جواب: ذکر سے مراد زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے جب کہ شغل سے مراد قلب سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ سورۃ الرعد آیت ۲۸ میں ارشاد ہوا، "سن لو اللہ تعالیٰ کی یاد ہی میں دلوں کا چین و سکون ہے" سورۃ الاحزاب آیت ۴۱ میں فرمایا گیا، "اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو" سورۃ البقرہ آیت ۱۵۲ میں ارشاد ہوا "پس میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا"۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا" تم اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ سمجھیں" (طبرانی) ایک اور روایت میں ذکر الٰہی کو دلوں کی صفائی کا ذریعہ بتایا گیا۔ ہمارے مشائخ قادریہ فرماتے ہیں کہ انسانی جسم میں کچھ حصے ذکر الٰہی کی ضربوں کے لیے مخصوص ہیں جن سے روحانیت پیدا ہوتی ہے، ان میں سے پہلا قلب صنوبری ہے جو کہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو سینے کے بائیں جانب ہوتا ہے یہ لطیفہ قلب کا مقام ہے دوسرا قلب مدوری ہے جو کہ دماغ ہے تیسرا نیلوفری ہے جو کہ ناف ہے اکثر ذکر کی ابتدا لطیفہ قلب سے یعنی سینے کے بائیں طرف سے کی جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت الوظیفۃ الکریمہ میں فرماتے ہیں کہ ذکر جہر چہار ضربی کے لیے چار زانو بیٹھے بائیں زانو کی رگ کے قریب کی جلد دائیں پاؤں کے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان دبالے پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے سامنے لائے اور لا کا لام یہاں سے شروع کر کے دائیں گھٹنے کے قریب تک کھینچتا ہوا لے جائے جو کہ لطیفہ روح کا مقام ہے اب یہاں سے الہ کا ہمزہ شروع کر کے لام کو کھینچتا ہوا دائیں شانے تک لے جائے اور "ہ" دائیں طرف منہ پھیر کر کہے

marfat.com

پھر وہاں سے الا اللہ کی ضرب شدت کے ساتھ دل پر لگائے۔ ۱۰۰ بار یا حسب قوت کم تعداد سے شروع کرے اور پھر بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہنچائے۔ اسے ذکر نفی و اثبات بھی کہتے ہیں۔

دوسرا ذکر الا اللہ کا ہے اسکے لیے پہلا ہمزہ پڑھتے ہوئے ناف سے سر اٹھا کر "الا ال" دماغ تک لے جائے اور وہاں سے "لاہ" کی ضرب ناف پر یا دل پر لگائے۔ تیسرا ذکر اللہ ھو کا ہے اس ذکر میں بھی پہلا ہمزہ ناف سے شروع کر کے اللہ کا ذکر دماغ تک لے جائے اور پھر دل پر ھو کی ضرب لگائے۔ چوتھا ذکر اسم ذات واسم اعظم "اللہ" کا ہے یہ ذکر بھی ناف سے شروع کیا جائے یعنی پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر دماغ تک لام پہنچائے اور پھر "لاہ" کی ضرب دل پر لگائے۔ ان اذکار کو بھی سو بار سے شروع کر کے حسب وسعت ہزاروں تک پہنچائے۔ ہر سو بار ذکر کے بعد ایک بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کہہ لے، سکون پائے گا۔ ذکر تنہائی میں کرے اگر محفل میں کرے تو آنکھیں بند کر کے لوگوں کا خیال دل سے نکال کر کرے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے ذکر خفی کے لیے فرمایا کہ دو زانو بیٹھ کر، آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگا کر تاکہ متحرک نہ ہو محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی سنائی نہ دے ذکر کیا جائے۔ تین طریقے وہی ہیں جو ابھی دوسرے ذکر سے چوتھے ذکر تک بتائے گئے۔ ذکر نفی واثبات کا ذکر خفی کے لیے طریقہ یہ بیان فرمایا کہ سر جھکا کر ناف سے لا کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا الہ کی ہ دماغ تک لے جائے اور پھر الا اللہ کا پہلا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اسکی ضرب ناف یا دل پر لگائے اور یہ ذکر محض تصور ہی سے کیا جائے۔ انہی اذکار کو یا ان میں سے کسی ایک ذکر کو ہر سانس کی آمد و رفت میں کھڑے

marfat.com

بیٹھے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے یہانتک کہ اسکی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے تو سوتے میں بھی ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔ اسے "پاس انفاس" کہا جاتا ہے۔

سبع سنابل میں تحریر ہے کہ "یہ ضروری ہے کہ ذکر کی حالت میں پیر و مرشد کی روحانیت کو اپنی مدد پر مائل جانے اور ان کا مشاہدہ اپنے تصور سے ہرگز جدا نہ کرے"۔ اپنے ذکر کو مقبول بارگاہ بنانے کے لیے ذکر کے اول و آخر ۱۱، ۱۱ بار درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔ بقول امام اہلسنت،

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرو اور ان پر درود پڑھو اور ذکر کی حالت میں ایسے رہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کی حالت میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب، اجلال، تعظیم، ہیبت اور حیا سے رہو اور یقین جانو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہمنشیں ہوں"۔

47 **** سوال: ایک شخص راہ سلوک میں قدم رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے ابتدائی ہدایات ارشاد فرمائیے۔ یہ بھی فرمائیے کہ راہ سلوک میں کن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

جواب: سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے

marfat.com

ہیں، "ہر مومن پر لازم ہے کہ پہلے فرائض ادا کرے پھر سنتوں پر عمل پیرا ہو اور پھر نوافل اور مستحب کام اختیار کرے"۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں، "بندے کے نوافل و مستحبات قبول نہیں ہوتے جب تک وہ فرائض ادا نہ کرلے"۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴)

عارف کامل سید شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے سراج العوارف میں سالکین کے لیے چار واجبات تحریر فرمائے ہیں، اول: سالک کو چاہیے کہ اہلسنت و جماعت کے مذہب مہذب کے مطابق اپنے عقائد صحیح کرے کہ یہی جنتی گروہ ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک تمام اولیاء کرام اسی مذہب پر ہوئے ہیں اور آئندہ بھی اسی پر ہوں گے۔ دوم: شریعت مطہرہ کے تمام احکامات پر عمل کرے یعنی فرائض و واجبات و سنن کو اپنائے اور تمام حرام کاموں سے بچے۔ سوم: باطن کو بری عادتوں سے پاک کر کے اخلاق حسنہ سے مزین کرے یعنی ہلاک کرنے والے رذائل سے بچے اور نجات دینے والے فضائل اپنائے۔ ان دونوں اقسام کی تفصیل فقیر کی کتاب "ضیاء الحدیث" میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۶۰۰ احادیث کریمہ کا ایمان افروز مجموعہ ہے۔ سالکین کو وہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ چہارم: غیر خدا سے دل کو پاک کرے (تاکہ معرفت الٰہی حاصل ہو)، تزکیہ باطن اور معرفت ربانی کے حصول کے لیے ایک راہ مقرر کی گئی ہے جسے سلوک کہا جاتا ہے۔

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ سالک پر عقائد کی درستگی کے بعد فرائض و واجبات پر عمل کرنا اور تمام حرام کاموں سے بچنا لازم ہے۔ خصوصاً حرام رزق سے کیونکہ حرام کھانے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور دوزخ سے قریب ہو جاتا ہے۔ سورۃ المؤمنون آیت ۵۱ میں ارشاد ہوا "پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل

marfat.com

کرو"۔ یہاں رزق حلال کا حکم نیک اعمال سے پہلے دیا گیا جس سے اسکی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرے پھر فرائض و واجبات کے بعد سنتوں کو اپنائے خصوصاً اپنی صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ داڑھی سے مزین کرے جو فقہی طور پر ایک مشت رکھنا واجب ہے۔

احکام شریعت کو اپنانے کے دوران "مرتبہ احسان" حاصل کرنے کی کوشش کرے جس کے لیے بیعت مرشد ضروری ہے۔ اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے۔ مرشد کامل کی صحبت اختیار کرنے والا شیخ کے علم اور روحانیت سے اس طرح فیضیاب ہوتا ہے جیسے خوشبو دماغ کو معطر کرتی ہے پھر ہر نماز کو اسکے ظاہری و باطنی حقوق کے ساتھ ادا کرے، اسکے متعلق بھی گفتگو کی جا چکی ہے۔ مرشد کی ہدایات کے مطابق ذکر الہیٰ اور درود و سلام کی کثرت کرے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، "اذکار و اشغال کے لیے تین باتیں نہایت ضروری ہیں تقلیل طعام (کم کھانا)، تقلیل کلام (کم بولنا) اور تقلیل منام (کم سونا)"۔ کم کھانے سے نفس کمزور اور روح طاقتور ہوتی ہے حدیث شریف میں ارشاد ہوا، آدمی کے لیے دو لقمے کافی ہیں جو اسکی کمر کو سیدھا رکھیں۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں زیادہ کھانے پینے سے نیند زیادہ آتی ہے۔ حکمت لقمان میں ہے کہ جب معدہ بھر جاتا ہے تو عقل سو جاتی ہے اور حکمت گم ہو جاتی ہے۔

کم بولنا سلامتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا (دارمی) صوفیہ کرام نے زیادہ سونے کو غافلوں کا طریقہ قرار دیا ہے کتاب الشفا میں ہے کہ زیادہ سونا جسم کو سست، عقل کو کمزور اور دل کو سخت کرتا ہے۔ اس سے نفس طاقتور ہوتا ہے اور آدمی شب بیداری اور نماز تہجد کے لیے

marfat.com

مستعد نہیں رہ سکتا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں کہ تم دن میں گناہ نہ کیا کرو، رات کو عبادت کے لیے جاگنا آسان ہو جائے گا۔ بعض صوفیہ قیام لیل میں آسانی کے لیے کم کھانے اور دن میں قیلولہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ تہجد پڑھنا اور اس وقت بارگاہ الہٰی میں گریہ وزاری کرنا معرفت ربانی کی منزل کو قریب کر دیتا ہے بقول اقبال،

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ باوضو رہے، مسنون دعاؤں کی پابندی کرے، یاد الہٰی سے ہرگز غافل نہ ہو اور بدمذہبوں سے دوستی نہ رکھے نیز تصوف و سلوک کی دیگر تعلیمات محاسبہ، مراقبہ اور مجاہدات کے ذریعے تزکیہ نفس و تصفیہ قلب حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ بخاری شریف کی مشہور حدیث قدسی میں یہی نکتہ بیان ہوا ہے کہ بندہ فرائض کی تکمیل کے بعد نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ پس سالک کو عبادات میں اتنی کثرت کرنی چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات کو فراموش کر دے اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی میں گزارے۔

سراج العوارف میں ہے کہ رب تعالیٰ عزوجل تک رسائی نہ خاص ذکر و شغل سے ہے نہ اسکا راستہ ذکر و شغل پر منحصر ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی بہت سی راہیں ہیں تو جس راہ سے خدا تعالیٰ تک رسائی ہو جائے اور اس سے اطمینان ہو جائے وہی تیرے لیے ذکر اور شغل ہے اسی کو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا راستہ سمجھو اور اسی پر عمل کرو۔ اگر کسی کو یہ راستہ دینی کتابوں کے مطالعے سے حاصل ہو اور اسے اطمینان نصیب ہو تو اس شخص کے لیے یہی ذکر و شغل ہے اور اگر کسی

marfat.com

کو نیک بندوں کی صحبت سے نصیب ہو جائے تو بھی صحبت اسکے لیے ذکر و شغل ہے چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ذکر کی فضیلت صرف تسبیح و ہتلیل میں منحصر ہنیں بلکہ کسی کام میں بھی اللہ تعالیٰ عزوجل کی اطاعت کرنے والا ذاکر ہے۔

نے گویم کہ از عالم جدا باش
ولے ہر جا کہ باشی باخدا باش

" میں یہ ہنیں کہتا کہ عالم سے جدا ہو جاؤ بلکہ یہ کہ جہاں بھی رہو خدا کی یاد کے ساتھ رہو"۔

شہباز طریقت حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے آداب السالکین میں مرشد سے اکتساب فیض کے لیے بارہ آداب بیان فرمائے ہیں جو مختصراً پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ مانگے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی اسکا ہو گا ساری مخلوق اسی کی ہو گی۔

۲۔ سالک کبھی بھی عاجزی، انکساری، تابعداری کے خلاف کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائے، اسکی رضا میں راضی رہے۔

۳۔ ان نعمتوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے جو سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جائیں تاکہ تکبر پیدا نہ ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی عطا سے مرشد کو بھی اپنے ظاہر و باطن پر آگاہ اور واقف جانے۔

۵۔ ہر کام میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند رہے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے لوگوں کا ادب و احترام

marfat.com

کرے۔

۷۔ اپنے پیر و مرشد کو اپنے حق میں زمانے کے تمام شیوخ سے افضل سمجھے اور اسکے کسی قول و فعل کو حقیر نہ جانے۔

۸۔ مرید خود کو اپنے پیر و مرشد کے اختیار میں رکھے جیسے نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے۔

۹۔ راہ سلوک میں مشاہدہ تجلیات کے باوجود انکساری کرتے ہوئے خود کو کمتر و حقیر سمجھے۔

۱۰۔ سالک خود کو اور اپنے تمام کاموں کو خدا کے حوالے کر دے۔

۱۱۔ لوگوں سے تنہائی اختیار کر کے ریا و غرور کو اپنے سے دور کرے۔

۱۲۔ جس قدر ممکن ہو کم کھائے، کم سوئے اور کم بولے۔

ان آداب سے بھی زیادہ فائدہ مرشد کی صحبت سے ہو گا کیونکہ مرشد کی خدمت میں حاضر رہنے سے ہزاروں دشواریاں اور لاکھوں رکاوٹیں ایک ہی مجلس میں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ سالک کے لیے دنیا پرستوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بہت نقصان دہ ہے۔ بقول مولانا روم،

صحبت صالح ترا صالح کند، صحبت طالع ترا طالع کند

" نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی اور بدبخت کی صحبت تجھے بدبخت بنا دے گی"۔

48 **** سوال: راہ سلوک کی ابتدا میں سالک کو کیا کیا دشواریاں پیش آ سکتی ہیں اور ان دشواریوں کا علاج کیا ہے؟

جواب: راہ سلوک میں جو دشواریاں پیش آ سکتی ہیں ان کی تفصیل امام غزالی قدس سرہ کی کتاب کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین میں مذکور ہے۔ فی

marfat.com

الوقت سراج العوارف سے اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ راہ سلوک میں بارہ دشواریاں ہیں جنہیں عقبات کہا جاتا ہے۔

۱۔ عقبہ عدم بیعت: جب تک کامل و مکمل شیخ کے ہاتھ پر بیعت نہ ہوگی معرفت کا حصول ممکن نہیں۔

۲۔ عقبہ معصیت: جب تک سالک گناہ ترک نہ کرے گا ترقی نہیں کر سکتا اسکا علاج سچی توبہ ہے۔

۳۔ عقبہ شرک: شرک جلی یا شرک خفی یعنی ریاکاری کو ہرگز قریب نہ آنے دے کہ ریا سالک کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اس کا علاج مجاہدوں کے ذریعے اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرنا ہے۔

۴۔ عقبہ والدین: والدین کی محبت مجاہدوں اور محنت سے روکتی ہے۔ اس لیے سالک کو چاہیے کہ والدین کو راضی رکھے اور جس طرح بھی ہو سکے خفیہ مجاہدہ کرے۔

۵۔ عقبہ فکر معاش: اگر سالک فکر معاش میں مبتلا ہے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ پہلے کوئی ہنر سیکھے تاکہ بقدر ضرورت روزی کما سکے یا کوئی دوسرا جائز طریقہ اختیار کرے تاکہ یہ فکر باقی نہ رہے۔

۶۔ عقبہ محبت دنیا: اس مشینی دور میں عزت و دولت اور بیوی بچوں کی محبت اور انکی فکر انسان کو پریشان کیے رکھتی ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ عزت و دولت کی طرف مائل ہونے کی بجائے صرف ضروری روزی پر قناعت کرے اور بیوی بچوں کی خبرگیری اس طرح کرے کہ ظاہری اعضاء انکی خبرگیری کریں مگر دل خدا کی طرف لگا رہے۔

marfat.com

۷۔ عقبہ شہوت: یہ دشواری غیر شادی شدہ جوانوں کو پریشان کیے رکھتی ہے اسکا علاج نکاح ہے اگر ممکن ہو ورنہ کم کھانا اور اکثر روزے رکھنا اسکا بہترین علاج ہے۔

۸۔ عقبہ مجاہدات بے قاعدہ: اگر سالک اپنی مرضی سے شروع کے مجاہدات بعد میں اور بعد والے شروع میں اور صبح والے شام کو اور شام والے صبح کو یا از خود نئے مجاہدات بغیر شیخ کی تعلیم کے عمل میں لائے تو ان مجاہدات سے کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ جو مرشد بتائے اسی پر عمل کریں کیونکہ مرشد اپنے مرید کی طبیعت اور روحانی استطاعت سے خوب واقف ہوتا ہے۔

۹۔ عقبہ رجوع خلق: جب سالک عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا ہے تو لوگ اس کو ولی سمجھ کر گھیر لیتے ہیں اور اسکا وقت ضائع کرتے ہیں اور سالک بھی دنیا کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ سالک سوچے کہ میں اس سے پہلے کیا تھا جب کوئی میری طرف توجہ نہیں کرتا تھا اب لوگوں کی رغبت کی وجہ میری عبادت و ریاضت ہی ہے تو مجھے چاہیے کہ عبادت ہی کرتا رہوں اور لوگوں کے مجمع کی طرف نہ دیکھوں۔

۱۰۔ عقبہ خود بینی و تکبر: سالک عبادات کی وجہ سے اور لوگوں کے تعریف کرنے کے باعث اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ سالک تصور کرے کہ میں اس سے پہلے مشت خاک اور ناپاک پانی کا قطرہ تھا یعنی کچھ نہیں تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مجھے یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا اس لیے مجھے اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیے اور شکر ادا کرنے کے لیے عبادات کی کثرت کرنی چاہیے غرور و تکبر تو ہلاکت و بربادی کا باعث ہوتے

marfat.com

ہیں۔ ابلیس جو کسی وقت عابد اور معلم الملکوت تھا تکبر ہی کے باعث بارگاہ الہیٰ سے مردود و ملعون کر کے نکال دیا گیا۔

۱۱۔ عقبہ کشف و کرامات: جب سالک مقام ملکوت میں ترقی کرتا ہے تو اس سے کشف و کرامات ظاہر ہونے لگتے ہیں اگر یہ سمجھے کہ میں کامل ہو گیا تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی کیونکہ ہنوز دِلّی دُور اَشت والا معاملہ ہوتا ہے۔ اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ وہ یہ تصور کرے کہ یہ حالت عارضی ہے جو ملکوت کے مشاہدے سے حاصل ہوئی ہے اور یہ میرا اصل مقصد نہیں ہے مجھے تو اصل منزل کی طرف متوجہ ہونا چاہیے بچوں کی طرح اس تماشا گاہ میں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

۱۲۔ عقبہ ابلیس لعین: یہ سب دشواریوں میں سب سے بڑی دشواری ہے بلکہ تمام پریشانیوں کی جڑ ہے جو پل بھر میں سالک کو بلندی سے جہنم میں گرا دیتی ہے اور قرب کو دوری میں بدل دیتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ اس پریشانی کا علاج صرف یہی ہے کہ سالک اپنے مشائخ کرام سے مدد چاہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی بے پناہ قوت و طاقت کی پناہ مانگے۔

وہ انوار جو اذکار و اشغال میں پیدا ہوتے ہیں انکی تفصیل سمجھ لیجیے کہ سالک کے کام آئے گی۔ سراج العوارف میں ہے کہ دل کا نور زردی مائل چاند کی طرح ہوتا ہے وہ نور جو سفید آفتاب کی طرح ہو اور جو دل میں تجلی ڈالے وہ روح کا نور ہے۔ دل کا نور روح کے نور سے تجلی حاصل کرتا ہے کہ چاند کی روشنی بھی تو سورج ہی سے فیض پاتی ہے۔ وہ نور جو قبلہ کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کا نور ہے جو سالک کی راہنمائی کرتا ہے۔ وہ نور جو دائیں کاندھے سے ظاہر ہو اچھے کاموں کے لکھنے والے فرشتے کا

marfat.com

نور ہے اور بائیں کاندھے سے ظاہر ہونے والا نور گناہوں کے لکھنے والے فرشتے کا نور ہے وہ نور جو دائیں طرف گز دو گز کے فاصلے پر نظر آتا ہے سالک کے مرشد کی روح کا نور ہے جو اس کو راستہ دکھاتا ہے بائیں طرف ایک دو گز کے فاصلے پر جو نور ہوتا ہے وہ ابلیس لعین کا ہے جو سالک کو بہکاتا ہے اور شیطانی نور ظاہر ہونے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اسکے ظاہر ہونے سے دل میں گھبراہٹ، وحشت اور ڈر پیدا ہوتا ہے اور اس سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ وہ نور جو سینہ اور ناف کے سامنے دھویں اور آگ کی شکل میں ہوتا ہے خناس کا نور ہے۔

وہ نور جو کسی خاص طرف سے نہیں ہوتا بلکہ تمام سمتوں کو گھیرے ہوتا ہے اور اسکے ظاہر ہونے سے حضوری قلب، سرور اور انس پیدا ہوتا ہے اور اطمینان و سکون ظاہر ہوتا ہے اور ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ سالک آپے میں نہیں رہتا اور ذوق و شوق کا غلبہ ہو جاتا ہے وہ نور کسی مخصوص سمت سے نہیں ہوتا بلکہ ہر سمت میں برابر ہوتا ہے وہ نور احدی ہے یہی نور سالک کا مقصود و محبوب و مطلوب ہے اور نور احدی مذکورہ تمام انوار سے پہلے نمودار ہوتا ہے جیسے چمکنے والی آسمانی بجلی جو کبھی روشن ہو جاتی ہے اور کبھی چھپ جاتی ہے یا پھر کبھی یہ نور شمع، چراغ یا آسمان کے تاروں کی طرح ہوتا ہے۔ عالم مثال کی شروعات میں سالک کی طہارتوں وضو، غسل یا عبادتوں نماز روزہ وغیرہ کا نور ہوتا ہے یا پھر ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کا نور ہوتا ہے یہ وہ انوار ہیں جو مجاہدہ، قادریہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور باقی عمل کے وقت سالک کو خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ ان انوار کو خوب یاد کرے تاکہ ابلیس لعین کے دھوکے سے نجات پائے۔

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ راہ سلوک میں اپنے دل کو صراط مستقیم پر رکھنے

marfat.com

کے لیے ہر فریضے کے بعد گیارہ بار یہ پڑھنا چاہیے، " یا اللہ یا رحمان یا رحیم دل ما را کن مستقیم بحق ایاک نعبد وایاک نستعین " نیز درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے کہ اسکے فضائل و برکات بے شمار ہیں۔ عارف کامل نوری میاں قدس سرہ فرماتے ہیں، " اگر کسی شخص کا بہت زیادہ ذکر کرنے کے باوجود صوفیہ کرام جیسا حال نہ ہو تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کہ خوش قسمتی صرف اس بات پر منحصر نہیں۔ جب دل ذکر کے نور سے روشن ہو گیا تو وہ خوش قسمت بن گیا جو کچھ اس جہاں میں ظاہر نہیں ہوا وہ موت کے بعد ظاہر ہو گا۔ سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ ذکر کرتا رہے اور اپنا دل خدا سے لگائے رکھے اور کبھی غافل نہ ہو کہ لگاتار ذکر کرنے سے قرب الہیٰ نصیب ہوتا ہے "۔

سلوک مجددیہ میں ہے کہ ذاکر کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہونا چاہیے دوام حضور حاصل ہونے کے بعد ہی سالک حقیقت ذکر تک پہنچتا ہے اس سے پہلے ذکر حقیقی ذکر نہیں بلکہ صورت ذکر ہے پھر بھی نفع سے خالی نہیں کیونکہ دوام حضور بھی کثرت ذکر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ دوام حضور کے پانچ مدارج ہیں،

۱۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ سے کم ہو تو یہ لطیفہ قلبی کے ذکر کے اثرات ہیں،

۲۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ کے برابر ہو تو یہ لطیفہ روح کے ذکر کے ثمرات ہیں،

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ پر غالب ہو تو یہ لطیفہ سر کے ذکر کی برکات ہیں،

۴۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ کے بغیر ہو تو یہ لطیفہ خفی

marfat.com

کے ذکر کے ثمرات ہیں،

۵۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اپنے وجود اور مخلوق کے خیال کے بغیر ہو تو یہ لطیفہ اخفیٰ کے ذکر کی برکات ہیں۔

پس سالک کو چاہیے کہ سلوک کی دشواریوں کے باوجود ذکر الٰہی کرتا رہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جاتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔

49 **** سوال: حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اسکی زبان گونگی ہو گئی" جبکہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے قصیدہ غوثیہ میں اپنے کمالات و تصرف و اختیار کا ذکر فرمایا ہے یہ دونوں باتیں کیونکر درست ہو سکتی ہیں؟

جواب: عارف ربانی حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری قدس سرہ "چہار انواع" میں خاموشی کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں، خاموشی چار طرح کی ہوتی ہے،

اول ۔ عوام کی خاموشی: عوام یاد خدا کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں، دوم ۔ عابد کی خاموشی: عابد وہ گفتگو نہیں کرتے جس سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہو، سوم ۔ سالک کی خاموشی: سالک ہمیشہ ہونٹ بند رکھتا ہے کیونکہ ہونٹ بند ہونے سے دل کے دروازے کھلتے ہیں۔

لب بستہ حدیث عشق گویم، گویامی جہانم و خموشم

یعنی "میں ہونٹوں کو بند کر کے حدیث عشق بیان کرتا ہوں میں دنیائے عشق کا بیان کرنے کے باوجود خاموش ہوں"۔ کسی نے اسکی منظر نگری کرتے ہوئے کہا ہے،

سوز دل بسیار دارم رخصت اظہار نیست

marfat.com

شمع را اندر زبان ست انچہ مارا در دل نیست

یعنی " سوز دل تو بہت رکھتا ہوں مگر اسے ظاہر کرنے کی اجازت ہنیں، شمع کی زبان اسکے اندر ہوتی ہے اسی طرح ہماری زبان بھی دل میں ہے " ۔

چہارم ۔ کامل کی خاموشی: کامل خود سے خاموش ہوتا ہے یعنی وہ از خود فانی ہے من عرف اللہ کل لسانہ یعنی " جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اسکی زبان کام ہنیں کرتی " ۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے یا یہ کہ وہ خود سے بے خود ہے یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہے ۔ من عرف اللہ طال لسانہ یعنی " جسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اسکی زبان دراز ہو جاتی ہے " ۔ یہ بشارت اسی کے لیے ہے اب اسکا قول دوسرے کا قول ہوگیا اور یہ خود خاموش ہے، یہ دونوں باتیں فنا اور بقا کے بارے میں ظاہر ہیں ۔ ایک دوست نے فنا کے بارے میں اس طرح کہا ہے،

بدل گفتم کہ از دلبر خبر جو، دل آں جا رفت او ہم بے خبر شد

یعنی " میں نے دل سے کہا کہ محبوب کی خبر لاؤ تو دل اس جگہ گیا جہاں محبوب تھا مگر وہ بھی بے خبر ہوگیا " ۔ ایک بزرگ مقام بقا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ " میں نے ایک مدت تک خدا کو تلاش کیا اور اپنے آپ کو پایا اور پھر کئی سال خود کو تلاش کیا اور خدا کو پایا " ۔

اس گفتگو سے اولیائے کاملین کے بارے میں دو باتیں بالکل واضح ہیں اول یہ کہ جو معرفت الہیٰ پالیتا ہے وہ مقام فنا میں ہونے کے باعث خاموش ہو جاتا ہے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول اسی مقام کی طرف اشارہ ہے ۔ دوم یہ کہ جو مقام فنا کے بعد بقا کو پالیتا ہے اسکی زبان اسرار و معارف کے پھول بکھیرتی ہے ۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کے

marfat.com

ارشادات عالیہ ہیں، آپ فرماتے ہیں،

انا فی حضرۃ التقریب وحدی     یصرفنی و حسبی ذو الجلال

"میں بارگاہ قرب الہیٰ میں یکتا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے درجات کو بلند کرتا ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے"۔

و ولانی علی الاقطاب جمعاً     فحکمی نافذ فی کل حال

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم بنایا ہے پس میرا حکم ہر حالت میں نافذ وجاری ہے"۔

فلو القیت سری فی بحار     لصار الکل غوراً فی الزوال

"اگر میں اپنا راز یا توجہ سمندروں پر ڈالوں تو ان کا پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو جائے"۔

و لو القیت سری فی جبال     لدکت و اختفت بین الرمال

"اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ ان میں اور ریت میں فرق نہ رہے"۔

و لو القیت سری فوق نار     لخمدت و انطفت من سر حالی

"اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو وہ میرے راز سے بالکل سرد ہو جائے اور اس کا نشان تک نہ رہے"۔

و لو القیت سری فوق میت     لقام بقدرۃ المولیٰ تعالی

"اگر میں اپنا راز مردے پر ڈالوں تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کھڑا ہو جائے"۔

و ما منہا شہور او دہور     تمرو تنقضی الا اتالی

"مہینے اور زمانے جو گذر چکے ہیں یا گذر رہے ہیں بیشک وہ میرے پاس حاضر

marfat.com

ہوتے ہیں"۔

و تخبرنی بما یاتی و یجری        و تعلمنی فاقصر عن جدالی

"اور وہ مجھ کو گذرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں اے منکر کرامات! جھگڑے سے باز آ"۔

نظرت الیٰ بلاد اللہ جمعاً        کخردلۃ علیٰ حکم التصال

"میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا تو وہ سب مل کر مجھے رائی کے دانے کے برابر نظر آئے"۔

مریدی لا تخف اللہ ربی        عطانی رفعہ نلت المنالی

"اے میرے مرید کسی سے مت ڈر اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، اس نے مجھے وہ بلندی عطا فرمائی ہے جس سے میں اپنی مطلوبہ آرزوؤں کو پالیتا ہوں"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو"۔ (الضحیٰ: ۱۱) عارف باللہ قاضی ثناء اللہ مجددی تفسیر مظہری میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں، "چونکہ نعمت کا ذکر کرنا شکر نعمت ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں تمام مخلوق کا سردار ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا الخ" اور حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

و کل ولی لہ قدم و انی        علیٰ قدم النبی بدر الکمال

"ہر ولی کے لیے ایک قدم (یعنی طریقہ و مرتبہ) ہے اور میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں"۔ آپ کا یہ قول بھی ہے، قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے"۔ پس معلوم ہوا کہ سرکار غوث اعظم اور دیگر اولیائے کاملین کے اپنے کمالات پر مبنی اقوال تحدیث نعمت کے طور پر بھی وارد ہوئے ہیں۔

marfat.com

## باب دو ازدہم: سید نا غوث اعظم

50 **** سوال: سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور آپ کی چند ایسی تعلیمات جو تصوف کی روح ہوں، ارشاد فرمادیجیے۔

جواب: قطب الاقطاب، غوث اعظم، محبوب سبحانی، محی الدین سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی (پ ۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء۔ م ۵۶۱ھ / ۱۱۶۶ء) حسنی و حسینی سید اور مادر زاد ولی تھے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظیمہ کا مرتبہ عطا فرمایا، یہاںتک کہ تمام عالم کے فقہاء علماء طلباء اور فقراء کی توجہ آپ کے آستانہ مبارک کی طرف ہو گئی، حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہو گئے اور عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال و جلال کا شہرہ ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپکے ذریعے علامات قدرت و امارت اور دلائل و براہین کرامت آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح فرمائے، اور جود و عطا کے خزانوں کی کنجیاں اور قدرت و تصرفات کی لگامیں آپکے قبضہ اقتدار اور دست اختیار کے سپرد فرمائیں تمام مخلوق کے قلوب کو آپکی عظمت کے سامنے سرنگوں کر دیا اور تمام اولیاء کو آپکے قدم مبارک کے سائے میں دے دیا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس منصب پر فائز کیے گئے تھے جیسا کہ آپکا ارشاد ہے، "میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے"۔ اعلیٰ حضرت قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں،

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

marfat.com

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے فرمایا، اے عبدالقادر! تم لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے وعظ کیوں نہیں کہتے؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عجمی ہوں اسلیے عرب کے فصحاء کے سامنے کیسے وعظ کروں؟ فرمایا اپنا منہ کھولو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ میں سات بار اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا جاؤ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلاؤ۔ بعد ظہر جب آپ نے وعظ کا ارادہ فرمایا تو کچھ جھجھک طاری ہوئی حالت کشف میں دیکھا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سامنے موجود ہیں اور فرمارہے ہیں منہ کھولو آپ نے تعمیل ارشاد کی تو باب علم و حکمت نے اپنا لعاب چھ بار آپکے منہ میں ڈالا۔ عرض کی یہ نعمت سات بار کیوں عطا نہیں فرمائی، ارشاد فرمایا "رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ملحوظ خاطر ہے"۔ یہ فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ غائب ہوگئے اور جب سرکار غوث اعظم نے خطاب فرمایا تو فصحائے عرب آپکی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

آپ کے وعظ میں ستر ہزار سے زائد لوگ شرکت کرتے جن میں علماء و فقہاء اور اکابر اولیاء کرام کے علاوہ ملائکہ، جنات اور رجال الغیب بکثرت شریک ہوتے۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ جتنے لوگ آپکی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے۔ آپ کی آواز دور و نزدیک کے سامعین کو یکساں سنائی دیتی تھی۔ کبھی آپ وعظ کے دوران فرماتے کہ قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف آتے ہیں، یہ کہتے ہی لوگوں میں اضطراب اور

marfat.com

وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی، کتنے لوگ گریہ وزاری کرتے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل جاتے۔ آپکے تصرف وہیبت اور عظمت و جلال کے باعث کئی کئی جنازے اٹھائے جاتے اور سینکڑوں بیہوش ہو جاتے۔ آپ کی مجلس میں جو کرامات و تجلیات اور عجائب و غرائب ظاہر ہوئے ان کی تعداد شمار نہیں کی جا سکتی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی طریقت کے بادشاہ اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکو کرامات کا تصرف و اختیار ہمیشہ حاصل رہا۔ امام عبد اللہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپکی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اسکا علم ہے دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامات نہیں پائی گئیں۔ (اخبار الاخیار) حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں، "قرب و ولایت کا مرکزی منصب ائمہ اہلبیت سے منتقل ہو کر حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو عطا ہوا اور آپ ہی کے لیے مخصوص کر دیا گیا، ائمہ اہلبیت اور آپکے درمیان کوئی اور اس مقام پر فائز نہ ہوا۔ پس راہ ولایت میں اقطاب اور نجباء سب آپ ہی کے ذریعہ فیض پاتے ہیں کیونکہ یہ مقام آپکے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا،

افلت شموس الاولین و شمسنا　　　ابداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

"یعنی پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے لیکن میرا سورج ہمیشہ بلند آسمان پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہو گا"۔ (مکتوبات جلد دوم)

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا
سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف

marfat.com

کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

تفسیر مظہری میں سورۃ الرعد کی آیت کے تحت مذکور ہے کہ " حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے دونوں صاحبزادے ایک عالم ملا طاہر لاہوری سے درس لیتے تھے۔ حضرت مجدد نے کشف سے دیکھا کہ ان عالم کی پیشانی پر شقی (بدبخت) لکھا ہے۔ آپ نے اپنے بیٹوں سے اس بات کا ذکر کر دیا۔ بیٹے استاد کی شفقت و محبت کے باعث بضد ہوئے کہ حضرت مجدد انکے لیے دعا فرمائیں کہ انکی شقاوت سعادت سے بدل دی جائے۔ حضرت نے فرمایا، میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے کہ یہ قضاء مبرم ہے جس کو بدلا نہیں جا سکتا۔ بیٹوں نے اصرار کیا تو فرمایا، مجھے یاد آیا کہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی نے فرمایا تھا کہ میری دعا سے قضاء مبرم بھی بدل دی جاتی ہے اسلیے میں دعا کرتا ہوں، اے اللہ تیری رحمت وسیع ہے تیرا فضل کسی ایک پر ختم نہیں ہو جاتا میں پر امید ہو کر تیرے فضل و کرم کا طالب ہوں کہ تو ملا طاہر کی پیشانی سے شقاوت مٹا کر اسکی جگہ سعادت تحریر فرما۔ جیسے تو نے میرے آقا حضرت غوث اعظم کی دعا قبول فرمائی تھی۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ اسکی شقاوت سعادت سے بدل گئی"۔ سبحان اللہ! حضرت مجدد الف ثانی نے غوث اعظم کو آقا کہہ کر انکے وسیلے سے دعا فرمائی اور وہ قبول ہوئی یہ شان ہے حضرت پیران پیر دستگیر کی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں،

کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلے میں فیض نہ آیا تیرا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

marfat.com

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے غوثیت کبریٰ کا منصب اور مقام تکوین عطا فرمایا، اسی لیے آپ فرماتے ہیں، " اگر میرا مرید مشرق میں کہیں بے پردہ ہو جائے اور میں مغرب میں ہوں تو بھی میں اسکی ستر پوشی کرتا ہوں" ۔(بہجۃ الاسرار) دوسری جگہ فرمایا،

مریدی تمسک بی و کن بی واثقاً فاحمیک فی الدنیا و یوم القیامۃ

" اے میرے مرید میرا دامن مضبوطی سے پکڑ لے اور مجھ پر پورا اعتماد رکھ میں تیری حمایت دنیا میں بھی کروں گا اور قیامت کے دن بھی" ۔

امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں، " اگر دوسرے لوگ قطب ہیں تو یہ خلف صادق قطب الاقطاب ہیں اگر دوسرے لوگ سلطان ہیں تو یہ خلف صادق شہنشاہ سلاطین ہیں اور آپ کا اسم گرامی شیخ سید سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی ہے جنہوں نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ کیا اور طریقہ کفار کو ختم کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی ارشاد ہے کہ الشیخ یحیی ویمیت " شیخ کامل زندہ کرتا اور مارتا ہے" ۔

حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر
آنکھیں اے ابر کرم تکتی ہیں رستا تیرا

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

امام المحدثین مزید فرماتے ہیں، " شیخ کے مقام کا اس سے اندازہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جو حی و قیوم ہے اس نے ہمیں اسلام عطا فرمایا اور غوث الثقلین نے اسے دوبارہ زندہ کیا۔ غوث الثقلین کے معنی ہی یہ ہیں کہ جنات اور انسان اسکی

marfat.com

پناہ لیں، چنانچہ میں بیکس و محتاج بھی انہی کی پناہ کا طلبگار اور انہی کے دربار کا غلام ہوں مجھ پر انکا کرم اور عنایت ہے اور انکی مہربانیوں کے بغیر کوئی فریاد سننے والا نہیں ہے"۔ پھر فرماتے ہیں،

غوث اعظم دلیل راہ یقیں، بالیقین رہبرا کابر دیں

"حضرت غوث اعظم راہ یقین کی دلیل ہیں آپ بلاشبہ اکابر دین کے راہبر و راہنما ہیں"۔

اوست در جملہ اولیاء ممتاز، چوں پیمبر در انبیاء ممتاز

"آپ تمام اولیاء اللہ میں اس طرح منفرد ہیں جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام میں نمایاں و ممتاز ہیں"۔

در دو عالم بہ اوست امیدم، ہست باوے امید جاویدم

"دونوں جہاں میں میری امیدیں آپ کی ذات سے وابستہ ہیں، آپ میری ہمیشہ کی امیدوں کے محور ہیں"۔

مزید فرماتے ہیں، امید ہے کہ اگر کبھی راہ سے بھٹک جاؤں تو وہ راہبری کریں اور اگر ٹھوکر کھاؤں تو وہ مجھے سنبھال لیں، کیونکہ انہوں نے اپنے دوستوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک رجسٹر بنا دیا ہے جس میں میرے قیامت تک ہونے والے مریدوں کا نام لکھا ہوا ہے، حکم الہیٰ ہو چکا کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرما دی ہے کاش میرا نام بھی آپ کے مریدوں کے رجسٹر میں لکھا ہو، پھر مجھے کوئی غم نہ ہو گا کیونکہ میری خواہش کے مطابق میرا کام پورا ہو گیا ہے، میں نامراد بھی حضرت غوث الثقلین کا مرید بن گیا ہوں، قبول کرنا یا انکار کر دینا یہ انکے ہاتھ میں ہے میں ان کے طلب گاروں میں ہوں اور انکا چاہنا انکے اختیار میں ہے۔ (اخبار الاخیار)

marfat.com

غور فرمائیے کہ اتنے عظیم محدث، عالم اسلام کے جلیل القدر امام شیخ عبد الحق محدث دہلوی جب بارگاہ غوثیت میں یوں عاجزی فرمائیں، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی جب انہیں اپنا آقا کہہ کر بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنائیں، سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور تمام اولیاء انکے ارشاد پر اپنے سروں کو جھکا دیں، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری، حضرت سلطان باھو، حضرت عبد الرحمن جامی، امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ ان کی بارگاہ میں مدح سرائی کرتے ہوئے انہیں غوث الثقلین، غوث اعظم، محبوب سبحانی، پیر پیراں اور پیر دستگیر کے القاب سے یاد کریں تو ان کے حقیقی مقام کو ہم اور آپ کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ یہ انکی دلوں پر حکمرانی ہے کہ پوری دنیا میں ان کا عرس یعنی گیارھویں بڑے جوش وخروش سے منائی جاتی ہے اگر چند لوگ انکی عظمت نہ بھی تسلیم کریں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا ہے،

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

غوث اعظم فرماتے ہیں، جو شخص خود کو میری طرف منسوب کرے اور مجھ سے عقیدت رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر اس پر رحمت فرمائے گا اگر اسکے اعمال مکروہ ہوں تو اسے توبہ کی توفیق دے گا، ایسا شخص میرے مریدوں میں سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میرے

marfat.com

مریدوں، میرے سلسلے والوں، میرے پیروکاروں اور میرے عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (اخبار الاخیار)

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ، ایسی کر
کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا
نزع میں گور پہ سر پل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ سے دامان معلیٰ تیرا

اب ہم مختصراً سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تعلیمات بیان کرتے ہیں، غوث صمدانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، پیران پیر دستگیر قدس سرہ، آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی کی منہ بولتی تصویر تھے وعظ کہتے وقت بسا اوقات سخت الفاظ استعمال فرماتے آپ کو خود بھی اسکا احساس تھا اسلیے فرماتے تھے کہ لوگوں کے دلوں پر میل جم گیا ہے جب تک اسے طاقت سے رگڑا نہیں جائے گا صاف نہ ہوگا۔

1 : آپ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں، "اے عزیز! کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ اور تمہیں نہیں معلوم کہ جو شخص دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں اندھا رہے گا۔ اور کیا تجھے یہ خبر نہیں کہ حساب قریب آ گیا ہے اور لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور کیا تو نہیں جانتا کہ جو دنیا کی کھیتی چاھتا ہے اللہ اسے عطا فرمادیتا ہے اور اسے آخرت میں کچھ نہیں ملتا۔ آخر تو کب تک غفلت کے جنگلوں میں بھٹکتا رہے گا اب تجھے چاھیے کہ توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، وہ مہربان ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور انکے گناہوں کو معاف فرماتا ہے تاکہ ذات باری تعالیٰ کی معرفت کے راز تجھ پر ظاہر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ــــــ

marfat.com

عنایات کا قاصد تیرے لیے اسکی محبت کی خوشخبری لائے"۔

2 : الفتح الربانی میں فرماتے ہیں، "اے لوگو! تم دنیا و آخرت کے پروردگار سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو جیسے کہ تمہیں موت ہی ہنیں آئے گی اور قیامت کے دن میدان حشر میں جمع نہ کیے جاؤ گے جیسے کہ تم بارگاہ الہیٰ میں حساب نہ دو گے اور تمہیں پل صراط عبور نہ کرنا پڑے گا۔ یہ تو تمہاری حالت ہے اور دعویٰ ایمان و اسلام کا کرتے ہو۔ اگر تم نے قرآن اور علم دین پر عمل نہ کیا تو یہ تمہارے خلاف دلیل بنیں گے۔ جب تم علماء کے پاس آؤ اور انکی بتائی ہوئی دینی تعلیمات قبول نہ کرو تو تمہارا انکے پاس آنا بھی تم پر حجت بنے گا۔ اس کا گناہ تم پر ایسا ہی ہو گا جیسا کہ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آتے اور ان کا کہنا نہ مانتے (تو ضرور گناہ گار ہوتے)"۔

3 : ایک اور وعظ میں فرمایا، "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "جس کے لیے خیر کا کوئی دروازہ کھولا جائے تو اسے چاہیے کہ اس کو غنیمت سمجھے کیونکہ نہ جانے وہ کب بند کر دیا جائے"۔ لوگو خوش ہو جاؤ کہ زندگی کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہوا ہے نہ جانے کب بند کر دیا جائے گا۔ غنیمت جانو کہ تم نیکیاں کرنے پر قادر ہو، غنیمت سمجھو کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔ غنیمت سمجھو کہ دعا کا دروازہ کھلا ہوا ہے، غنیمت سمجھو کہ تمہارے پرہیزگار دینی بھائی تمہیں برائیوں پر ٹوکتے ہیں ورنہ کوئی تمہیں نصیحت کرنے والا نہ ہو گا۔ اے لوگو! بنا لو جو کچھ توڑ چکے ہو، دھو لو جو کچھ ناپاک کر چکے ہو، سنوار لو جو کچھ بگاڑ چکے ہو، صاف کر لو جو کچھ میلا کر چکے ہو اور لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو، دین سے دور بھاگنے سے توبہ کر لو اور اپنے قدرت والے رب تعالیٰ عزوجل کی طرف لوٹ آؤ"۔ (الفتح الربانی)

marfat.com

4 : ایک وعظ میں فرماتے ہیں، "شاید کل کا دن اس حال میں آئے کہ تو زمین پر سے مفقود ہو اور قبر میں موجود یا شاید کل بھی نہ آئے اور اگلے ہی لمحے تو زیر زمین دفن کر دیا جائے پھر یہ غفلت کیسی ہے اور تو اپنے انجام سے غافل کیوں ہے؟ اے لوگو! تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے ہیں کیا تم پتھر دل ہو گئے ہو؟ تم سے میں بھی کہہ رہا ہوں اور دوسرے بھی لیکن تم غفلت سے بیدار ہی نہیں ہوتے تم پر آیات قرآنی اور احادیث پڑھی جاتی ہیں اور تم کو اگلوں کی سیرتیں سنائی جاتی ہیں لیکن افسوس کہ تم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی نہ تم ڈرتے ہو اور نہ تمہارے عمل سنورتے ہیں"۔

5 : ایک اور وعظ میں فرمایا، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اصل عیش تو آخرت ہی کا عیش ہے" اپنی آرزوئیں کم کرو زہد حاصل ہو گا کیونکہ اصل زہد آرزوؤں کا کم کرنا ہے۔ برے دوستوں کو چھوڑ دو اپنا تعلق نیک لوگوں سے جوڑو اگر قریبی رشتہ دار بھی برے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

6 : فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں، "مجھ سے خواب میں ایک شخص نے سوال کیا، وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے میں نے جواب دیا، اسکی ابتدا اور انتہا ہے اسکی ابتدا زہد و تقویٰ اور انتہا تسلیم و رضا اور توکل ہے"۔

7 : ایک اور جگہ آفات و بلا پر صبر کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں، "بلا کے نازل ہونے پر بے صبری نہ کر کیونکہ اسکی آگ دوزخ کی آگ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ "دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی اے مومن جلدی سے گذر جا کیونکہ تیرے نور ایمان سے میری آگ بجھ رہی ہے"۔ کیا مومن کا نور جو دوزخ کی آگ کو بجھا رہا ہے وہی نور نہیں ہے جو دنیا میں مومن

marfat.com

کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی نور سے مطیع و نافرمان کی تمیز ہوتی ہے بس وہی نور ایمان مصیبت کی آگ کو بجھا دے گا بلکہ تیرے صبر اور اطاعت الہیٰ کی ٹھنڈک کو بھی. تجھ پر آئی ہوئی بلا کی آگ پر غالب آنا چاہیے۔ معلوم ہو کہ بلا تجھے ہلاک کرنے نہیں آئی بلکہ تجھے آزمانے، تیرے ایمان کو جانچنے، تیرے یقین کو مضبوط کرنے اور تجھے خدا کی رضا اور. تجھ پر اسکے اظہار فخر کی خوشخبری دینے آئی ہے"۔

8 : اسی مقالے میں مزید فرماتے ہیں، "جب تو حکم خدا کا تابع ہو جائے گا تو تمام کائنات تیرے حکم کے تابع ہو جائے گی جب تو اسکے منع کیے ہوئے کاموں کو برا سمجھے گا تو تو. جہاں کہیں بھی ہو. تجھ سے ناپسندیدہ چیزیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں جس چیز کو کہتا ہوں "کن" ہو جا وہ ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا کہ تو جس چیز کو بھی کہے گا "کن" ہو جا تو وہ ہو جائے گی"۔(فتوح الغیب)

9 : ایک مکتوب میں فرماتے ہیں، "اے عزیز! جب تک اپنی کوتاہیوں کا شدید احساس کرتے ہوئے. اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے تم اپنی جبین ناز خاک پر نہیں رکھو گے نہ تمہیں سچی خوشی حاصل ہو گی، نہ تمہاری امیدیں پوری ہوں گی نہ تمہیں مقام قرب ملے گا نہ کوئی کمال حاصل ہو گا اور نہ تمہارا دل اپنے خالق و مالک کی طرف حقیقی رجوع کی لذت سے فیضیاب ہو گا"۔

10 : فتوح الغیب میں فرماتے ہیں، "مومن جب نیک عمل کرتا ہے تو اسکا نفس قلب کے حکم میں ہو جاتا ہے اور نفس قلب کے معارف کو جان لیتا ہے پھر اسکا قلب سر ہو جاتا ہے پھر سر دوسرے حال کی طرف لوٹ جاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے پھر فنا بقا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا، دوست ہر دروازے

marfat.com

میں سما سکتے ہیں، اے شخص! مخلوق کو فراموش کر دینا اور اپنی طبیعت کو خاصیت ملائکہ سے بدل دینا اور پھر خاصیت ملائکہ سے فنا ہو کر دوبارہ پہلے راستے پر آنا فنا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ جتنا تجھے چاہے سیراب فرمائے گا اور جتنا چاہے انوار و رحمت تجھ میں پیدا فرمائے گا اگر تو اس مقام کو چاھتا ہے تو تجھ پر مسلمان ہونا، قضا و قدر کا ماننا، اللہ تعالیٰ کو جاننا، اسکی معرفت حاصل کرنا اور وجود حق کے ساتھ موجود رہنا واجب ہے جب تیرا وجود حق کے ساتھ ہو گا تو تیرا سب کچھ اسی کے لیے ہو گا زہد ایک ساعت کا اور تقویٰ و پرہیزگاری دو ساعت کا کام ہے جبکہ معرفت حق تعالیٰ ابدی عمل ہے"۔

11 : گیارھویں شریف کی نسبت سے آخری یعنی گیارھواں اقتباس آپ کی تصنیف سرالاسرار سے پیش خدمت ہے جس میں غوث پاک قدس سرہ نے تصوف کی تمام بنیادی تعلیمات کی روح سمو دی ہے اسکا خلاصہ عرض کرتا ہوں ۔آپ فرماتے ہیں،

"لفظ "تصوف" چار حروف پر مشتمل ہے، "ت" سے مراد توبہ ہے جو دو طرح کی ہے ظاہری اور باطنی، ظاہری توبہ بندے کے اعضاء کو برائیوں سے تائب کرا کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لانا ہے جبکہ باطنی توبہ انسان کا اپنے دل کو آلائشوں اور تمام برے ارادوں سے پاک کرنا ہے ۔جب کامل توبہ نصیب ہو جائے یعنی برائیاں نیکیوں میں بدل جائیں تو "ت" کا مقام مکمل ہو جاتا ہے۔

"ص" سے مراد صفائی ہے اسکی بھی دو قسمیں ہیں قلب کی صفائی اور مقام سر کی صفائی ۔ قلب کی صفائی یہ ہے کہ دل بشری کدورتوں مثلاً طعام، نیند، گفتگو، خواہشات کی کثرت اور اسباب دنیا کی محبت سے پاک ہو اور دل ذکر الہیٰ کا عادی ہو کر غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

marfat.com

"ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جائیں" پھر دل ایسا صاف ہو جائے کہ اس میں خیر و شر صاف نظر آنے لگیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "عالم نقش و نگار کرتا ہے اور عارف (دل کو صاف کر کے) چمکاتا ہے"۔ مقام سر کی صفائی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو فراموش کر دینے، اس سے محبت کرنے اور باطنی زبان سے اسماء توحید کا ہمیشہ ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب بندہ کامل صفائی حاصل کر لیتا ہے تو مقام "ص" کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

"و" سے مراد ولایت ہے یہ ایک مقام ہے جو تصفیہ قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم، انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں"۔ ولایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اپنے اخلاق کو احکام الٰہی کے مطابق سنوارے۔ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "تخلقوا باخلاق اللہ" یعنی اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو اور صفات بشریت کا لباس اتار کر صفات ربانی کا لباس پہنو"۔ حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے، جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں اسکے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں پھر وہ میرے ہی وسیلے سے سنتا، دیکھتا، بولتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ پس ماسوی اللہ سے اپنے باطن کو پاک کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "فرما دیجیے حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا"۔ پس صفات ربانی کا مظہر بننے سے مقام "و" کی تکمیل ہوتی ہے۔

"ف" سے مراد فنافی اللہ ہونا ہے جب بشری صفات فنا ہو جاتی ہیں تو صفات ربانی باقی رہ جاتی ہیں چونکہ اس ذاتِ مقدسہ کو نہ زوال ہے نہ فنا اس لیے فانی

marfat.com

بندے کو اس غیر فانی ذات کے ساتھ اور اسکی رضا اور قبولیت سے بقا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور قلب فانی کو سر باقی کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "ہر چیز فانی ہے سوائے اسکی ذات کے"۔ پس بندے کو چاہیے کہ اسکی ذات کی خوشنودی اور رضا کے لیے اعمال صالحہ کی مشقت اٹھائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا پا لیتا ہے تو اس مقرب اور پسندیدہ بندے کو راضی ہونے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے (یہی روح تصوف ہے)"۔

الحمد للہ! افکار اسلامی، اسلام آباد کی طرف سے موصولہ سوالات کے جواب میں اس کتاب کی تالیف مکمل ہوئی۔ بارگاہ الٰہی میں ان الفاظ سے دعاگو ہوں کہ یا رب العالمین! یا ارحم الراحمین! اپنے پیارے حبیب لبیب نبی کریم رؤف و رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے و طفیل ہمیں اپنی محبت، اپنے حبیب کی محبت اور اپنے تمام اولیاء کی محبت خصوصاً حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی محبت نصیب فرما۔ اپنے ان نیک و مقرب بندوں کے وسیلے سے ہمیں تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے ساتھ مرتبہ احسان اور دولت معرفت نصیب فرما، دنیا و آخرت کے ہر امتحان میں کامیابی عطا فرما، اور راہ حق پر ثابت قدمی نصیب فرما۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم

صلوٰۃ و سلاماً علیٰ رحمۃ اللعالمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

marfat.com

## قادریہ پبلشرز کی ایمان افروز مطبوعات

**جمال مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
دامت برکاتہم العالیہ

**خواتین اور دینی مسائل**

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
دامت برکاتہم العالیہ

**تفریح الخاطر فی شرح اسماء عبد القادر**

حضرت علامہ مولانا مفتی ابو صالح
محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ

**گیارہویں شریف کے دلائل**

حضرت علامہ مولانا مفتی ابو صالح
محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ

**رفع یدین کی شرعی حیثیت**

حضرت علامہ مفتی عبد المجید خاں سعیدی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

**پاسبانِ بہشتی دروازہ**

حضرت علامہ مفتی عبد المجید خاں سعیدی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

# قادریہ پبلشرز کراچی